نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے اے کشمیر والو
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

یہ بھی لطفِ شہِ لولاک سمجھتا ہوں حمیدؔ
ورنہ میں، اور نواسنجِ گلستانِ حرم

گلستانِ حرم

زائرِ حرم
حمید صدیقی
لکھنوی

پبلشر

خورشید بکڈپو، بلّو چپورہ روڈ۔ لکھنؤ

چھٹا ایڈیشن ——— مع اضافہ

قیمت مجلّد:۔ تین روپیہ نئے پیسے

طابع:۔ محمد عطاء اللہ قاسمی غفرلہٗ

مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ

کتاب ہذا مندرجۂ ذیل پتوں سے مل سکتی ہے!

(۱) حاجی غنی احمد صاحب تاجر کتب چوک لکھنؤ
(۲) رزّاقی پریس، پٹکاپور، کانپور
(۳) مجیدی پریس، پٹکاپور، کانپور
(۴) کتب خانہ رشیدیہ، جامع مسجد دہلی
(۵) ایم بشیر حسن صاحب تاجر کتب ۱۰۳ لورچت پور روڈ۔ کلکتہ
(۶) کریمی پریس بک ایجنسی، پائیدھونی روڈ، بمبئی ۳
(۷) تاج آفس، محمد علی روڈ، بمبئی ۳
(۸) علی بھائی شرف علی اینڈ کمپنی، پرائیوٹ لمیٹڈ، ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۳
(۹) عثمانیہ بکڈپو ۱۰۴ لورچت پور روڈ، کلکتہ

فہرست

زائرِ حرم

آسمان کے ستاروں کے نام اور اُن کے اقسام واثرات تو ہیئت داں یا منجم ہی جانے، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ انھیں میں کوئی ستارہ ایسا ضرور ہے کہ اگر اِس تنگنائے عالم میں کسی پر چمک جائے، تو اس کی بلند اختری کا ٹھکانا نہیں رہتا۔

اِس قسم کے واقعات میں "ایک دوست بیتی" رشک انگیز حد تک دلکش اور سبق آموز ہے اور جب تک ایسا ہی اتفاق پھر پیش نہ آئے یہی کہا جائے گا، کہ یہ نجم سعادت انسان کی عمر میں شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا بھی ہے ——— یہ واقعہ اور اس کے تدریجی مراحل بہت ہی دلچسپ ہیں اور نتیجہ خیز۔

جمعہ کا مبارک دن تھا، میں نماز کے لئے اپنے دوست حمید صاحب کے ساتھ مسجد جا رہا تھا، حاجی محمد مصطفٰی خاں صاحب[1] کی روانگیِ حجاز کی اطلاع اسی دن ملی تھی، راستے میں مجھے اب تک تعجب تھا کہ اس الہامی تحریک کے یہ الفاظ میرے منھ سے کیونکر نکلے تھے، کہ :۔ "حمید صاحب! بڑا نادر موقع ہے، خاں صاحب کے ساتھ آپ بھی عزمِ بیت اللہ کیوں نہیں کرتے ؟ "

ان الفاظ کا سُننا تھا کہ میرے دوست کا چہرہ مضطرب آرزو و بیتاب تمنا کا پردہ در بن گیا، ان کی ساری ہستی سمٹ کر آنکھوں میں آگئی، اور انھوں نے حیرت سے میری طرف دیکھا، جیسے بچہ پہلی مرتبہ کسی بازیگر کا کوئی شعبدہ دیکھے اور حیران رہ جائے، صاف محسوس ہو رہا تھا کہ الوفِ احترام سے

---

[1] مالک کارخانۂ اصغر علی محمد علی تاجر عطر لکھنؤ۔

یا اِس خوف سے کہ وہ اِس سفر اَور اِس فریضہ کے مُستطیع نہیں ہیں، اُن کا کلیجہ کانپ رہا ہے، اور صنوفِ اشتیاق سے کہ کاش حرمِ رسالت (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی زیارت کا شرف نصیب ہو جائے، اُن کا دل بھر آیا ہے، اُن کی پُر کیف، بیتاب و پُر خلجان خامُشی میری بات کا پُر معنی جواب تھی، لیکن یہ کسے خبر تھی کہ ان الفاظ پر فرشتے آمین کہہ چکے ہیں، اَور ان کی رُوح لبیک، اَور قدرت کا فیصلہ نویس قلم یہ نعمتِ عظیم یہ عطائے بیکراں ان کی تقدیر میں لکھ چکا ہے۔

کئی دن تک یہی سلسلہ جاری رہا کہ صبح سے گفتگو شروع ہو کر شام تک جاری رہتی، مختصر یہ کہ جب میرا اصرار اَور اُن کا اضطرار بڑھتا ہی چلا گیا، تو "لسان الغیب" سے تفاؤل کی ٹھہری، سرِ ورق پر جو شعر نکلا وہ ایک بشارتِ کُبریٰ تھی، گویا دیوانِ حافظؒ میں پوشیدہ۔ ؎

بہ ہیچ در نہ رُوم بعد ازیں ز حضرتِ دوست
چو کعبہ یافتم آیم ز بُت پرستی باز

آفتابِ اُمید کی یہ ہلکی سی کرن تھی، جس نے تذبذب، بے بضاعتی، تہی مائگی کے کُہر کو کچھ دُھندلا دُھندلا چمکا دیا، خود میری یہ حالت تھی کہ میں برابر یہ کہے چلا گیا کہ یہ سعادتِ ازلی آپ کے مُقدّر میں ہے، اَور بتوفیقِ الٰہی ضرور نصیب ہوگی، میرے بار بار یہی کہنے سے اُن کی رُوح اَور قلب کی ساری کیفیتیں اُن کے بشرہ سے نمایاں ہو جاتیں، اَور وہ ایک فخریہ عجز و اُفتادگی سے اپنی گردن جُھکا لیتے، شاید خدا کو اُن کی یہی بات پسند آ گئی۔

القصّہ اِس کوشش میں، مَیں اَور میرا اصرار پیہم، اکبرؔ اَور اُن کی خاموش طبیعت، احمدؔ اَور اُن کی پریشان گوئی، اعظمؔ اَور اُن کی سیمابیت، یہ سب ایک طرف تھیں، اَور حمیدؔ صاحب مع اپنی محترز و اندیشہ پسند طبیعت کے دوسری طرف، خاںؔ صاحب کی رَوانگی کا وقت جتنا قریب سے قریب تر ہو رہا تھا، اتنی ہی اس بندۂ خدا کی زبان اظہارِ مُدّعا میں خشک ہوتی جا رہی تھی، لیکن اس نرم طبع اَور خود دار شخص کے جھجکنے

سے ہوتا ہی کیا، کیونکہ خدا کے کام "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" کے اصول سے انجام پایا کرتے ہیں، یقیناً مجھ سے پہلے میرے عزیز اور حکمت بھائی سید فضل حسین صاحب نے اس بخت ور کی اطلاع خاں صاحب کو دے دی ہوگی، کیونکہ جونہی موقع پاکر میں نے حمید صاحب کی اس آرزو کو اُن کے سامنے پیش کیا، تو انھوں نے اپنی آمادگی کا اس فراخ حوصلگی و کشادہ دلی سے اظہار فرمایا، گویا وہ پہلے سے اس کے لئے تیار تھے، اب کیا تھا اس کوہِ گراں کا درمیان سے ہٹنا تھا کہ ہمارے دوست کے دل میں اُمید و بیم کی تاریکی انوارِ یقین سے بدل گئی، اور اس خوش خبری سے اُن کی آنکھوں میں وہ آنسو ڈبڈبا آئے، کہ جو بے پایاں مسرت کے جزو لاینفک ہیں۔

اگرچہ اس خودغرضی کے زمانے، اور مطلب پرستی کی دُنیا میں کون کس کا ہوتا ہے، مگر نہیں، ابھی دُنیا میں کوئی کسی کا ہونا ضرور ہے، چنانچہ خاں صاحب کی اقبال مندی کی پناہ میں آجانے کے بعد اُن کے ارادے کی ساری ابتدائی دشواریاں جامۂ کہن کی طرح تار تار ہوگئیں، اور خود بخود پیدا ہوجانیوالی آسانیاں اُن کے شاندار مستقبل کا پتہ دینے لگیں، احساسات کے وفور و شوق و اضطراب کی کثرت نے ہر تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرنا شروع کردیا، اور اسبابِ سعادت نے اُن کے عزم و ارادے کی تکمیل کرادی۔

اب باقی تھی بزرگوں کی اجازت، ذاتی معاملات کی یکسوئی، اسبابِ سفر کی یکجائی، اور اس تھوڑے سے وقت میں سید فضل حسین صاحب کی "شگفتہ" کوششوں سے پروانۂ راہداری کا حصول، مگر یہ سب مرحلے اس طرح طے ہوگئے، کہ دیکھنے و سننے والوں کو، بجز حیرت و تعجب کے، اور کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑی۔

یکم مارچ کو "بستۂ دوست" حمید اس عمر میں جبکہ نگاہیں زیادہ تیز، دماغ زیادہ حاضر، اور دل زیادہ حساس ہوتا ہے، اس سفرِ نیاز کے لئے روانہ ہوگئے، اور شبانہ روز کی سوزش و شورش کے ساتھ یہ بُعدِ عظیم طے کرکے احاطۂ قرب میں فائز المرام۔

"ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"

اَرضِ مُقدّس میں انھوں نے جو کچھ دیکھا اُس کو تو اُن کا دل ہی خوب جانتا ہوگا، لیکن جو کچھ پایا، وہ محبّت نظر آنکھ کے سامنے ہے، وحدت کدہ ابراہیمیؑ کی زیارت (جسے دیکھ کر جوشِ احترام سے چیخنے کو دل چاہتا ہے) طوفِ حرم، سعی صفا و مروہ، قیامِ منیٰ، میدانِ عرفات، اور تمام مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد محبّت وانبساط کا یہ نادر مجموعہ نافِ عالم کو خیر باد کہتا ہوا قلبِ کائنات کی جانب والہانہ شوریدگی و مدہوشی کے ساتھ "فرق فرسا" ہوا۔ کاش! اس راہ میں حمیدِ سرمست کا یہ بینوا دوست بھی اُن کے ہمراہ ہوتا، اور سوز و گداز کی سرشاریوں سے مملو دل والے حمید کو اُس خطّۂ پاک کی طرف، جسے دیکھ کر فرطِ مسرّت سے رونے کو جی چاہتا ہے، اور جس کی معطّر صباحت، معنبر ملاحت، صبح و شام کا تموّجِ نور، اور اس کی زیبائی و رعنائی کہ عقل و ادراک تو ایک طرف رہے، قلب کی گرفت سے بھی باہر ہے، بڑھتے ہوئے دیکھتا، اقبالؔ نے خوب کہا ہے۔ ؎

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

مگر میں کہتا ہوں کہ کہنے والے نے پھر بھی کم کہا، کرّۂ زمین کا یہی تنہا فخر ہے کہ اشبق الموجودات، اکمل المخلوقات شہنشاہِ کونین و سلطان فی الدّارین کا جسدِ اطہر و مطہر اس کے قلب کے اندر امانت ہے، امانتِ خداوند ذی الجمال۔

خوشا نصیب اُن کے کہ عنایاتِ الٰہی و الطافِ نامتناہی کے طفیل وہ اس عمر میں دُنیا کی مزخرفات سے اپنا دل بچا کر مدینۂ منوّرہ کی حاضری و زیارت سے بہرہ مند ہو آئے، اور "حضرتِ دوست" کی نوازش کارانہ توجّہ کی بدولت وہاں پہونچ گئے، کہ جس کی تمنّا میں بہتوں کے بال سفید ہو گئے، اور پھر بھی محروم رہ گئے، خاںؔ صاحب کا احسان و کرم، ایثار و لطف، اُن کی پُر خلوص محبّت اور دلکش معیّت، حمیدؔ صاحب کی سہولتوں کی کفیل ہو گئی، اور حضرتِ دوست کی ہمّتِ عالی نے ان کو ہند کی مسموم جانگسل سے نکال کر

وادیِ بطحا و طیبہ کی نسیمِ جان و ایمان پَرور میں پہونچا دیا۔ ؎

اجرش دِہد خدائے کہ کردست یاوری

باآں کساں کہ ناصرو یاور نداشتند

تین ماہ سے زائد سفر و قیامِ حجاز کے بعد خیالات و جذبات کا یہ ہم آہنگ اتحاد جب بخیر وطن پہنچا، اُور حمید صاحب کو میں نے ریل سے اُترتے دیکھا، تو اُن کی آنکھیں و دل دونوں لبریز تھے، اِس فرق کیسا کہ لب آسا ہنستا ہوا جانے والا حمید، لب چشم آسا روتا ہوا آیا، اَب یا تو کوئی چوٹ انھوں نے دل پر کھائی تھی، اُور یا اُن کے قلب و رُوح میں کوئی مست کیفیت تھی، کہ جس کا خُمار اُن کی آنکھوں میں اَب تک نمایاں تھا، اُور چہرہ حرمین کی برکتوں کی فراوانی سے رُوشن۔

اِس موقع پر حضرتِ نکہت شاہجہاں پوری نے مُبارک باد پیش کرتے ہوئے اپنی ایک رُباعی میں حمید صاحب کی جن کیفیات اُور وارداتِ قلبی سے مُتاثّر ہو کر اپنے حُسنِ خیال کا انظہار کیا ہے، وہ اُن کے جذبۂ محبّت اُور اضطرابِ شوق کی آئینہ دار ہے، خوب فرمایا ہے۔ ؎

اے آنکہ مُشرّف شدی از سیرِ حجاز

رفتی بہ حریم کعبہ سَرگرمِ نیاز

با سرِّ حقیقت آشنا آمدۂ

صد کعبۂ عشق راشوی برگ و ساز

بعد کی فرصتوں میں جب میں نے حمید صاحب کے جذبات دیکھے، تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خدا پرستی کی نیکیاں اپنے ساتھ لائے ہیں، اُور جب اُن کا نعتیہ کلام سُنا، تو یقین ہو گیا کہ وہ اپنا دل مدینۂ مُنوّرہ کی آرزوؤں میں تبدیل کر آئے ہیں، اُور اُن کی رُوح میں ایک خوش آیند نَے پیدا ہو گئی ہے جس کو قائم رکھنے کی اگر انھوں نے کوشش جاری رکھی، اُور رُوح کی تمنّاؤں، دماغ کی تخئیل، اُور دل کی حسرتوں کو

اس نقطۂ اصل سے آوارہ نہ ہونے دیا، تو ان کی صفتِ قلبی وضمیرِ عاشقی کا پڑھایا ہوا یہ سبق اُن کی زندگی کو مُرتّب کر دے گا اور مزیّن، اور جب اُنھوں نے اپنے آپ کو ایسا بنا لیا ہے تو رحمتِ الٰہی اُن کے ساتھ، اور مشکوٰۃ نبوّت سے پائی ہوئی ضیا اُن کی مشعلِ راہ۔

آج کل کے حیرت انگیز ذرائعِ سفر کے سامنے نہ تو بُعید سے بُعید مسافت کوئی چیز ہے، اور نہ دنیا کی کوئی شے امکان کے دائرے سے خارج، تو کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ اشتیاق واضطراب پھر اُن کو سرورِ عالم (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) کے پاکیزہ شہر میں، کہ جہاں امام مالکؒ نے انتہائی اُدب سے جوتا ہی نہ پہنا، حضرتِ جامیؒ نے سر کے بل بھی حرمِ مُنوّر میں داخل ہونے کی جُرأت نہ کی، جہاں کی آستاں بوسی کو تاجدارانِ عالم اپنی نجات سمجھتے ہیں، جہاں ماہتاب اپنے نور کو فرش بوسی کے شرف سے جب تک مُشرّف نہیں کر لیتا اُس میں خنکی ولطافت پیدا ہی نہیں ہوتی، جہاں آفتاب کی شعاعِ زرّیں جس وقت تک گنبدِ خضرا کو دُور سے بوسہ نہیں دے لیتی، دُنیا میں اُجالا ہی نہیں ہوتا، اور جہاں جبرئیلِ امینؑ ملائکۂ مُقرّبین کے پَروں کے ساتھ بھی ہر صبح سلام کو حاضر ہوتے ہیں، ہمارا یہ جوان صالح مدّاحِ دیارِ حبیبِ اکرم (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پھر نہ پہونچ جائے، اور کیا یہ کہنا بیجا ہو گا کہ اُن کا ہندوستان آنا اُن کے حجاز جانے سے بہتر ہے، کیونکہ وہ گئے تھے ہندوستان آنے کے لئے، اور اب ہندوستان آئے ہیں حجاز جانے کے لئے، خدا سے دُعا ہے:

"کہ ایں آوارۂ ارضِ حرم آوارہ تر بادا"

میری دلی تمنّا ہے کہ اب وہ اپنے حرارت بھرے سینہ کے محفوظ الفاظ رقصِ صوتی و توازن و ترنّم، تخیّل کی بلندی وطرفگی اور اس لطیف حس کو اُس کی اصلی لطافت کے ساتھ جو روضۂ مُطہرہ کی زیارت کے باعث پیدا ہو گئی ہے صرف مدحِ رسولِ انام علیہ السّلام میں صرف کریں، اور اپنی اس ارضی زبان میں وہ سماوی تخیّل بھریں کہ محسنؒ کی بلندی تک پہونچنے میں اُن کو مایوسی نہ ہو، کیونکہ حمد ونعت شاعری کا اعلیٰ علّیّین ہے، اور موجودہ شعر گوئی عام طور سے حماقتِ منظوم اور شاعری اسفل السّافلین۔

جو چیز بیقرار ہو کر ڈھونڈھی اور پھر پائی جاتی ہے اُس کی خوشی کا کیا اُن کو اندازہ نہیں؟ اس لئے میری دُعا ہے، اور دل سے، کہ اُن کا یہ جوش، یہ التہاب، اُن کو ہر چیز سے بیگانہ کر دے، اس مے دانش رُبا کا خُمار کبھی کم نہ ہو، اور خوش نصیب زائرِ حرم اعمالِ صالح کے لئے آگے بڑھنے میں اس عہدِ زرّیں کے صالحین کی تقلید کے واسطے پیچھے نہ ہٹے، اور خدا کرے کہ اُن کا وہ لُطف و درد سرمدی مسرّت جو وہاں سے اپنے دل میں لائے ہیں کبھی کم نہ ہو، حریمِ نبوّت کے مُناروں سے آنے والی اذانوں کی کانپتی ہوئی صدائیں اُن کے گوشِ دل میں ہمیشہ گونجتی رہیں، اُن کی آنکھوں کی وہ تابناکی جو روضۂ اقدس کی زیارت سے پیدا ہوئی ہے کبھی ماند نہ ہو، اور حرم کعبہ کے مرعوب کر دینے والے حُسن کے بعد حرم نبوّت کے مغلوب کر دینے والے جمال میں فنا ہو کر وہ حیاتِ جاوداں پائیں، اور ہوائے مدینۂ منوّرہ کا یہ شوق اِس طائرِ بے پرواز کو پھر ایک دفعہ وہیں لے اُڑے، اور اپنے ساتھ مجھے بھی۔ ؎

دولتم ایں بس کہ بعد از محنت و رنجِ دراز
بر حریمِ آستانت می نہم رُوئے نیاز

اسیرِ فتراکِ دوست

عبدالحی

پیش لفظ

(از۔ علامۂ عصر مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی، بی۔اے)

حمید صاحب لکھنوی "زائرِ حرم" کے نام سے مشہور ہیں، یہ لقب اُن کے حق میں اسمِ بامُسمّیٰ ہے۔

زیارتِ حرم اُن کی رگ رگ میں بس گئی ہے "قال" سے گذر کر "حال" بن چکی ہے۔

کلام ان کا اکثر شائع ہوتا رہتا ہے، کہیں کہیں اِن سطور کے راقم کی بھی نظر سے گذرا، یہ ممکن نہ ہوا

کہ جب کبھی نظر پڑی کلام کو بے پڑھے چھوڑ دیا ہو، کشش ہی کچھ ایسی ہے۔

بحریں عموماً رواں و شگفتہ، زبان صاف و سادہ، مضامین اغراق وغلو سے پاک، کلام جاندار اتنا

کہ گویا صفحۂ کاغذ پر چھپا ہوا نہیں، زندہ و ذی رُوح شاعر کی زبان سے ترنُّم کے لہجے میں اُدا ہو رہا ہے

اُور دل کا شوق و نیاز ہے کہ اُبلا پڑتا ہے۔

نعت گو، اُردو میں بھی بہت سے ہوئے ہیں، اُور ہیں، کم ایسے ہیں جو ایسا مذاقِ سلیم رکھتے ہوں اُور

اتنے اُدب شناس دربارِ نبوتؐ کے ہوں! یہاں نہ دوسرے انبیاءِ کرامؑ سے تقابل ملے گا، نہ ان حضرات

کے لئے شائبۂ توہین کہیں سے نکلے گا، نہ دنیا کے اُس سب سے بڑے معلّم، مُزکّی، مُتقی، ہادیؐ کے حق میں

کوئی مدحیہ کلمہ رکیک یا بازاری انداز کا ملے گا، اُور نہ (نعوذ باللہ) استخفاف و سوءِ اُدب کا کوئی نشان

کعبۃ اللہ و شعائرِ دین کے حق میں پایا جائے گا، یہ وصف، عام نہیں، خاص ہے معمولی نہیں، غیر معمولی ہے۔

حُبِّ نبیؐ و عشقِ رسولؐ کے دعویداروں کے لئے خدا کرے یہ کلام نمونہ، معیار، اُور دلیلِ راہ کا کام دے

محبت نام بے قیدی کا نہیں، اُور پیغمبرؐ کے ساتھ عشق تو اصلاً مترادف ہے اُن کے پیام کے ساتھ عشق کا۔

عبد الماجد

دریاباد ــــ بارہ بنکی

۲۷ فروری سنہ ۱۹۴۱ء

تقریظ

(از حضرت العلّامہ سیّد سُلیمان صاحب ندوی)

"گلبانگ حرم" کے مطالعہ سے آنکھیں رُوشن ہوئیں، نعت کی راہ شاعری کی سخت ترین راہوں میں سے ہے، اُور تمام اصنافِ شاعری سے مشکل ہے، بقول عرفی :- ع

"آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را"

اس کے لئے اوّل قلب کا عشق بندی سے معمور ہونا شرط ہے، پھر تعبیر و اظہار پر قدرت، اُور پھر فصاحت و بلاغت اُور شاعری کے جُملہ اصول و لوازم کی رعایت! شعراء میں سے امیر خسرؒو اُور مولٰنا جامیؒ کو یہ دولت ملی تھی، زائرِ حرم مُبارکباد کے قابل ہیں کہ اُن کا کلام ان سب معیاروں پر پورا ہے۔

ماشاءاللہ سوزِ دل ہے، عشق و محبّت سے قلب معمور ہے، شاعری کے جُملہ محاسن پر قدرت ہے، اُور جُملہ لوازمِ شاعری کی بالکلیہ رعایت ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس فیض سے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ والسّلام
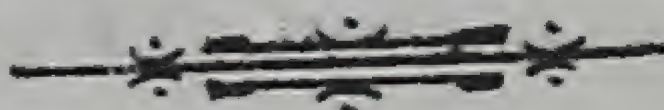
سیّد سُلیمان

۱۶ ستمبر ـــــــــ سنہ ۱۹۴۷ء

(بھوپال)

تقریظ

(از حضرت العلامہ مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

"حدیث" "بات یا سخن کے ہندی و فارسی الفاظ کا عربی ترجمہ ہے" انھیں کی بات صرف بات، اور انھیں کا سخن صرف سخن ہے، شاید اسی کا اظہار مقصود تھا، کہ "حدیث" صرف انھیں کی باتوں کا نام تھا جن کی باتوں میں سارے جہان کی سچی باتیں سمائی ہوئی تھیں، مگر ملفوظاتِ طیبہ علیٰ صاحبہا الف سلام وتحیۃ کے ساتھ ساتھ بتدریج ان افعال کو بھی اسی لفظِ حدیث کے نیچے درج کر لیا گیا، جو اگلوں کے نمونوں کی نمائندگی کرتے ہوئے پچھلوں کے لئے رہتی دنیا تک "اسوۂ جامعہ" کی آسمانی سند کے استناد سے ممتاز ہیں، پھر دائرے میں وسعت پیدا ہوئی، اور حدیث کا اطلاق اُن چیزوں پر بھی ہونے لگا جنھیں دیکھنے والے نے دیکھا، اور دیکھنے کے بعد یہ نہ فرمایا، کہ آئندہ انھیں نہ دکھایا جائے، اصطلاحاً اسی کا نام "تقریر" ہے —— بس دیکھا گیا تھا، کہ :- ؎

بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِي الْيَوْمَ مَتْبُولُ
مُتَيَّمٌ إِثْرَهَا لَمْ يُفْدَ مَكْبُولُ

کی تشبیب کے ساتھ سنانے والا قصیدہ سنا رہا ہے، اور اڑھانے والا اُسے چادر اُڑھا رہا ہے، جو "العالمین" پر "ارحم الراحمین" کی رحمت کی چادر بن کر چھایا ہوا ہے۔

کہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تقریر سے بھی، فعل سے بھی، قول سے بھی، اگر شاعری کے کسی حصہ کی "مسنونیت" ثابت ہو چکی ہے تو یہ وہی حصہ ہے جسے "گلبانگ حرم" کے نام سے آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرتِ "زائرِ حرم"، کی جسمانی زیارت سے محروم ہوں، اُور رُوحانی ائتلاف کا شرف بھی ان دیباچوں کے پڑھنے سے پہلے حاصل نہ ہوا تھا، جو اِسی "گلبانگِ حرم" کے ساتھ شریک ہیں، ان میں رفیق العرفات حضرت مولٰنا عبدالماجد دریابادی، اُور حُبّی فی الدُّنیا والآخرہ حضرتِ آمجد کے قلم کی گلکاریوں کے ساتھ "والہانہ تعارف نامہ" ہمارے برادرِ عزیز الحاج مولوی عبدالحی خاں صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اُن کے تعارف کے الفاظ کو یہ جاننے سے پہلے کہ یہ الفاظ کس کے ہیں، ہر ہر سطر پر دل شہادت دے رہا تھا کہ یہ کسی جانے پہچانے کے جذبات ہیں، لکھنے والے کے نام پر آخر میں نظر پڑی، اُور دل کی شہادت درست تھی، اس کی تصدیق سے مسرّت ہوئی۔

"زائرِ حرم" اَب میرے لئے بھی جانے پہچانے ہوچکے ہیں، میں نے اُن کو پہچان لیا، اُور انشاءاللہ وہ بھی مجھے نہ بھولیں گے، اُن حالات میں نہ بھولیں گے جو اُن کے آگے پیش آنے والے ہیں، پہلا قصیدہ جب سُنایا گیا تھا تو سُنانے والے کو "بردِ یمانی" سے سرفرازی بخشی گئی تھی، جس سے خدا ہی جانتا ہے کتنے سلاطین اُور خلفاء سُربلندی حاصل کرتے رہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس راہ کے راہرو کے لئے انشاءاللہ یہ "سُنّت" قائم ہوچکی ہے، یہ اُن کی سُنّت ہے جن کی سُنّت خدا کی سُنّت ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا

"زائرِ حرم" کو اُمیدوار رہنا چاہئے، اس سُنّتِ قائمۂ جاریہ سے خدا نے چاہا تو ان کو بھی حصّہ ملے گا۔

کیا بیسویں صدی کے "رئیس المتغزّلین" کے مدحی اعترافات میں ان کو اپنے مدحی قصائد اُور غزلوں کے صِلے کی جھلک نظر نہیں آتی، میرے خیال میں حضرتِ جگر مرادآبادی کے توصیفی و توثیقی کلمات نے "زائرِ حرم" کی "شعریت" پر مُہرِ شہادت ثبت کردی ہے۔

صاحبدلوں کے لئے "زائرِ حرم" کا سارا کلام اُن کے دلوں کا ترجمان ہے، پہلی نظر میں نظر نے بعض

اشعار کو چن لیا، مثلاً :- ؎

دیکھے تو چشمِ خاص سے اُن کی طرف کوئی
کیا چیز ہے نگاہِ محبّت لئے ہوئے

خود حقیقت بھی ہے اسیر اس کی   اللہ اللہ مجاز کا عالم

درِ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حضوری کا یہ تجربہ جو "زائرِ حرم" کو ہوا، شاید ہی اِس تجربے سے کوئی حاضر ہونے والا محروم رہا ہو - ؎

درِ حضورؐ پہ دل تھا کچھ اِس طرح سے غنی
کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانہ تھا

اربابِ بصیرت نے "زائرِ حرم" کے کلام کی جس خصوصیت کا تذکرہ کیا ہے، خود بھی جس کا اظہار انھوں نے اپنے اِس شعر میں کیا ہے، کہ - ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

بلا شبہ اُن کے کلام کی یہ بڑی خصوصیت ہے، اوّل سے آخر تک باوجود انتہائی وارفتگی کے "دین باختگی" سے اُن کا دامن بچا رہا ہے -

مناظر احسن گیلانی

۹ فروری ---- سنہ ۱۹۴۷ء
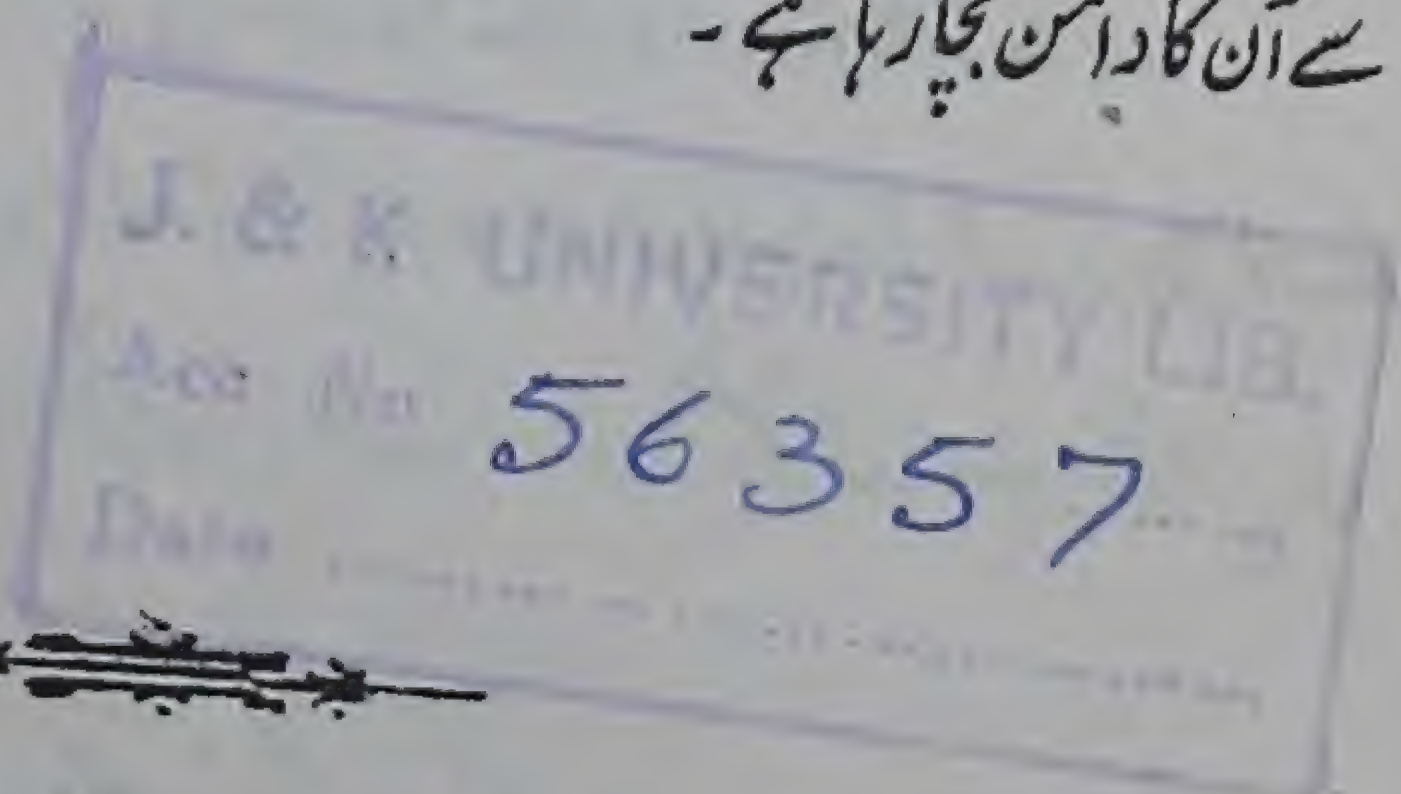
تقریظ

از جناب پروفیسر رشید احمد صاحب صدیقی بی، اے (علیگ)

نعت کہنا آسان نہیں ہے، یہ نعت کی خوش نصیبی ہے، نعت گویوں کو سراہنے والے بہت مل جاتے ہیں، یہ نعت کی بدنصیبی ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے عام شعرا جس عقیدت کا اظہار کرتے ہیں وہ رسمی یا مذہبی زیادہ ہوتی ہے، شخصی بہت کم، نعت ہی نہیں دوسری اصنافِ سخن کا بھی یہی حال ہے، اس لئے ہمارے ہاں کی شاعری زیادہ تر ڈھرّے کی شاعری ہوکر رہ گئی ہے۔

آج سے پہلے حمد و نعت میں کچھ نہ کچھ کہنا ہر شاعر کے لئے ضروری ہوتا تھا، ظاہر ہے اس کا نتیجہ کیا ہوتا، خدا ہو، رسولؐ ہوں، کوئی ہو، جب تک شاعر کو اُس سے شخصی شغف نہ ہوگا، بات نہ بنے گی، کبھی بہت زیادہ، اب بہت کم! نعتیہ شاعری پر وجد یا رقص کرنا بعضوں کے نزدیک عبادت، ورنہ خوش اطواری یا وضعداری سمجھی جاتی تھی، سماع کی محفلوں میں آپ نے کیسے کیسے بے سروپا گانوں، یا اشعار پر لوگوں کو "دست افشاں و پائے کوباں" دیکھا ہوگا، میں یہ نہیں کہتا کہ نغمہ یا نعت کا اثر نہیں ہوتا، میں تو صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ لایعنی اشعار یا گانے پر سر دُھننا کوئی سلیقہ کی بات نہیں ہے، خواہ وہ اشعار یا نغمے خدا ہی کے سامنے کیوں نہ پڑھے یا گائے جائیں، میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ گھٹیا شعر بڑھیا سے بڑھیا گانے کو چوپٹ کر دیتا ہے، ایسے اشعار یا ایسے گانے پر بھی اگر کوئی رقص یا وجد کرے، اور یہ بتائے کہ یہ عبادت ہے تو پھر میں کچھ نہ کہوں گا، سوا اس کے کہ عبادت کا میں بھی قائل ہوں، لیکن اس پر تیار نہیں ہوں کہ عبادت آپ کریں، اور خوں بہا میں ادا کروں۔

اُردو نعت میں میں چند بزرگوں کا قائل ہوں، مثلاً:۔ حالیؔ مرحوم، اصغرؔ گونڈوی مرحوم، اور حضرت اقبالؔ

مغفور کا جہاں تک شاعرانہ حُسن آفرینی و حُسن کاری کا تعلق ہے، میں محسن کا کوروی مرحوم کے کمال کا بھی مُعترف ہوں، کیسی پُرخار و پُرخطر راہوں سے کس لُطف و مشّاقی سے یہ گذرے ہیں کہ بے اختیار دل سے تحسین نکلتی ہے، لیکن مُحسن کے ہاں صنّاعی ہے، سپردگی نہیں، تخئیل کی رعنائی ہے، رُوح کی وارفتگی نہیں سخن ہے، شغف نہیں۔

اصغر مرحوم کی شاعری میں نزہت و نور کی جو فضا ہے وہ اُن کی شخصی تاثرات سے مِل جُل کر نعت میں جلوہ گر ہوئی ہے، غالباً ایک ہی نعت کہی ہے، اور خوب کہی ہے۔

حالی مجسّم انسانیت تھے پیکر رحمتِ عالم کے حضور میں! اُردو نعت میں آج تک نظم کہی گئی ہو یا نثر، حالی کی نعت کا جواب نہ ہوا، ایک سے ایک سحر طراز آئے، لیکن حالی سے آگے نہ بڑھ سکے، نہ روگرداں ہو سکے، مُستفید سبھی ہوئے۔

اقبال کو رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جو شخصی والہانہ عقیدت تھی، وہ طرح طرح سے اُن کے کلام میں جلوہ گر ہے، مجھے اکثر یہ محسوس ہوا ہے کہ اقبال کے کلام کا وزن وقار اور حُسن و جمال رسُولِ عربیؐ ہی کی گرانمایہ شخصیت کے محور پر گردش کرتا ہے، اور یہی وہ قوت ہے جو اُن کے کلام میں کبھی کہیں سے ڈھیلا پن نہیں آنے دیتی۔

اقبالؒ کے بعض نکتہ چیں یہ کہتے ہیں کہ اقبال پر مذہب کی گرفت ہے، یہ اعتراض سطحی اور اصطلاحی ہے، دراصل اقبال پر سب سے بڑے انسان کی گرفت ہے، سب سے بڑے مذہب کی نہیں، اور اقبال کا یہ اتنا بڑا امتیاز ہے جو صرف بہت ہی بڑے اشخاص یا شعراء کے حصّے میں آیا ہے!۔

نعتیہ کلام کی محرومی یہ رہی کہ ہمارے بیشتر شعراء نے اسے ایک مُقدس رسم سمجھ کر اختیار کی، اور سُننے والوں نے ثواب کی خاطر آہ یا واہ کرلی، اِس طرح کے کلام، اِس طرح کے شعراء، اور اِس طرح کے مقاصد نے مِل جُل کر نعت کو شریفوں یا شاعروں کا شیوہ نہیں، مراثیوں کا پیشہ بنا دیا ہے۔

حمید صاحب کے "گلبانگِ حرم" میں آپ کو کمالاتِ شاعری کے نمونے نہ ملیں گے، کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے شاعری مقصود بھی نہیں، خوبصورت ترکیبیں، تشبیہ و استعارات کے نوادر، زبان و بیان کے کرشمے بھی

نظر نہ آئیں گے، حمید صاحب غالباً اِس قسم کی باتوں کے کچھ زیادہ قائل بھی نہیں ہیں، اُن کے کلام اُور شخصیت دونوں میں جو بات ممتاز نظر آتی ہے۔ وہ اُن کی رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے شخصی اُور مخلصانہ عقیدت ہے (مولویانہ نہیں) اُن کو دیارِ حرم کے چپّہ چپّہ اُور ذرّہ ذرّہ سے عشق ہے جس کو وہ بڑے معصومانہ اُور شریفانہ انداز سے بیان کرتے ہیں، اخلاص و محبّت سے زیادہ سرشت کو سنوارنے والی شاید ہی کوئی اُور چیز ہوتی ہو۔ میں غیر شخصی محبّت کا بھی احترام کرتا ہوں، مثلاً کسی کو مذہب سے محبّت ہو، وطن سے محبّت ہو، غریبوں، یتیموں، غلاموں سے اُلفت ہو۔ لیکن میرے نزدیک سب سے کاری محبّت وہ ہوتی ہے جو کسی شخص کے واسطے سے نشو و نما پاکر عالم پر محیط ہوجائے! شاعری میں یہی حقیقت جلوہ گر ہوتی ہے، تو شاعری کی بعض کوتاہیوں کو بھی دل آویز بنا دیتی ہے۔

"گلبانگِ حرم" میں پاکیزگی اُور معصومیت ملتی ہے، پڑھنے والے پر اس کا اثر پڑتا ہے، اُور ہم شاعر اُور اس کے موضوع دونوں سے محبّت کرنے لگتے ہیں، جگر صاحب کے ہمراہ حمید صاحب سے "حبا بلڈنگ" میں صرف ایک بار مُلاقات ہوئی، جگر صاحب کا پہلے سے قائل تھا، اب "حبا بلڈنگ" کا بھی قائل ہوں۔

رشید احمد صدیقی

یونیورسٹی علی گڑھ ——— ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء

تقریظ

(از. رئیس المتغزلین حضرت جگر مُراد آبادی)

بُنیادی طور پر دنیا میں نہ کوئی نیا جذبہ ہے اور نہ کوئی نیا خیال، محض شاعر کی انفرادیت اندازِ بیان کے ساتھ ساتھ جذبہ و خیال کو بھی نئی صورت میں پیش کر دیتی ہے، اگر شاعر نے تنہا اپنی جدت سے کہا ہے، تو شعر میں اُس کی صوری یکتائی کی طرح اُس کے باطنی تأثرات کا ہونا بھی لازمی ہے، بہ صورتِ دیگر محض مشق و مہارات، اور قافیہ و ردیف کی مدد سے اگر دوسروں کے خیالات و جذبات کو نظم کر دیا گیا ہے، وہ کتنا ہی کامیاب نہ ہو، شعر کہلائے جانے کا مستحق نہ ہوگا، بلکہ اگر کچھ کہا جا سکتا ہے تو صرف ایک کامیاب نقالی۔

شاعر کے شعر و ادب میں اُس کی زندگی کا پایا جانا بھی لازمی ہے، اس کے علاوہ شاعر کی ذہنیت اور اس کی استعداد کو بھی پاکیزہ اور بلند ہونا چاہیے، اِس لئے کہ اگر شاعر نے اپنی انفرادیت کا حق ادا کیا ہے تو اس کے کلام میں اُسی کی ذہنیت و استعداد کا پَرتو ہوگا، اِس صورت میں اگر شاعر پاکیزہ نفس، وسیع النظر ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع معلومات بھی رکھتا ہے، تو اُس کے کلام میں اُس کی تمام مزاجی خصوصیات کی جھلک نمایاں طور پر موجود ہوگی۔

تمیدؔ صاحب کو قدرت نے شاعر پیدا کیا ہے، وہ استعدادِ عشق و جمال کے ماتحت شدید الاحساس انسان ہیں صادق اور پاکیزہ اخلاق و جذبات کے مالک ہیں، اُن کی ہستی سراپا خلوص و محبت اور مجسّم سوز و گداز ہے۔ موصوف سے میرے تعلقات بیحد مُخلصانہ ہیں، میں نے انھیں خلوت و جلوت میں دیکھا ہے، ایک زمانہ تک کے تجربہ اور مُشاہدے کے بعد میں جس نتیجہ پر پہونچا ہوں اُس کے متعلق اشارہ کر چکا ہوں، اور اسی قدر کافی ہے۔

یہی تمام اُن کی مزاجی خصوصیات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں، صداقت و واقعیت اور سوز و گداز کے ساتھ ساتھ اُن کے کلام میں بیحد سادگی پائی جاتی ہے، ایسی سادگی جس پر ہزار ہا رنگینیاں نثار کی جاسکیں، سب سے اہم بات جو مجھے محسوس ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ موصوف کی زندگی اور اُن کے کلام میں تضاد مطلق نہیں پایا جاتا، بہ الفاظ دیگر گویا اُن کی زندگی اُن کی شاعری ہے، اور اُن کی شاعری اُن کی زندگی!۔

جناب حمید مجاز میں بھی کہتے ہیں اور حمد و نعت میں بھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس درجہ کا سوز و گداز اور درد و اثر اُن کے نعتیہ کلام میں پایا جاتا ہے اُن کی عشقیہ شاعری میں اُس حد تک اس کی افراط نہیں، اور ایسا ہونا بھی چاہیئے، جناب حمید صحیح طور پر مذہبی انسان ہیں، اور میں ذاتی واقفیت کی بناء پر اُن کی یہ جامع اور اشرف تعریف کرسکتا ہوں کہ وہ بڑی حد تک سچے مسلمان ہیں، اور ایک مسلمان کو جو استغراق اور شیفتگی و فریفتگی سرورِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا چاہیئے، وہ ان میں وسیع درجے تک موجود ہے، اگر اس استغراق اور جذب کا درجہ بلند نہ ہوتا، تو اُن کی دنیاوی بے سر و سامانی اور اس کی مجبوریاں اُن کو اس کی ہرگز اجازت نہ دے سکتی تھیں، کہ وہ ایک ہی بار نہیں، بلکہ دس بار اُس ارضِ پاک پر جاکر سجدے کرسکتے، جس پر عرش و کرسی کو بجا طور سے رشک آتا ہے، اور جس ارضِ پاک کو سربلند کرنے والے کی ذاتِ اقدس کو عرصۂ شہود میں لانے پر خود خالق و مالکِ ارض و سما فخر کرتا ہے۔

حمید صاحب کے کلام میں جو خلوص و محبت، اور کیف و تاثیر موجود ہے، اُس سے اس بات کا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ صرف درکِ حقیقت سے بہرہ مند ہیں، بلکہ اپنی ذات میں گم شدہ حقیقت ہونے تک کا امکان رکھتے ہیں، اُنکی رُوح حُسنِ حقیقی کی تلاش میں سرگرمِ کار رہتی ہے، اور اُن کا دل نشۂ عشق میں سرشار! اور اب اُن کی حاضری بھی حاضری ہے، اور غیر حاضری بھی حاضری بن چکی ہے۔

موصوف کو دیارِ حبیبؐ سے حد درجہ عشق ہے، بارگاہِ مدینۃ الرسولؐ کی یاد، اور گنبدِ خضرا کا تصوّر اُن کی زندگی کا سہارا ہے، ذکرِ حریمِ رسالتؐ اُن کے لئے خلاصۂ ایمان و باعثِ حیاتِ جسم و جان ہے، لیکن اُن کی

فطرتِ صالحہ "با محمّدؐ ہوشیار" کی راز دار ہے، اِس لئے اُن کے پورے کلام میں ایک شعر بھی ایسا نہیں مل سکے گا جس میں حدود و اُدب کا پوری طرح احترام ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

مجھے مکمّل یقین ہے کہ ناظرین حضرتِ حمیدؔ کے کلام کو سندِ قبولیت عطا فرمائیں گے، اور بڑی سی بڑی حد تک میری رائے کی تصدیق کریں گے۔

دُعا کرتا ہوں کہ خدائے عزّ وجل موصوف کے افکار کو دائمی زندگی عطا فرمائے، اور اُنھیں بھی تا دیر زندہ و سلامت، بامُراد و مسرور رکھے۔ آمین یا ربّ العالمین!۔

مُخلِص:-

جگرؔ عفی عنہٗ

تقریظ

(از۔ جناب مولانا احمد حسن صاحب امجد حیدر آبادی)

"مدینہ کی گلیوں والے" حمید صاحب سے ابتداءً خط وکتابت کی ملاقات تھی، اُس کے بعد لکھنؤ کے چوک "حنا بلڈنگ" میں صورتاً بھی نیاز حاصل ہوا، اُن کے کلام کا پہلے ہی معترف تھا، اُنکی شریفانہ صورت، خلوص ومحبّت اور اخلاقِ حمیدہ اور بھی قولِ شارح ہو گئے ــــــ جس طرح دُنیا کی ہر چیز کی دو قسمیں ہیں، اسی طرح شاعری کی بھی دو قسمیں ہیں :۔

۱۔ **محمود!** :۔ جیسے حمید صاحب کی شاعری، جو حمدِ الٰہی اور نعتِ رسالت پناہی کا مجموعہ اور سرمایۂ نجاتِ دنیا وآخرت ہے۔

۲۔ **مذموم!** :۔ جس کی مثالیں بہت عام ہیں، جس سے "یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ" کے تحت ضلالت کی ہدایت ہوتی ہے۔

حمید صاحب کی یہ نظمیں ہر طرح محمود ہیں، کلام میں ایک خاص کیفیت اور والہانہ انداز ہے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کسی کی محبت میں وارفتہ اور دُنیا ومافیہا سے بیخبر ہو کر دل کے اسرار زبان پر لا رہا ہے۔

فقیر الی اللہ

احمد حسن امجد

"درویش منزل" ــــــ حیدر آباد دکن

اَرباب صحافت کے تبصرے

مُدیر "صدقِ جدید" :۔

زیارتِ حرم سے مُشرف ہونے والے ہندی مُسلمان ہر سال ماشاء اللہ ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں لیکن "زائرِ حرم" کا لقب صرف "حمیدؔ لکھنوی" کے حصّے میں آیا ——— محض قسمت و نصیب سے نہیں، ایک حد تک حق و استحقاق کی بناء پر بھی۔

"گلبانگِ حرم" کا چوتھا ایڈیشن پیشِ نظر ہے، ماشاء اللہ خوب پھیلا، بار بار کا چھپا ہوا ——— بعض اہلِ قلم نے کلام کو پرکھا ہے، جانچا ہے، تولا ہے، اَور بعض نے شاعر کے حق میں "نذرِ عقیدت" پیش کر دی ہے بعض دیباچے ان میں سے خود اِس قابل ہیں کہ مزے لے لے کر پڑھے جائیں، قصیدے، خود قصیدہ گو کی شان میں۔ کلام کی داد اِس سے قبل دی جا چکی ہے، اَور پھر یہ تو نقشِ ثانی بھی نہیں، نقشِ ثالث بھی نہیں نقشِ رابع ہے، کمیت و کیفیت، حجم و نوعیت دونوں میں پہلے ایڈیشن سے کہیں بڑھ چڑھ کر ——— بحریں عموماً شُبک و شگفتہ، کلام بے تکلّف و بیساختہ، پڑھتے جائیے اَور جھومتے جائیے۔

حمیدؔ دیوانے ہیں، مگر دیوانگی میں بھی "بکارِ خویش ہشیار" خود لوٹتے ہیں، تڑپتے ہیں، دوسروں کو لٹانے ہیں، تڑپاتے ہیں، لیکن اتنا ہر حال میں یاد رکھتے ہیں کہ محبوب ہے کون؟ وہی، جو آقا و سردار بھی ہے، بزرگوں کا بزرگ، اَور بڑوں کا بڑا ——— مستی و سرشاری کے ساتھ اتنا فرقِ مراتب، اَور پاسِ اَدب، کمتر ہی کسی کے حصّے میں آتا ہے، اَور حمیدؔ انھیں "کمتروں" میں ہیں ——— خود بھی تو کہہ گئے ہیں۔ ؎

رہے پاسِ آداب اے دل ہمیشہ ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

اِس تازہ ایڈیشن میں کوئی ۴۸ صفحے کتاب کے اِس موضوع سے الگ، شاعر کی غزلیات اَور نظموں وغیرہ کی نذر نظر آتے ہیں، یہ سارا کلام بھی رنگینی، لطافت، شادابی سے خالی نہیں، عطریت معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کے

تارِ نفس میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور نفاست و پاکیزگی، خوش سلیقگی جیسے کلامِ حمید کا جزو بن گئی ہے۔

"صدقِ جدید"

مدیر "معارف":-

"گلبانگِ حرم" زائرِ حرم حضرتِ حمید صدیقی لکھنوی کی پُر کیف نعتیہ نظموں کا ایک دلکش مجموعہ ہے، جن میں بڑی روانی، شگفتگی اور ادب شناسی، اس کے ساتھ کمال سرشاری و سرمستی سے بارگاہِ نبوت میں عقیدت و محبت سے لبریز جذبات کی نذر پیش کی گئی ہے۔

زائرِ حرم جناب حمید صدیقی کی نعتوں کی شہرت تعارف سے مُستغنی ہے، ان کی مقبولیت کا یہ ثبوت ہے کہ چند برسوں کے اندر ان کی نعتوں کے مجموعہ "گلبانگِ حرم" کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، اب کا چوتھا ایڈیشن شائع ہوا ہے، جس میں نئی نعتیں بھی شامل ہیں۔

تمام اصنافِ سخن میں نعت گوئی بہت مشکل ہے، اس کے لئے اخلاص و محبت کے جذبہ کے ساتھ جس اعتدال توازن اور حدود شناسی کی ضرورت ہے، وہ کم شعراء میں پائی جاتی ہے، اس لئے اردو میں اچھے نعت گو بھی بہت کم ہیں، اس زمانے میں اچھے نعت گو صرف دو کہے جا سکتے ہیں، ایک اقبال سہیل مرحوم، دوسرے حمید صدیقی صاحب، حمید صاحب کی نعتیں ظاہری اور معنوی محاسن سے آراستہ اور نعت کا صحیح نمونہ ہیں، ان میں کوثر و تسنیم کی طہارت و پاکیزگی اور شراب طہور کا کیف و سُرور ہے، مگر جذب و مستی میں بھی ان کا قدم جادۂ مُستقیم سے نہیں ہٹتا، زبان و بیان کی سلاست و روانی میں سہل مُمتنع کی حیثیت رکھتی ہیں، وہ غزل گو بھی ہیں، اور ان کا تغزل بھی بڑا ستھرا اور پاکیزہ ہے، لیکن اب انھوں نے اس فرسودہ داستان کو چھوڑ کر اپنی شاعری کو ممدوحِ محبوبِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح و ثنا کے لئے وقف کر دیا ہے، اور ان کی یہ عقیدت بارگاہِ رسالت میں اتنی مقبول ہوئی کہ "زائرِ حرم" ان کا لقب ہو گیا، اور حمید صدیقی اور نعت ایسے لازم و ملزوم بن گئے ہیں کہ ایک کے تصوّر سے دوسرے کا تصوّر جُدا نہیں ہو سکتا۔

اربابِ ذوق بھی کوثر و تسنیم کے ان لطیف جُرعوں سے لُطف اندوز ہوں۔

"معارف" اعظم گڈھ

مُدیر "دارالعلوم" :۔

حضرتِ حمید صدیقی کا ایک شاعر کی حیثیت سے تعارف کرانا درحقیقت اُن کی شخصی عظمت، اُن کے قلبی احوال اور اُن کے کمالات کی انفرادیت کا ایک طرح سے انکار کرنا ہے، حمید صاحب کا صحیح تعارف یہ ہے کہ وہ ایک سچے محبِ رسولؐ، خانوادۂ نبوّت کے ایک جانثار عاشق، گلزارِ رسالتؐ کے ایک عندلیبِ خوش نوا، صحرائے عرب کے قیس عامری، اور مقاماتِ مقدّسہ کے ایک ایسے چاہنے والے ہیں کہ وہاں کے ہر جلوے کو وہ اپنی آنکھوں میں چھپا لینا چاہتے ہیں، وہاں کے ہر منظر پر جان دیتے ہیں، اور ہر بام و در سے اُنھیں والہانہ عشق ہے۔

حمید صاحب کی شاعری میں زبان، ادب، خوش آہنگی، ترنّم، بے ساختگی، موزونیت اور لطافت سب کچھ ہے، لیکن اس کے باوجود اُن کی شاعری مُروّجہ شاعری سے بالکل الگ ہے۔

حمید کا مقام عام شعراء سے بہت اونچا ہے، عشقِ نبویؐ کا جو سوز و گداز اور اُنس، روضۂ اطہر کا جو کیف و نیاز اُنھیں حاصل ہے، وہ محض بارگاہِ الٰہی کا ایک عطیۂ کریمانہ ہے، ذوقِ سخن سازی، اور مشقِ خیال آرائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اُنھیں آستانِ رسولؐ پر راز و نیاز کی یکسوئی، شرکت و حضوری کی سعادت، اور عرض و معروض کی اجازت حاصل ہے، اور صحنِ حرم میں لعل و نگیں کی طرح دمکتے ہوئے سنگ پارے، اور "گنبدِ خضرا" کے اِرد گرد چکّر کاٹتے ہوئے معصوم کبوتروں سے مانوس ہیں، انھوں نے "چشمۂ زمزم" کی روانی سے اپنے کلام میں روانی مُستعار لی ہے "میزابِ رحمت" کا تقدس اُن کے کلام میں چھلکتا ہے "مُلتزم شریف" کی بزرگیاں اُن کے دل و دماغ میں ایک کیفِ لازوال بن کر بس گئی ہیں "صفا و مروہ" کی تاریخی عظمت اُن کی شاعری کا ایک وقار، "میدانِ عرفات" کی دلدوز چیخیں اور خدا کے نیک بندوں کی پشیمان نگاہیاں، اُن کی زندگی کی ایک دولتِ بیدار

بن کر رہ گئی ہیں، اور یہ دولتیں اور نعمتیں وہ ہیں کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی اُن پر رشک کریں تو بجا ہے۔

حمید صاحب کے نعتیہ کلام کا یہ مجموعہ محبّانِ رسُولؐ کے لئے ایک تحفہ ہے، ہمیں اُمید ہے کہ اہلِ ذوق حضرات "گلبانگِ حرم" کے مُطالعہ سے خود کو محروم نہیں رکھیں گے، اور زائرِ حرم کے ان تبرّکات کی قدر کریں گے۔

"دار العلوم" دیوبند

مُدیر "ہمدم" :-

کم ہیں وہ شاعر جنھیں بزم ہائے اُدبی اور مشاعروں میں چمکنے کی آرزو نہیں ہوئی، مگر زائرِ حرم حمید صدیقی کو عام بزم ہائے اُدبی سے زیادہ اُس بزمِ اُدبی کی صفِ آخر میں جگہ حاصل کرنے کی فکر ہوئی، جہاں حسّان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ صفِ اوّل میں، جامیؒ و سعدیؒ ایک امتیازی حیثیت میں اور شہیدیؒ و مولانا محسنؔ کاکوروی ایک خاص شانِ پذیرائی کے ساتھ حاضر ہوں گے، اور انھوں نے اپنی تمام اُدبی قابلیتوں اور مضمون آفرینی کی تمام صلاحیتوں کو اس کی مدح میں صَرف کردیا جس کی مدح سرمایۂ آخرت ہے —— مُسلمانوں کا معمول ہے کہ وہ زیارتِ حرمین شریفین کے بعد اپنے دوستوں کے لئے وہاں کے تبرّکات لاتے ہیں۔ زمزم ہو یا کھجور، جانمازیں ہوں یا تسبیحیں دو چار مہینے حد یہ ہے کہ دو چار برس سرمایۂ برکات رہ سکتی ہیں مگر ہمارے دوست حمید صاحب حرمین سے جو تبرّکات لائے ہیں وہ ہمیشہ تازہ ہی رہیں گے اور برسوں محفوظ بھی رہ سکتے ہیں، ان ہی تبرّکاتِ حرمین کا نام "گلبانگِ حرم" ہے جو دیدہ زیب اور خوش منظر اداؤں اور غیر فانی رُوح نوازیوں کیساتھ ہمارے سامنے ایک کتابی شکل میں رکھی ہوئی ہے، یعنی گلبانگِ حرم، اس خوش نصیب زائر کے نعتیہ کلام کا ایک دل نواز مجموعہ نہیں، بلکہ سچ یہ ہے کہ حرمین کا البم اور دیارِ قدس کا ایک عقیدت آفریں سفرنامہ ہے، اس البم میں آپ کو جدّہ کا ساحل بھی نظر آئے گا اور اللہ کا گھر بھی، جلوۂ بیت الحرام بھی، اور حریمِ قدس بھی، مدینہ کی صبح بھی اور شام بھی، پیارے طیبہ کی گلیاں بھی، اور جلوہ گاہِ رسالت بھی، آستانۂ حبیبؐ بھی، اور جمالِ گنبدِ خضرا بھی، جوشِ تمنّا بھی، اور فراقِ مدینہ میں تڑپتے ہوئے حمیدؔ بھی، اور روح پرور سلام بھی، اور مسافرِ مدینہ کو پیغامات بھی —— اُمید ہے کہ اہلِ ذوق کے حلقے میں یہ مجموعہ مقبول ہوگا۔

"ہمدم" لکھنؤ

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ

(آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ نے ۱۱ر جولائی ۱۹۶۷ء کو "گلبانگِ حرم" پر جو تبصرہ نشر کیا تھا اُس کے کچھ اجزا یہ ہیں)

حضرتِ حمید اُن صاحبانِ ایمان میں سے ہیں جن کے قلوب بادۂ ولائے رسُولؐ سے لبریز رہتے ہیں، بڑی بات یہ ہے کہ وہ زیارتِ حرمین شریفین سے بھی شرف یاب ہو چکے ہیں، اور اس لذّتِ دیدار نے ان کے نعتیہ کلام میں خلوص و صداقت، جوش و اضطراب کی ایک لہر دوڑا دی ہے۔

حضرتِ حمید نے نعتیہ اشعار رسمی طور پر یا وقتی جذبات کے ماتحت نہیں کہے ہیں، بلکہ وہ خود اپنے قول کے مُطابق اسی دُنیا میں گُم رہتے ہیں، ردیف و قوافی کی شگفتگی، بحور کی رنگینی و ترنّم آفرینی، اور فنّی پختگی کے علاوہ اُن کے اشعار میں بلا کی جاذبیت و نشتریت ہے، جو اُن کے صداقتِ جذبات اور خلوصِ نیّت کی آئینہ دار ہے، وہ اَرضِ حرم میں جا کر بادلِ ناخواستہ واپس آئے ہیں، اِس لئے اُن کی شاعری کہیں ایک کامیاب دید کا نعرۂ مسرّت اور کہیں کسی عاشقِ مہجور کا نالۂ فراق معلوم ہوتی ہے، دَرد و خلش، شیفتگی و فریفتگی ہر جگہ نمایاں ہے، تخیّل لطیف ہے اور اُس کے استعمال میں اعتدال خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے ——— عرفی شیرازی بڑے پتے کی بات کہہ گیا تھا:- ؎

عرفی متشاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

حمید صاحب نے اِس نُکتے کو برابر پیشِ نظر رکھا ہے، شدّتِ جذبات کے باوجود منزلِ اَدب شناسی سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا ہے، ہر بات چُچی تلی، رکاکت سے بَری، اور حقیقت پر مبنی ہے، پڑھتے وقت کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اُن کے ساتھ طیبہ و بطحا کی فضائیں دیکھ رہے ہیں۔

ایک باعظمت داد

از حضرت الحاج مولوی محمد صبغت اللہ صاحب شہید انصاری (فرنگی محلی)

۱۳۶۹ھ کی ۶ ذی الحجہ تھی، اور اقطارِ عالم سے عازمینِ حرمین کو لانے والے سب ہی جہاز جدہ آچکے تھے، کہ شام کو سعودی ریڈیو نے جدہ پہونچ جانے والے خوش نصیبوں کی تخمینی تعداد کا ذکر کرتے ہوئے اُن احرام بندانِ حریمِ قدس میں چند ممتاز لوگوں کے ناموں کا بھی اعلان کیا، ان قابلِ ذکر و درخورِ اعلان حضرات میں مختلف ممالک سے آنے والے علماء، رؤسا، زعماء، اور اربابِ وجاہت کے نام تھے، میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب اُن ہی ناموں میں ایک، اُس خوش بخت کا بھی نام سُنا، جو نہ تو عالم تھا نہ رئیس، نہ زعیم تھا نہ کسی وجاہتِ دُنیاوی کا مالک، یہ ایک غریب فقیر تھا جس کا نام "زائرِ حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی" بتایا گیا تھا۔

اللہ اللہ! ایک فقیرِ خانہ نشین اس قدر مستحقِ ذکر، اِس قدر سزاوارِ اعلان، اور اتنا ممتاز کہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے خاص مہمانوں میں اُس کا بھی نام، اور پھر اس انداز سے، جیسے وہ "حرم" میں بھی اُسی طرح روشناس ہے جس طرح "حل" میں، اور جس طرح "عجم" کے اُردو داں اربابِ ذوق کی انجمنوں میں وہ قابلِ ذکر ہے، اسی طرح "عرب" کی اس دنیا میں بھی گمنام نہیں، جو اُردو نعت و منقبتِ رسولؐ کا ذوقِ سلیم رکھتی ہے۔

مگر یہ تعجب کیوں تھا؟ جس کا ممدوح اور مرکزِ ستائش "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی سراپا حمد ہو، جس کا منتہائے ذکر "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کا مخاطب ہو، جس کا منتہائے تخیل محمود ملائکہ اور

احمدِ رَبّ العالمین ہو، اور جس کی شاعرانہ فکروں کی آخری حد وہ ہے جس کا ذکر توریت و انجیل، زبور اور دیگر صحفِ آسمانی کا "شہ پارہ" ہو، اگر وہ خود ممدوح ہو جائے، اگر اُس کا ذکر خود بلند ہو جائے، اگر وہ خود سزاوارِ داد و آفریں ہو جائے، اور اگر اُس کے چرچے دنیاوی صحیفوں اور روزناموں میں ہونے لگیں تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، کیا اِس دنیا میں اُن لوگوں کی کمی ہے جو بڑوں پر لکھتے لکھتے، اعاظمِ عالم پر ریسرچ کرتے کرتے، اور قابلِ ذکر ہستیوں پر تالیفات نہیں، مقالے قلمبند کرتے کرتے خود بڑے عظیم اور قابلِ ذکر ہستی نہیں ہو گئے ہیں۔

حدیثوں میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے ہوئے درودوں کی ایک خصوصیت یہ بھی ملتی ہے، کہ خوش نصیب لبوں سے نکلنے والا درود بحر و بر، شجر و حجر، اور آبادی و صحرا پر سے گذرتے ہوئے اعلان کرتا جاتا ہے کہ میں فلاں بن فلاں کا درود ہوں، اِس اعلان کو سُننے والا ہر ایک اس کے بعد اُس فلاں بن فلاں کے لئے دُعاہائے مغفرت و فوز و فلاح کرتا ہے، تو اس ماثور بلکہ مفروض ذکر و دُعائے رسولؐ پر نظر ڈالتے ہوئے ایک "سوختہ جان و رواں" اپنے مدرک و معیار اور اپنے ذوق و ماحول کے مطابق ذکرِ رسولؐ کرے، تو کیا بحر و بر اور شجر و حجر کی دُعائیں نہ لے گا؟۔

بیشک ایک گڈریا "کلیمِ طور" کی طرح صحیح اور شایانِ شان ذکرِ رب نہیں کر سکتا تھا، مگر اُس کے ذکر و فکر کو "ذرّہ نواز" نے کیا قابلِ التفات نہیں فرمایا؟ اور اِس میں کیا شک ہے کہ جس طرح: "نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ" کہنے والوں سے لیکے ایک عامی و بدوی کی اپنے معیار سے تحمید و تقدیس و تسبیح و تمجید و ذکر کے باوجود اُس کا صحیح ذکر اُس کی "كَمَا هُوَ" ستائش نہیں ہوئی؟ اور جس کو سب سے زیادہ پہچاننے والے اور جس کے کامیاب ترین روشناس کرانے والے نے فرمادیا: "مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" اسی طرح اُس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم (بے اندازہ تعریف کردہ) کے ابدی و ازلی "صاحب" سب سے زیادہ عزیز و مزاج شناس "ناعت" اور اس کی نکتہ سنج اور دن اور اُس سے زیادہ راتوں میں بھی

اُن کے ساتھ "عِیشَۃٍ رَّاضِیَہ" بسر کرنے والی بھی صحیح مدح وحقیقی ستائش اُور کما حقّہٗ نعت کب کر سکی ہیں، آپ سمجھ رہے ہیں کہ میرا اشارہ حضرت سیّدنا ابو بکر صدیقؓ، حضرت سیّدنا علی مرتضیٰؓ، اُور اُمّ المومنین سیّدتنا عائشہ صدیقہؓ (اللہ ان سب سے راضی ہو) کی طرف ہے۔

مگر اپنے ادراک وظرف واستطاعت کے مطابق نعت گویانِ رسولؐ اُور مدّاحینِ ممدوحِ ربّ العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) صلہ واجر پاتے ہیں، قرآن مجید فرماتا ہے:- "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا" ایمان وعمل صالح کا ایک دُنیاوی ثمرہ "وُد" اُور محبوبیت وشہرت و ذکر خوب بھی ہے، تو اگر ذکرِ رسولؐ عینِ ایمان ہے، اُور اگر ستائشِ خاتم النّبیینؐ بے شبہ ہمزبانیِ صاحب عرش ہے اُور حضورؐ کی خدمت میں دُرود وسلام پیش کرنا "یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" کے مرجھائے ضمیر سے اتنی مناسبت پیدا کر دیتا ہے جو بلند مرتبہ خریدارانِ یوسفؑ سے ایک سُوت کی گُتھی لانے والی بڑھیا کو تھی، تو ہر ناعت وذاکر ومدّاحِ رسولؐ کی غیر فانی شہرت، قابلِ رشک عظمت، اُور بلندیِ ذکر کا قیاس کر لو۔

ہمارے حمید صاحب کی اس قابلِ رشک بلندی پر اس لئے کہ میں اُن کا دوست ہوں اُور اس لئے کہ میں تا قیامت اُن کا اس لئے ممنون رہوں گا کہ اُنھوں نے میرے لئے وہاں دُعائیں کی ہیں، جہاں کی کی ہوئی دُعاؤں کے لئے ہر وقت بابِ اجابت کھُلا رہتا ہے، مجھے بڑی خوشی بھی ہوئی، اُور رشک بھی آیا۔

اس کے بعد میرا اُن کا ساتھ رہا، اُور خوش نصیبی سے طابہ اُور طیبہ کے عزم پر ہم دونوں کو ایک ساتھ رفعتیں اُور بلند پروازیاں حاصل ہوئیں، پھر حاضریوں میں، نمازوں میں، مواجہ اقدس میں، آستانِ رسولؐ پر، اُور اُن کے اُس دوست کے گھر میں بھی جو دیارِ قدس کے لئے اُن کا "گائڈ" بادشرطہ اُور میر ساماں ہی نہیں، صاحب اصطفائے اعظم (اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ) کا آستاں بوسِ دیرینہ ہے، جس کے متعلق اُس کے پہچاننے والے دوست اس بار اُسے مدینۂ منورہ میں پا کے کہہ رہے تھے:-

"تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ"

یہ "رفاقت" الحمدللہ اُس دن بھی تھی جب میں اور یہ "زائرِ حرم" اور اگر زیادہ لطیف کہوں تو یہ "شاعرِ حرم"
جناب حاجی محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے مکان (دولت کدہ نہ کہوں گا، مدینہ میں کیا دنیا بھر میں ہم غریبوں کیلئے تو
دولت کدہ ایک ہی ہے، یعنی وہی جہاں دُنیا جہان کا "ان داتا" اور ابُوالقاسم و قاسم آج بھی کھُلی ہوئی
فیض بخشیاں فرما رہا ہے) پر حاضر تھے، معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ محافلِ میلاد شریف کا انعقاد اب مدینہ منوّرہ
میں قانوناً جائز نہیں ہے، اور اس قسم کی تقریباتِ مقدسہ کے لئے بھی حکومت کی اجازت ضروری ہے، مگر اس
شیفتۂ رسول، اس شیدائے ذکرِ نبی کی طرف سے محفلِ میلاد شریف کا اہتمام تھا، اور مرتے وقت تک میں حاجی
محمد مصطفےٰ خاں صاحب کے اس احسان کو نہ بھولوں گا، کہ اُن کی بدولت مجھے اُس سرزمین میں ذکر و مدحِ رسول
کا شرف حاصل ہوا، جہاں میری خوش نصیب دادیوں نے ان ہی کوچہ و بازار میں دف بجا بجا کے دارین کے
سب سے بڑے محبوب مہمان کا استقبال کرتے ہوئے اس کی غیر فانی منقبت و ستائش کی تھی۔

میرے ذکرِ رسول سے مشرف ہونے کے بعد اس "شاعرِ حرم" نے حسبِ معمول سلام پڑھا، اور حضرت
الحاج مولانا محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مہاجر مدنی کے اصرار پر چند اور نظمیں بھی سنائیں، اور دونوں
اور محفل کے سخن سنجوں نے اس کی کما حقّہٗ داد و ستائش ابھی ختم نہیں کی تھی، کہ ایک مدنی بزرگ (اور مدینہ میں
کون ہے جو بزرگ اور مستحقِ احترام نہیں ہے) نے مجھ سے عربی میں فرمایا، کہ:— "میں بھی حمید صاحب کے متعلق
کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم سامعینِ کرام کو میری طرف مخاطب کر دو، اور میرے ہر شعر کا اردو میں ترجمہ بھی سناتے جاؤ"
یہ فرما کے انھوں نے جو کچھ سامعین کو ۲ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۹ھ کو "مصطفےٰ منزل" (وہ عالیشان عمارت جسے حاجی
محمد مصطفےٰ خاں صاحب نے زائرینِ حرم کے لئے وقف کر دیا ہے) میں سنایا، میں اُس کا ترجمہ کرتا گیا۔

میرے لئے عربی سے اُردو میں ترجمہ کوئی نئی چیز تو نہ تھی، مگر ترجمہ کا نام سنتے ہی مجھ پر ایک عجیب
کیفیت طاری ہو گئی، یہ کیفیت میرے اوپر اس لئے تھی کہ وہ سرزمین جس میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، اور
حضرت حسّان بن ثابتؓ سے لے کے ہر زبان اور ہر انداز سے صرف ایک محبوب کی تعریف کی گئی ہو، اسی سرزمین میں،

اسی کے حرم کے سامنے، اسی کے مواجہ اقدس سے صرف چند گز کی دوری پر، اُس گلی سے بالکل قریب (جس میں ناقۂ اقدس کے وُرود پر انصار مرد و زن نے نظم و نثر میں بے مثال نذرِ عقیدت پیش کی تھی) ہمارے مخدوم مولانا عبدالرحمن عثمان صاحب مدنی (مدرس مدرسۂ علومِ شرعیہ) ایک غریب مدّاحِ رسولؐ اور شاعرِ حرم کی شان میں قصیدہ خوانی کر کے گویا فرما رہے ہیں۔ ؎

رُتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جائیے
قُربان ہونے والے کے قُربان جائیے

میرے خیال میں مدینہ والے کے صدیقی مدّاح کے لئے دُنیاوی شرف و امتیاز کی یہ آخری حد تھی، کہ خود مدینہ میں وہ حمید (قابلِ ستائش) ہو رہے تھے، اور پھر اعیانِ مدینہ میں سے ایک بزرگ و محترم عالم کی زبان سے۔

اختتامِ محفل پر سب سے پہلے میں نے ہی حمید صاحب سے عرض کیا کہ اس نظم کو "گلبانگِ حرم" میں اس لئے بھی شائع ہو جانا چاہیئے کہ ہمارے خوش گو نوجوانوں کو نعت گوئی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکے، اور انھیں معلوم ہو کہ ان کے پاس ایسے موتی بھی ہیں جن کو عدن والے دستِ قبول سے لیتے ہیں، ان کے پاس ایسے لعل بھی ہیں جو یمن والوں کے نزدیک سرمایۂ یمن و سعادت ہیں، اور کنعاں میں بیرونی حُسن کی بھی قدر ہوتی ہے، میں ممنون ہوں کہ اُنھوں نے میرے مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے ان اشعار کو اپنے مایۂ نازش دیوان کی تازہ اشاعت کا ایک نمایاں جزو بنایا، اور اس لئے بھی مشکور ہوں کہ ان عربی اشعار کے ساتھ حضرت العلّامہ مولانا سیّد مناظر احسن صاحب گیلانی کی چند مزید سطریں (وہ ترجمہ کی شکل میں سہی) ہماری نظروں کے سامنے آگئیں، اور مجھے مولانا گیلانی کی تحریر سے اتنا ہی عشق ہے جتنا اُن کی گفتار و تقریر سے۔

ناظرین ان اشعار کو غور سے پڑھیں، اور شعراء ان کے ترجمہ پر سر دُھنیں، اور اس کیف میں میرے سہیم بنیں، جو اُس مُبارک محفل میں مجھے حاصل ہوا تھا، فاضل مدّاحِ حمید نے ایک جگہ بلاغت و معالی حمید کی ستائش کرتے ہوئے لبید کا بھی ذکر کیا ہے، اگر لبید کا ذکر اتفاقی نہیں ہے، تو لبید کی ایک خصوصیت و امتیاز

میں آپ کو یاد دلائے دیتا ہوں، عرب کے شعرائے جاہلیت میں صرف اس لبیدؔ کو یہ شرف حاصل ہوا تھا، کہ اُس کے مصرع :۔ "اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَاخَلَا اللّٰہِ بَاطِلٌ" کی خود افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی تھی، تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حمیدؔ صاحب کو جامیؔ و سعدیؔ، شہیدیؔ و محسنؔ (رحمہم اللہ) کی طرح خود دربارِ ممدوحؐ سے داد ملنے والی ہے، آیئے ان اشعار کو پڑھ پڑھ کے ہم مدنی شاعر کی ہمزبانی کر کے حمیدؔ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہیں۔ ؎

جزاك الله بالفردوس اخرى ٭ وفی دنیاك بالعیش الرّغید

ملے اِس مدح کے بدلے میں تم کو ٭ وہاں جنّت، یہاں عیش و مسرّت

اور پھر مدنی فاضل کی طرح اپنے شاعرِ حرم سے بڑے ناز و فخر کے ساتھ کہیں۔ ؎

یعد لحبه رؤیاك سعدًا ٭ ویحسب یوم انسك یوم عید

کرشمہ ہے یہ نعتِ مصطفٰےؐ کا ٭ اور اس اُلفت کی ہے واللہ یہ برکت

تمہاری دید ہے اپنے لئے عید ٭ زیارت ہے تمہاری اک سعادت

کلامِ شاعرِ حرم کا شیدائی

فقیر:۔ **شہید انصاری**

(فرنگی محلی)

(۱۶ فروری ۱۹۵۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل دعاء للشیخ عبد الحمید صدیقی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شدا فی طاب فی باب المجید ٭ بمنزل اصطفیٰ عبد الحمید

نظم سنائی مدینہ میں باب مجیدی کے آگے اصطفا خاں کے مکان میں عبدالحمید نے

فجاء بما سبا الالباب منا ٭ ومیّل کل عطفٍ بل وجید

ایسی نظم سنائی کہ لوگوں کے لئے وہ ہوشربا ثابت ہوئی اور جذبات و عواطف کو اس نے ابھار دیا

قصائدُ غادرت الشعراء منها ٭ معانیھا تعزّ علی لبید

ایسی نظم تھی کہ شعراء اسے سن کر شرمندہ ہو گئے اور دانشمندوں کے لئے تو وہ ایک قیمتی سرمایہ تھی

بُقدّ مھا لطیبۃ خیر عقدٍ ٭ یفوق قلائد الدرّ النفید

(عبدالحمید نے) طیبہ (مدینہ) کیلئے ایک بہترین ہار پیش کیا ایسا ہار جو موتیوں کی مالا سے کہیں زیادہ بڑھا چڑھا ہوا ہے

وکیف وحبّہ من حبّ طٰہٰ ٭ یصاغ یقاس بالعقد الفرید

اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب اُس کی محبت حضرت طٰہٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے پیدا ہوئی اور اسی سے ڈھلی، وہ دُرِ یکتا کا مالا ہے

امادح من علیٰ علیاہ اثنیٰ ٭ الٰہ العرش فی الذکر المجید

اے مدّاح تو اُس کی مدح کر رہا ہے جس کی سربلندیوں کی تعریف عرش والے معبود نے کلام مجید میں کی ہے

وفی التوراۃ والانجیل قدما ٭ بایٍ ما علیھا من مزید

اور تورات و انجیل میں بھی پہلے ہی سے اُسکی تعریف فرما چکا ایسی تعریفیں جن پر مزید اضافہ نہیں ہو سکتا

افرت باحمدٍ ابیات شعرٍ ٭ فکانت کلھا بیت القصید

تم نے گرمجوشی کیساتھ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شعر کے جو بیت پیش کئے، سب ہی قصیدے کی بیت ہی چاہئے تھا کہ وہ بن جائے

وکنت وانت بالتقدیر احری ٭ تلقب شاعر الهند المجید
تمھارے لئے یہی مقدر ہو چکا تھا، اور تم حقدار ہو کہ ہندوستان کے محترم شاعر بن جاؤ

لیك سلالة الصدیق ازکی ٭ تھانٍ من اخی حب اکید
اے خانوادۂ صدیق کے چشم و چراغ اپنے دوست سے جو غیر متزلزل محبت تم سے رکھتا ہے مبارکباد قبول کرو

یعد لحبه رؤیاك سعدا ٭ ویحسب یوم انسك یوم عید
تمھاری محبت کی وجہ سے تمھاری دید میری خوش بختی ہے اور تم سے ملاقات کا دن میرے لئے عید کا دن ہے

فعش تحیی القلوب تحیل بئرا ٭ معطلة الی قصرٍ مشید
تم زندہ رہو، دلوں کو زندہ کرتے رہو، اور جو کنوئیں بیکار ہو چکے ہیں انھیں صاف کر کر کے قصر رفیع بناتے رہو

فمدحك لابن عبد الله روح ٭ وریحانٌ لارواح العبید
ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت بندوں کیلئے روح و ریحان، جانوں کی آسودگی و مسرت کا ساز و سامان ہے

ونبراسٌ الی الجنات یھدی ٭ ویدنی ذروة الامل البعید
جنت کے باغوں کی راہ نمائی کے لئے وہ چراغ ہیں اور دور دراز کی امیدوں کو قریب لے آئی ہے

جزاك الله بالفردوس اخری ٭ وفی دنیاك بالعیش الرغید
حق تعالیٰ آخرت میں اس کا صلہ فردوس تمھیں عطا کرے اور تر و تازہ شاداب آسودہ زندگی دنیا میں تمھیں ارزانی ہو

وصلی الله ربی کل حینٍ ٭ علی المختار ذی الخلق الحمید
اپنی رحمتیں ہر لحظہ میرا رب اپنے اس برگزیدہ پر نازل فرماتا رہے، جو اخلاقِ حمیدہ سے آراستہ ہے

وآلٍ والصحابة ما تغنی ٭ حماء الایك او عبد الحمید
اور اُن کے آل و اصحابؓ پر رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک کبوتر بکائن کی شاخوں پر گاتے رہیں، اور عبد الحمید بھی زمزمہ سنج ہے

ناظمھا: "عبد الرحمٰن عثمان"

(المدینة المنورة فی ۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶۹ھ)

قطعۂ تاریخ طبع گلبانگ حرم

(از - الحاج حضرتِ شفیق جونپوری)

من کلامک یا حمید الحمدللہ العظیم ∴ زاد شوق الروضۃ فیھا النبی المحترم

اہلِ عرفاں وجد کرتے ہیں ترے اشعار پر ∴ دھوم ہے اُمّ السلم سے تا بگلزار ارم

نعتیہ اشعار تیرے ہر طرف مقبول ہیں ∴ تجھ کو کہتا ہے زمانہ بلبلِ باغِ حرم

سیکڑوں سینوں میں تیرا لحن دلکش مرحبا ∴ کر چکا روشن چراغِ الفتِ خیر الامم

تیرے ذوقِ نعت گوئی کا نیا انداز ہے ∴ معترف ہیں جملہ اربابِ سخن، اہلِ قلم

تیرے اِک اِک شعر میں وہ سوز ہے، وہ کیف ہے ∴ یاد آتا ہے مدینہ، آنکھیں ہو جاتی ہیں نم

تیرے نغمہ کو یہ کہہ کر یاد کرتا ہے **شفیق**

"دولتِ دیں، لحنِ روح القدس گلبانگِ حرم"

۱۳ ۔ ھ ۔ ۸۷

حرفِ گُفتنی

کسی شخص کا بھی اپنے احوال کا قلمبند کرنا، اور اُس سے زیادہ اپنے کلام پر تبصرہ کرنا اس لئے بھی مشکل ہوتا ہے کہ اُس کی تحریر یا گفتار بے لاگ ہو ہی نہیں سکتی، انسان کا تو سب سے زیادہ لگاؤ خود اپنی ذات کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے وہی انسان کسی روایت و بیان میں بے لوث ہو سکتا ہے، جو ذاتیات سے بہت ماوراء ہو۔

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت صحاح میں ملتی ہے، جس میں فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا کہ:۔

"جو شخص تصدیقِ قلبی کے ساتھ لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہے گا، وہ جنّت میں داخل ہوگا ــــــ میں نے اس پر عرض کیا: "وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ" چاہے یہ کلمہ پڑھنے والا زنا بھی کرے اور سرقہ کا بھی مُرتکب ہو؟ ــــــ حضورؐ نے فرمایا:۔ چاہے زنا و سرقہ بھی کرے ــــــ میں نے پھر یہی عرض کیا، اور حضورؐ نے پھر وہی مُژدہ سُنایا، تیسری بار جب پھر میں نے یہی پوچھا، کہ:۔ زنا و سرقہ کے باوجود کیا یہ شخص داخلِ جنّت ہوگا؟ ــــــ تو حضورؐ نے پھر اثبات میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ۔ یعنی ابوذر کی ضد پر یہ شخص ضرور داخلِ جنّت ہوگا"

"علیٰ رَغمِ اَنفِ اَبی ذَرٍّ" جناب ابوذرؓ کے مُسلسل سوالات پر اظہارِ ناراضی ہی کا جُملہ تھا، یہ روایت کرتے وقت سیدنا ابوذرؓ اگر اس ارشادِ رسولؐ کو خود ہی نہ بیان کر دیتے تو شاید دنیا کو اس ناگواری کا علم بھی نہ ہوتا، تو ابوذرؓ کا ایسا نفس کہاں ہے۔

اس لئے ایک خود نوشت لکھنے والا عموماً افراط و تفریط کے الزام سے بری نہیں ہو سکتا، کوئی کہے گا خود ستائی فرمائی گئی ہے، کوئی کہے گا تواضع اور فروتنی کی بھی کوئی حد ہے۔

بہرحال میں "حمید" ہوں، حمید کے معنی آپ کو معلوم ہیں کہ پسندیدہ اور مستحقِ ستائش کے ہیں ——
کسی کے قابلِ مدح بننے کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے سزاوارِ ستائش، مستحقِ تعریف اور حقدارِ حمد و منقبت کی تعریف کرتا رہے، اور ہر شخص خوب جانتا ہے کہ ازلی مستحقِ تعریف، پیدائشی حقدارِ حمد، اور سراپا منقبت و مدحت، اس دنیا میں خدا کے بعد صرف وہی انسانِ کامل ہے، جس کو آج بھی دنیا "**محمدؐ**" (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہتی ہے۔ ؎

محمدؐ بگویم ترا یا محمدؐ

کہ وصفِ تو بیروں ز امکانِ من

"لکھنوی" ہوں، اس لئے شعر و شاعری کا ذوقِ فطری بھی واضح ہو گیا۔ لیکن شعر و سخن سے دلچسپی کسی کو قصداً نہیں ہوتی، بلکہ یہ سوز و گداز کی چنگاری خود بخود سُلگتی ہے، اور پھر خرمنِ دل و دماغ کو پھونک ڈالتی ہے، مجھ سوختہ دل پر بھی اس نادیدہ تجلّی کا ظہور ہوا، اور آپ یہ نہ پوچھئے کہ کس طرح ہوا، مگر ہاں یہ ضرور ملاحظہ فرمائیے کہ جذبات کی چنگاریاں کس صورت میں برق زن ہوئیں، انھیں کے اثرات نے "گلبانگِ حرم" کی صورت اختیار کر لی ہے، اور **مجھے** مسرّت ہے کہ میں انھیں آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کر رہا ہوں، فنی حیثیت سے اس کا معیار کیا ہے، یہ صاحبانِ فن، یا دعویدارانِ فن جانیں، میں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ میرے دل کی زبان نے **سچے جذبات** کی ترجمانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے، اور اب یہی سچائی میری شاعری اور شعریت ہے۔

یوں تو اس شغل کا چسکا اگرچہ پہلے بھی تھا، لیکن اُس روحانی کلام میں جس کی دُنیا آج دلدادہ ہے، کوئی خاص بات اَب مجھے نظر نہیں آتی، میری موسمی شاعری کچھ دنوں تک ہنگامی بنی رہی، مگر حسنِ اتفاق کہ مُقدر نے جلد یاوری کی، اَور میرے دل اَور ایمان کا وہ اَرمان پورا ہوا، جس کا میں برسوں سے سوتے جاگتے خواب دیکھتا رہتا تھا یعنی اَپنے مُربّی و محسن مخدومی جناب حاجی محمد اصطفا خاں صاحب قبلہ کی معیت میں سفرِ حجاز کا موقع ہاتھ آیا، اُن کی پُر خلوص عنایات کا شکریہ کس زبان سے اَدا کروں، رہبرِ طریقت کہوں یا مرکزِ شفقت، جو کچھ ملا آپ کی کرم فرمائیوں کا فیض ہے، اَور دوامی ہے۔ ؎

بجانِ اصطفا پیرِ مُغانم
حمیدؔ تشنہ شد از ساغرش مست

سفرِ حجاز نے میری آنکھیں کھول دیں، اَور جلوہ زار مدینۃ الرّسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نظارہ نے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا کی، جو نہ صرف حاصل عُمر ہے، بلکہ خدا کرے کہ میری آخری سانس بھی اسی تڑپ کا حاصل ہو۔

معلوم نہیں یہ شرفِ زیارت کا اثر تھا، یا بارگاہِ رسالت ؐ کی حاضری کا فیضان، کہ میری توجہ اَور طبع آزمائی مدحتِ حریمِ رسالت ؐ کا مرکز بن کر رہ گئی، اِس میں مجھے کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی، یہ تو میں نہیں عرض کرسکتا، مگر ہاں اشعار کی شکل میں اَپنے جذبات کی ترجمانی کرکے میں اپنی مُراد کو ضرور پہونچ گیا، اَور انشاء اللہ ہمیشہ بہرہ مختار رہوں گا۔

اَب مجھے سوائے ذکرِ دیارِ حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّم اَور کوئی صنفِ شاعری محبوب نہیں، میں اس رنگ میں ایسا کھو گیا ہوں کہ یادِ مدینہ و رسولِ اکرم ؐ (فداہٗ ابی و امی) کے علاوہ کوئی اَور تذکرہ اچھا نہیں معلوم ہوتا، دیارِ حبیب ؐ کا تصوّر، وہاں کے مناظر، اَور وہی لیل و نہار، اَور اشغال و اَذکار دل و دماغ میں اِس طرح پیوست ہوگئے ہیں، کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی باتیں، اَور دیکھتا ہوں تو وہیں کے مناظر، سُنتا ہوں تو وہی نغمے،

اُور خیال آتا ہے تو اُسی فضائے پاک کا ـــــــ غرض :۔ ع

"دیوانہ را ہوئے بس است"

اِس لئے اِک ذرا سا اشارہ اُور ایک معمولی سی تحریک مجھ کو اُسی عالم میں پہونچا دیتی ہے جو میر اُمنتہائے نقطۂ نظر ہے اُور وہی کیفیتیں اشعار کا جامہ پہن کر میرے دلی جذبات کی ترجمانی کرتی رہتی ہیں۔

بے شبہ انھیں جذبات کا فیضان ہے کہ بعض مقامات پر اہلِ دل حضرات کے بقول میرے کلام میں وہ تأثّر نظر آجاتا ہے جو صرف اہلِ علم و مُعانی کا حق ہے، خدا جانے اِس رائے میں اہلِ دل حضرات کی محبت کا دخل کِس حد تک ہے، اُور واقعہ کیا ہے، اگر کچھ واقعہ کی صورت ہے، تو یہ سب برکت ہے اُس دیارِ پاک کی جس نے مجھ جیسے ہیچمدان کی زبان کو گویائی کا میرے نزدیک صحیح راستہ دکھایا، اُور شرفِ غلامی بخشا۔

اِس حقیقی رہنمائی کے بعد اُس اصطلاحی رُہنمائی کو بھی میں کیونکر نظر انداز کرسکتا ہوں جو اُستاذی حضرت جگر مُرادآبادی مدظلہ العالی نے فرمائی، فنّی اعتبار سے اگر اس مجموعہ میں آپ کو کچھ ملے، تو اُسے محض فیضانِ جگر سمجھئے، میں ایک وجدان کے ماتحت فن سے بے نیاز ہو کر اپنی دُھن میں نہ جانے کیا کہہ جاتا، اُور دُنیا اُسے کیا سمجھتی، مگر حضرتِ جگر نے اِس رُمز کو سب کے سمجھنے کے قابل بنانے میں ہر قدم پر رُہنمائی فرمائی۔

لوگ کسی چیز کی مقبولیت کو انسانی سعی کا حاصل سمجھتے ہیں، مگر میں اُس "فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" کا لاکھ لاکھ شکریہ اُدا کرتا ہوں جس کی نظرِ لُطف سے (بغیر سعی و جانفشانی) "گلبانگِ حرم" کے پانچ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، اُور چھٹے ایڈیشن کے مُتعلق اُربابِ ذوق کے تقاضے شروع ہوئے، اُور مُسلسل فرمائشی خطوط کی خلش میرے دل کے ساتھ رہی، مگر زمانہ ناساعد تھا، اِدھر کاغذ کی دُشواری[ع]، اُدھر طباعت کی اُلجھن، انجام یہ ہوا کہ ایک سال اِسی کشمکس میں گذر گیا، اَب یہ چھٹا ایڈیشن جدید نظموں اُور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (منظوم) اُسمائے مُبارکہ کے اضافے کے ساتھ پیشِ نظر ہے، جس میں بعض حضرات کے توجّہ دِلانے سے اِس قدر اُور بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ جا بجا تشریح طلب مُسائل و اُرکانِ حج، اُور خاص خاص مقامات پر

ع اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے محبِ مکرم مولوی محمد ہاشم میاں صاحب کو جن کی پُرخلوص کوششوں سے کاغذ دستیاب ہو گیا۔
"خدا انھیں حرمِ مصطفےٰ میں پہونچادے"

اشارات وکنایات کے ماتحت کچھ نوٹ لکھ دیئے گئے ہیں، اِن کا ماخذ "سفر نامۂ حجاز" مصنفہ مولانا عبد الماجد دریابادی ہے۔۔۔۔۔۔ یا "حجِ اَمجد" ۔۔۔۔۔۔ اِن اقتباسات کا مقصد یہ ہے کہ زائرین کے علاوہ دیگر شائقین کو فہمِ کلام میں آسانی ہو، وارداتی وکیفیاتی اشعار کی شرح اِس لئے لاحاصل سمجھی، کہ محسوسات و وجدانیات سمجھانے کی چیز نہیں، پھر کنایہ میں جو لُطف ہے وہ تصریح میں نہیں، پھُول کی بستہ پنکھڑیوں کو اگر مُنتشر کر دیا جائے تو پھُول کہاں، اُور اُس کی دلکشی کہاں!۔

شاعری کا مدّعی کس طرح بنوں، جو حُسنِ تنقید اُور داد کا طالب ہوں، مجھے اپنی اِس بے بضاعتی پر ناز ہے، جس نے میرا رشتہ حرمِ نبویؐ سے مربوط بنایا، اگر آپ میری علمی بے بضاعتی اُور اَمرِ واقعی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اِس مجموعۂ سخن کے مُطالعہ سے میری ہی طرح ان مُشاہدات و تاثرات سے بہرہ اندوز ہوں، تو دو ایک دُرود و سلام مجھ ناچیز کی طرف سے بھی دَربارِ رسالتؐ میں پہونچا دیں۔ ع

"زاں نیازے کہ بہ او ہست مرا نازے ہست"

خاکپائے اہلِ مدینہ

حمید صدیقی عفی عنہ

نذرِ حمید
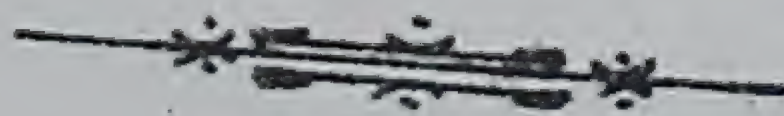
بحضور سرورِ عالم (صلے اللہ علیہ وسلم)

حمیدِ خستہ حال و مہجور، اپنے اخلاص و عقیدت کے چند پھول

(جو اُس کی نسبتِ غلامی کے لئے مایۂ ناز ہیں)

بارگاہِ رحمت و رسالتؐ میں بصد ادب و نیاز پیش کرتا ہے!

رحمتِ عالم عالمیانؐ سے اُمید ہے، کہ اِن کو

شرفِ قبولیت سے محروم نہ فرمایا جائے گا ــــــ اِس لئے کہ:-

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْ مَذْهَبِیْ حُبُّ الدِّیَارِ لِأَهْلِهَا
وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

میرے مذہب میں دیار سے محبت کرنا صاحب دیار کی وجہ سے ہے
اور عشق میں لوگوں کے الگ الگ مذہب ہوا کرتے ہیں

عالَمِ حُضوری

یا شفیع المذنبیں بارِ گناہ آوردہ ام

بر درت ایں بار با پشتِ دوتاہ آوردہ ام

حضرتِ جامیؒ

ہمّتم بدرقۂ راہ کُن اے طائرِ قُدس
کہ دراز ست رہِ مقصد و مَن نَو سفرم

حضرت حافظؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا حافظ

ہو رہا ہوں جدا خدا حافظ
دوستو، اقربا خدا حافظ

ہند سے طیبہ جا رہا ہوں میں
لو چلا قافلہ خدا حافظ

سب عزیز اور دوست شاد رہیں
ہے یہ دل سے دعا خدا حافظ

اپنی حفظ و امان میں رکھے
سب کو ربُّ العلا خدا حافظ

بخشدیں مل کے سب خدا کے لئے
میری ہر اک خطا خدا حافظ

جا رہی ہے سنا کے مژدۂ دید
تیرا بادِ صبا خدا حافظ

تابِ نظّارۂ جمال کہاں
نگہِ شوق کا خدا حافظ

لبیک جاتے ہیں ہم مدینہ کو
صرف اک مدّعا خدا حافظ

آیئے آیئے گلے مل لیں
وہ بھی وقت آگیا خدا حافظ

جب جدا ہو رہے تھے اہل و عیال
سب نے رو کر کہا خدا حافظ

سن کے ہر بار "فی امانِ اللہ"
میں بھی کہتا رہا خدا حافظ

اہلِ دل کی زبان سے نکلا
جانے والے ترا خدا حافظ

چاہتا ہوں حمید ساتھ رہے
مخلصوں کی دعا خدا حافظ

زندہ باشی

نسیمِ دیارِ نبیؐ زندہ باشی
پیامِ سرور و خوشی زندہ باشی

بیا دوستدارِ غلامانِ طیبہ
بیا محرمِ زندگی زندہ باشی

برآر آرزوئے نگاہِ محبّاں
بیا اے مرادِ دلی زندہ باشی

براہِ محبت مرا زندہ کردی
برسمِ وفا پروری زندہ باشی

ہزاراں ہزار آفریں برخرامت
خوشا زحمتِ رہروی زندہ باشی

قدومت مبارک، پیامت مبارک
یہ دلداری و دلدہی زندہ باشی

انیسِ دلِ دردمندانِ طیبہ
خوشا تیری یادآوری زندہ باشی

مسیحائے درماندگاں، بارکَ اللہ
شمیمِ ریاضِ نبیؐ زندہ باشی

شگفتہ کیا غنچۂ آرزو کو
گرہ تجھ سے دل کی کھلی زندہ باشی

کیا دردمندوں پہ احسان تو نے
خوشا تیری چارہ گری زندہ باشی

نہ بھولے گی ہم اہلِ غم کو کبھی تو
یہی تجھ سے اُمّید تھی زندہ باشی

بہار آگئی میرے اُجڑے چمن میں — بنی پھول، دل کی کلی زندہ باشی
دکھا کر جھلک تو نے نورِ سحر کی — شبِ غم کو دی روشنی زندہ باشی
مرے درد و غم پر مری چشمِ نم پہ — نوازش بہت تو نے کی زندہ باشی
سنائی ہو تو نے کرم کی بشارت — سنی، گوشِ دل سے سنی، زندہ باشی
مرے دل کو دے کر نویدِ مسرّت — نئی زندگی بخشدی زندہ باشی
بہت دن سے تھا دل کو شوقِ حضوری — بڑی رہبری تو نے کی زندہ باشی
میں قربان تجھ پر، کہ تیری بدولت — ملی دولتِ سرخوشی زندہ باشی
شرفِ باریابی کا حاصل ہے تجھ کو — حضورِ نبیؐ، حاضری زندہ باشی
رسائی ہے دربارِ عالی میں تیری — یہ تیری بلند اختری زندہ باشی
سنا مژدۂ حاضریِ مدینہ — ہمارے قریشیؔ کو بھی زندہ باشی

حمیدِ گنہگار پر اللہ اللہ
یہ تیری کرم گستری زندہ باشی

لہ محبّی و مخلصی جناب جلیل احمد صاحب قریشی۔ ۱۲

معراجِ شوق

دیکھا ہے جب سے جدّہ[1] کا ساحل نہ پوچھئے
بیتاب کس قدر ہے مرا دل نہ پوچھئے

پیشِ نظر ہے کون سی محفل نہ پوچھئے
اظہارِ لطفِ دید ہے مشکل نہ پوچھئے

دل جانبِ مدینہ ہے، رُخ جانبِ حرم
اب اِنتہائے کشمکشِ دل نہ پوچھئے

دل میں طرح طرح کی خلش پا رہا ہوں میں
کس کی نگاہِ لطف ہے شامل نہ پوچھئے

اک جذب و محویت میں چلا جا رہا ہوں میں
مجھ سے نشانِ جادہ و منزل نہ پوچھئے

کیوں اپنے جذبِ شوق کے قرباں نہ جاؤں میں
کیا چیز دردِ دل میں ہے شامل نہ پوچھئے

اُٹھنے کو جب بہت سے حجابات اُٹھ گئے
پھر کیوں حجابِ زیست ہے حائل نہ پوچھئے

کس کی تجلّیاں ہیں تصوّر میں جلوہ گر
کیا آج بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھئے

معراجِ شوق ہو گئی حاصل مجھے حمیدؔ
اب مجھ سے میری زیست کا حاصل نہ پوچھئے

---

[1] اہلِ محبت کی نظر میں جدّہ تو نمازِ عشق کے وضو ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۲

حال و قال

خُدا کا حریمِ جلال آ رہا ہے
نگاہوں میں نورِ جمال آ رہا ہے

تصدق ہیں جس پر دو عالم کے جلوے
وہی عالمِ بے مثال آ رہا ہے

عجب مستیاں ہیں عجب لغزشیں ہیں
مجھے حال کے بعد حال آ رہا ہے

بہت یاد آتی ہیں اپنی خطائیں
بہت گریۂ انفعال آ رہا ہے

زباں پر ہے لبّیک کا نغمہ جاری
نہ وجد آ رہا ہے، نہ حال آ رہا ہے

خُدا جانے کیا حال ہو آج اپنا
یہی بار بار اک خیال آ رہا ہے

جواب اس کا کیا اے دلِ زار ہوگا
جو لب پر مرے اک سوال آ رہا ہے

حمیدِ حزیں پر بھی چشمِ کرم ہو
وہ آوارہ و خستہ حال آ رہا ہے

جانبِ حرم

چلے ہیں جانبِ ارضِ حرم لرزیدہ لرزیدہ
محمدؐ مصطفےٰ خاں، اور ہم، نم دیدہ نم دیدہ

پریدہ رنگِ رخ ہے، اشکِ غم غلطیدہ غلطیدہ
نظر دزدیدہ دزدیدہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ

مرے ذوقِ طلب کا کیا کہوں میں اب جو عالم ہے
ترے حسنِ تصور کی قسم نادیدہ نادیدہ

سکونِ قلب کی لہروں سے یہ محسوس ہوتا ہے
کوئی ہے مائلِ لطف و کرم پوشیدہ پوشیدہ

کھنچے آتے ہیں اک وارفتگیِ شوق میں حاجی
بسوئے وادیِ "ام السلم"[۱] سنجیدہ سنجیدہ

پیادہ پا، برہنہ سر، پریشاں حال "تکرونی"[۲]
وہ جن کے جیب و دامن ہیں بہم بوسیدہ بوسیدہ

ببولوں کی گھنیری چھاؤں، اور وہ خاک کا بستر
وہ صحرا انداز میں مصری بہم خوابیدہ خوابیدہ

جلالت خانۂ کعبہ کی، اور یہ نور کا عالم
نگاہیں پڑ رہی ہیں دمبدم ترسیدہ ترسیدہ

---

۱ مکۂ مکرمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے، اسی کو "ذی سلم" بھی کہتے ہیں، یہاں ببولوں کے درخت کثرت سے ہیں، پاپیادہ آنے والے مسافر ببولوں کی چھاؤں میں آرام کرنے کی غرض سے یہاں اکثر ٹھہر جایا کرتے ہیں، شاید اسی نظر افروز منظر کے متعلق حضرتِ حافظؒ نے فرمایا ہے:-

یارب ایں کعبۂ مقصود تماشاگہ کیست ⁂ کہ مغیلانِ طریقش گل و نسرینِ منست

۲ حبشی نما۔

قریبِ "مُلتزم"[1] آتو رہے ہیں زائرین لیکن — نہایت مُضطرب سرتاقدم لرزیدہ لرزیدہ

زباں پر "یا الٰہی انتَ مقصودی و مطلوبی" — نظر سوئے غلافِ مُحترم نَم دیدہ نَم دیدہ

نمازوں کی صفوں میں کس طرح بڑھ بڑھ کے ملتے ہیں — بہر سو شرقی و غربی بہم گرویدہ گرویدہ

اِدھر اہلِ نظر کی ہیں نگاہیں محوِ نظّارہ — اُدھر وہ پردۂ بیت الحرم جُنبیدہ جُنبیدہ

نگاہیں شوق کی پڑنے لگیں "میزابِ رحمت"[2] پر — بدوش برق اُٹھا ابرِ کرم تابیدہ تابیدہ

عجب افسردگی ہے وقتِ رخصت سب کے چہروں پر — جسے دیکھو وہی با چشمِ نم غم دیدہ غم دیدہ

کہیں ہندی، کہیں مصری، کہیں جاوی، کہیں شامی — کھڑے ہیں اک طرف اہلِ عجم رنجیدہ رنجیدہ

حمید اک خاص کیفیت میں ہے محوِ غزلخوانی
لئے ہاتھوں میں "گلبانگِ حرم" نازیدہ نازیدہ

---
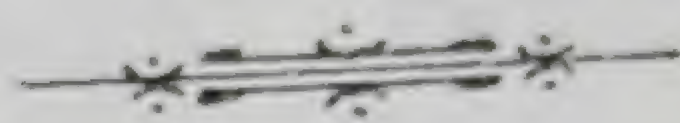
[1] حجرِ اسود اور کعبہ کے درمیان جو جگہ ہے اُسے "مُلتزم" کہتے ہیں، اُس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے، کہ خاص محلِ مقبولیت ہے۔ ۱۲

[2] ایک سونے کا پرنالہ جسے "میزاب رحمت" کہتے ہیں، جو بیتُ اللہ کی شمالی سمت میں چھت کے اوپر نصب ہے، بارش ہوتی ہے تو اس کا پانی حطیم ہی میں آکر گرتا ہے، حقیقتاً "بارانِ رحمت" کا مشاہدہ یہیں ہوتا ہے، میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دُعا مانگنا موجبِ قبولیت ہے۔ ۱۲

تجلّی گاہ

کیا جوشِ محبّت ہے، کیا جذبِ تمنّا ہے
صد شکر، کہ اب ہم ہیں، اور وادیِ بطحا ہے

یہ کیفِ حیات افزا، یہ لذّتِ بے پایاں
اب اَور ہی عالم ہے، اب اور ہی دُنیا ہے

کچھ اور تجلّی ہے مشتاق نگاہوں میں
تا حدِّ حرم شاید اب قافلہ پہونچا ہے

یہ قافلہ چلتا ہے کس شان سے مِل جُل کر
خالی کہیں محمل ہے، تنہا کہیں ناقہ ہے

اشعار سے چھائی ہے کیفیّتِ وجدانی
ہر طرزِ حُدی گویا اک وَجد کا نغمہ ہے

کیا رات سُہانی ہے، کیا چاندنی چھٹکی ہے
اِک حُسن کا منظر ہے، اِک نور کا دریا ہے

انوارِ محبّت کی اللہ رے نیرنگی
پردہ کبھی جلوہ ہے، جلوہ کبھی پردہ ہے

جب سامنے آجائے جو عینِ حقیقت ہو
دھوکا اِسے نظروں کا، کافر ہے جو کہتا ہے

اُس جلوۂ معنی کی اللہ ری دل آویزی
معلوم یہ ہوتا ہے نادیدہ ہویدا ہے

محویتِ خاطر کی اب حد ہی نہیں کوئی
بیباک نگاہیں ہیں، اور پردۂ کعبہ ہے

ہر جرعۂ زمزم پر ساقی کو دعائیں دو
یہ میکدۂ عرفاں، کوثر کا نمونہ ہے

کیا منظرِ دلکش ہے اللہ کی رحمت کا
اُٹھتی ہیں جدھر نظریں اک نور برستا ہے

لَبَّیک، لَبَّیک
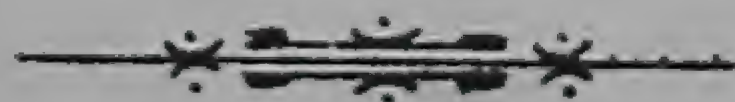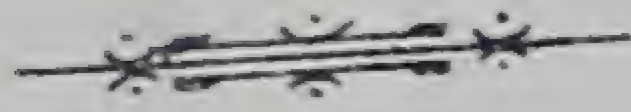
حَرِیمِ کبریا ہے اور میں ہوں
زباں صَرفِ دُعا ہے اور میں ہوں

کھِنچا جاتا ہوں میں بَطحا کی جانب
کوئی خود رہنما ہے اور میں ہوں

زباں پر سب کی ہے "لبّیک لبّیک"
عجب دلکش نوا ہے اور میں ہوں

وفورِ شوق سے ہیں بند آنکھیں
درِ مقصود وا ہے اور میں ہوں

عجب کچھ جوش پر ہے اَبرِ رحمت
سُرور افزا گھٹا ہے اور میں ہوں

طَوافِ کعبہ ہے، وقتِ سَحر ہے
نسیمِ دلکُشا ہے اور میں ہوں

کبھی ہوں سَعْیِ[1] راہِ عشق میں محو
کبھی، کوہِ صَفا ہے اور میں ہوں

---

[1] سَعی نام ہے صَفا و مَروہ کے درمیان سات پھیرے کرنے کا، صَفا و مَروہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں، جس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:- اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِاللہِ (بیشک صَفا و مَروہ خدا کی نشانیوں میں سے ہیں) حضرت بی بی ہاجرہؓ اپنے شیر خوار نورِ نظر سیدنا اسمٰعیل علیہ السّلام کے لئے پانی کی تلاش میں مُضطر و بیقرار تھیں، پہاڑیوں پر چڑھ چڑھ کر دیکھتی تھیں کہ شاید دُور سے کوئی قافلہ نظر پڑ جائے اور اُس سے پانی حاصل ہو جائے، اُس سعی کی یادگار آج تک قائم چلی آتی ہے۔ ۱۲

کبھی ہوں "مسجدِ شقُّ القمر[1]" میں — کبھی "غارِ حرا[2]" ہے اور میں ہوں

پڑے ہیں کشتگانِ خنجرِ عشق — یہ میدانِ منٰی[3] ہے اور میں ہوں

منٰی کی کیسی یہ پُرنُور شب ہے — بس اِک نُورِ خُدا ہے اور میں ہوں

کہاں اب نقدِ جان و دل کی پروا — کہ بازارِ منٰی ہے اور میں ہوں

نہیں اب گرد و بادِ کُفر کا غم
حریمِ کبریا ہے اور میں ہوں

---

[1] یہ مسجد "مسجدِ انشقاقُ القمر" کے نام سے مشہور ہے، جو "جبلِ بوقبیس" پر واقع ہے، جہاں ماہِ عرب، مہرِ عجم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے، یہیں سُلطان العاشقین سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سب سے پہلے اذان دی تھی۔ ۱۲

[2] جس میں ابتداءً وحی نازل ہوئی تھی، اور یہاں بعثت سے پہلے حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لاکر تنہائی میں عبادت کیا کرتے تھے، یہ غار "جبلِ نور" پر واقع ہے۔ ۱۲

[3] قبلِ حج نویں کی شب میں، اور بعدِ حج تین دن یہاں کا قیام ارکانِ حج میں داخل ہے، یہ مقام سال بھر تک ویران رہتا ہے، ایامِ حج میں آبادی کے یہ تین دن قابلِ دید ہوتے ہیں، منٰی کا مقام برکت والا مقام ہے، یہیں سیّدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی قربان گاہ ہے۔ ۱۲

اَنوارِ بیتُ اللہ

جَلوۂ کعبہ سے دل بیہوش ہے
کِس غضب کا آج کیف و جوش ہے

دیکھ کر اَنوار بیتُ اللہ کے
دل ہی سکتے میں زباں خاموش ہے

مَحو کر دیتی ہے آوازِ اَذاں
جس کو دیکھو، وہ سَراپا گوش ہے

پَردۂ کعبہ پہ کیوں نظریں ہیں لوٹ
کیا وہ اِس پَردہ میں خود روپوش ہے

سایۂ میزابِ رحمت میں ہوں میں
وا حطیمؑ پاک کی آغوش ہے

جھُومتی آتی ہے طیبہ سے گھٹا
کِس قدر اَبرِ کرم کا جوش ہے

چاہِ زمزم پر کھڑے ہیں تشنہ لب
ہر طرف گلبانگِ نوشا نوش ہے

ساقیِ کوثرؐ کی دُھن ہی اور حمیدؔ
بے پیے سَرشار ہے، مَدہوش ہے

ؑ خانۂ کعبہ کا وہ شمالی صحن جو بشکل آغوش ایک قوسی دیوار سے گھرا ہوا ہے، اُسے "حطیم" کہتے ہیں۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی طواف ہوتا رہتا ہے۔ ۱۲

نشاطِ دید

میں ہوں، مکّہ کی پاک بستی ہے
آج کچھ اور میری ہستی ہے

وہ کہاں آج سارے عالم میں
جو مرے دل میں جوش و مستی ہے

"جبلِ بوقبیس" پر ہوں میں
کس بلندی پہ میری پستی ہے

دیکھ تو اے نگاہِ شوق ذرا
کیسی رحمت یہاں برستی ہے

اللہ اللہ دینِ حق کا ظہور
جو ہے محوِ خدا پرستی ہے

رو رہا ہوں میں کیوں، خدا جانے
ساری خلقت تو آج ہنستی ہے

پھر مدینہ کے دیکھنے کو حمید
نگہِ شوق کیا ترستی ہے
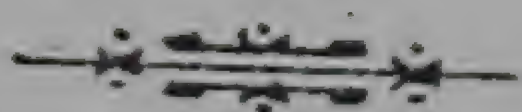
مزاجِ عشق میں بھی آ گئی ہے نشاط افزا ادائے دلبرانہ
نہیں ہے بے سبب دل کا یہ عالم توجّہ ہے کسی کی غائبانہ
جُبیں کو ہے تلاش اک نقشِ پا کی یہ سجدے ہیں حقیقت میں بہانہ
کہاں میں، اور کہاں خاکِ مدینہ گدا ہے حاضرِ بزمِ شہانہ؟
یہ معراجِ جُبیں، اللہ اکبر مرا سر، اور نبیؐ کا آستانہ؟
ہم آغوشِ اجابت ہو رہی ہے مرے دل کی دُعائے مُخلصانہ
زہے قسمت اگر مل جائے مجکو دل و جاں نذر کرنے کا بہانہ
بنے مجھ طائرِ بے بال و پر کا گلستانِ قبا میں آشیانہ
تَرَحّم، یا نبی اللہ، تَرَحّم اِدھر بھی اک نگاہِ مَحرَمانہ
مُبارک اے حمیدِ زار تجکو
ترے دل کی نوائے عاشقانہ

جذبِ شوق

سُوئے اَرضِ طیبہ کِھنچا جا رہا ہوں / "یہ عالم ہے جیسے اُڑا جا رہا ہوں"

تحیُّر کا عالم ہے کھویا ہوا ہوں / کِھنچا جا رہا ہوں، چلا جا رہا ہوں

مجھے تو نہیں ہوش، کچھ تو ہی بتلا / کہاں اے دلِ مُبتلا جا رہا ہوں

مری آرزوؤں کا اب پُوچھنا کیا / حُضورِ شہِ دوسرا جا رہا ہوں

نہ پوچھو کہ کس عالمِ بیخودی میں / مَیں اَشعار پڑھتا ہوا جا رہا ہوں

خُدا نے سرِ عرش جس کو بُلایا / اُسی کی کشش سے کِھنچا جا رہا ہوں

قدم ڈگمگائے ہوئے پڑ رہے ہیں / مَیں اُفتاں وخیزاں چلا جا رہا ہوں

حبیبِ خُدا کا ہے جوشِ محبّت / سَراپا محبّت بنا جا رہا ہوں

نہ کچھ فکرِ منزل، نہ کچھ ہوشِ جادہ / کسی خاص دُھن میں چلا جا رہا ہوں

یقیں ہے کہ رحمت سے کر دیں وہ پُورا / جو دل میں لئے مُدّعا جا رہا ہوں

یہ وارفتگیِ محبّت تو دیکھو / کہ منزل سے آگے بڑھا جا رہا ہوں

نہ لیجا پیامِ غمِ دردِ فرقت / میں خود آج بادِ صبا جا رہا ہوں

حمیدؔ اک کرم یہ بھی ہے مصطفےٰ کا
بہمراہیِ اصطفا[1] جا رہا ہوں

---

[1] مخدومی و محترمی جناب حاجی محمدؐ اصطفا خاں صاحب قبلہ۔ ۱۲

عالمِ بیخودی

دل غمزدہ کیوں نہ مسرور ہوگا   جو پیشِ نظر قبۂ نور ہوگا

حضوری کے جلوؤں سے معمور ہوگا   یہ سینہ مرا وادیٔ طور ہوگا

وہاں جا رہا ہوں خدا کے کرم سے   جہاں ہر طرف نور ہی نور ہوگا

اب اُس آستاں پر کروں گا میں سجدے   جو نورِ تجلّی سے معمور ہوگا

بر آئے گی ہر آرزوئے مسرت   کہ دل سے ہر اندوہ و غم دُور ہوگا

مزے آئیں گے عشرتِ بیخودی کے   جو ہوگا وہاں مست و مخمور ہوگا

نظر آئے گا دُور سے جب وہ گنبد   تو کیا حال اے قلبِ مہجور ہوگا

مدینے میں بن جائے گا میرا مدفن
اگر میرے آقا کو منظور ہوگا

وفورِ شوق

دیکھیں گے کِسی کا آستاں ہم — کِس دَرجہ ہیں آج شادماں ہم

کیوں کھِنچنے لگا ہے خود بخود دل — معلوم نہیں، چلے کہاں ہم

حق جن سے اُدا ہو شُکریے کا — رکھتے نہیں وہ دل و زباں ہم

اللہ کا لُطف ہے، کرَم ہے — دَربارِ نبیؐ کہاں، کہاں ہم؟

ہوگا کرم جنابِ باری — پائیں گے حیاتِ جاوداں ہم

اللہ اللہ اَب سُنیں گے — ہُو ہُو کی صَدائے دِلستاں ہم

سِینے سے لگا کے چُوم لیں گے — رَوضہ کی وہ پیاری جالیاں ہم

جبریلؑ ہیں پاسبان جس کے — ہوں گے اُس گھر کے میہماں ہم

شب گُذرے گی زیرِ قُبّۂ نور — دیکھیں گے وہ صُبح کا سَماں ہم

مُنہ سے نِکلے گی اَپنے تکبیر — کانوں سے سُنیں گے جب اَذاں ہم

جُھرمٹ سے اَلگ کبوتروں کے — دیکھیں گے حرَم کی قُمریاں ہم

حیرت سے کہیں گے بیخودی میں — اللہ! یہ آ گئے کہاں ہم؟

آداب سے بھی کہاں ہیں واقف

اے خسروِ ؐنا کسِ دو جہاں ہم

اِرَم دَر اِرَم

غلامانِ شاہِ اُمم جا رہے ہیں
بہر گام اِرَم دَر اِرَم جا رہے ہیں

بذوق و سرورِ اُتم جا رہے ہیں
محبانِ کوئے حرم جا رہے ہیں

محبت سے ہر دل ہی بیتاب و مضطر
مسرت سے باچشمِ نم جا رہے ہیں

تڑپتے ہوئے دل لئے غم کے مارے
بہ اُمیدِ لطف و کرم جا رہے ہیں

زہے شادکامی، خوشا کامرانی
سب احباب مِل کر بہم جا رہے ہیں

خوشا "مرحبا مرحبا" کی صدائیں
ثنا خوانِ بابِ حرم جا رہے ہیں

تمنّا، تصوّر، تحیّر، تبسّم
کدھر اس طرح آج ہم جا رہے ہیں

نہیں ہیں یہ آنکھوں میں اشکِ ندامت
نظر میں لئے کیفِ غم جا رہے ہیں

یقیں کر دلِ ناشکیبا، کہ اَب ہم
مدینے خدا کی قسم جا رہے ہیں

دھڑکتا ہے دل مضطرب ہیں نگاہیں
مقدّر ہے بیدار، ہم جا رہے ہیں

خیالِ گناہ و خطا، توبہ توبہ
حضورِ شفیعُ الاُمم جا رہے ہیں

حمیدؔ اس کا بھی ہوش ہی، یا نہیں ہے
کہاں آج تیرے قدم جا رہے ہیں

خلدِ آرزو

نزولِ رحمتِ پروردگار دیکھیں گے
کہ پھر حبیبِ خدا کا دیار دیکھیں گے

ہمارے دیدہ و دل پر نہ جانے کیا گذرے
تجلّیات کو جب ہمکنار دیکھیں گے

ہمیں بھی روضۂ جنّت میں اے صبا لیچل
جمالِ معرفتِ کردگار دیکھیں گے

لگائیں گے اُسے آنکھوں میں مثلِ خاکِ شفا
جہاں مدینے میں اُڑتا غبار دیکھیں گے

سوادِ گنبدِ خضرا کو ذوالحلیفہ سے
وفورِ شوق میں دیوانہ وار دیکھیں گے

کبھی فرازِ اُحد کی فضائے رنگیں کو
کبھی ریاضِ قُبا کی بہار دیکھیں گے

بحدِّ شوقِ نظر روضۂ منوّر کو
قریب و دُور سے ہم بار بار دیکھیں گے

نظر میں لیکے تمنّائے دل کی رنگینی
حریمِ قدس کے نقش و نگار دیکھیں گے

طوافِ روضۂ اقدس کرینگے پڑھ کے درود
جو اپنے دل کو بہت بیقرار دیکھیں گے

چھڑی ہو بات ادب و شوق میں بہم کیا ہو
درِ حبیب کو جب بار بار دیکھیں گے

بلائے گردشِ لیل و نہار دیکھ چکے
حرم میں رونقِ لیل و نہار دیکھیں گے

پہونچ گئے جو دیارِ نبیؐ میں قسمت سے
تو پھر تجھے بھی غمِ روزگار دیکھیں گے

مقامِ تجلّی

صُبا اس طرح جھومتی جا رہی ہے
کہ جیسے مدینے یہی جا رہی ہے

سرِ شام ہی سے ہے اُن کا تصوّر
ابھی سے مری نیند اُڑی جا رہی ہے

یہ کیا سُن رہا ہوں میں "اللہ اکبر"
کہیں مجھکو آواز دی جا رہی ہے

محبّت کا حاصل بلا جا رہا ہے
متاعِ محبّت لُٹی جا رہی ہے

مرے ساتھ ساتھ آج بادِ صُبا بھی
خراماں خراماں چلی جا رہی ہے

نہ آنکھوں میں آنسو، نہ ہونٹوں کو جُنبش
مگر عرضِ غم یوں بھی کی جا رہی ہے

دو عالم لُٹائے چلا جا رہا ہوں
مگر خاص نعمت ملی جا رہی ہے

مقامِ تجلّی قریب آ چلا ہے
نظر خود بخود گُم ہوئی جا رہی ہے

کِسے تاب ہے جو نظر بھر کے دیکھے
نقابِ حقیقت اُٹھی جا رہی ہے

ابھی ہونے والی ہے پردے کو جُنبش
نگاہوں کو تسکین دی جا رہی ہے

مدینے میں میری نظر ہر قدم پر
رُکی جا رہی ہے، تھمی جا رہی ہے

یہ محسوس ہوتا ہے طیبہ میں ہر دم
یہاں زندگی کچھ بڑھی جا رہی ہے

حمیدؔ اہلِ محفل کی ہیں مجھ پہ نظریں
مری نظم شاید پڑھی جا رہی ہے

قربِ مقصود

تیرے کوچے میں حمیدِ خستہ حال آہی گیا
اپنے بندے کا تجھے آخر خیال آہی گیا

آج اک جھونکا نسیمِ صبح کا میرے لئے
لیکے آخر مژدۂ شوقِ وصال آہی گیا

جس کو آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں اور دل بیتاب تھا
آگیا وہ مظہرِ حسن و جمال آہی گیا

میں ابھی غرقِ تصوّر تھا کہ دیکھا یک بیک
روبرو میرے وہ حسنِ بے مثال آہی گیا

اے دلِ دردآشنا، اے جانِ مضطر ہوشیار
ہاں سنبھل، اب وہ مقامِ وجد و حال آہی گیا

مژدہ اے دل آفریں صد آفریں اے اضطراب
سامنے آنکھوں کے مینارِ بلالؓ آہی گیا

دیکھ کر اُن کی نگاہِ خاص کا لطف و کرم
کیا کہوں بیساختہ لب پر سوال آہی گیا

اللہ اللہ مجھ سے عاصی پر یہ اُن کی رحمتیں
بے گناہی کو بھی رشکِ انفعال آہی گیا

اُن کی اِک اَدنیٰ توجّہ کا اثر ہے یہ حمید
بے کمالی میں بھی کچھ رنگِ کمال آہی گیا

منزلِ طیبہ

مدینے سے بادِ صبا آ رہی ہے — لئے مژدۂ جاں فزا آ رہی ہے
یہ رہ رہ کے دل کیوں دھڑکتا ہے آخر — کہاں سے یہ بانگِ درا آ رہی ہے
غبار[1] اک وہ طیبہ کی جانب سے اٹھا — شکستہ دلوں کی دوا آ رہی ہے
لئے دوش پر نکہتِ باغِ طیبہ — خراماں خراماں صبا آ رہی ہے
لگائے تھا سینے سے جس آرزو کو — لبوں پر وہ بن کر دعا آ رہی ہے
جسے کہتے ہیں مرکزِ اہلِ ایماں — وہی منزلِ حق نما آ رہی ہے
دیارِ نبیؐ ہے کہ گلزارِ جنّت — عجب ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے
کہاں میں، کہاں بارگاہِ رسالتؐ — نظر مجکو شانِ خدا آ رہی ہے
نظر آئی جب کوئی معصوم بچّی — میں سمجھا مری صابرہ[2] آ رہی ہے
مدینے کی گلیوں میں چھڑکاؤ ہوگا — وہ کعبہ سے کالی گھٹا آ رہی ہے

حمیدؔ اب تو مایوسیاں کفر ہوں گی
کہ "لا تقنطوا" کی صدا آ رہی ہے

---

[1] حضور سرورِ عالم جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینۂ طیبہ قریب آجاتا تو اپنی سواری کو کمالِ شوق میں تیز کر دیتے، اور فرماتے "طابہ آگیا" اور اپنی چادرِ مبارک کو اپنے شانۂ اقدس سے گرا دیتے اور فرماتے، کہ "یہ طیبہ کی ہوائیں ہیں" صحابہؓ میں جو کوئی گرد و غبار کی وجہ سے اپنا منھ بند کرتا تو آپؐ منع کرتے اور فرماتے، کہ "مدینہ کی خاک میں شفا ہے"۔ (جذب القلوب)

[2] میری چھوٹی بچّی نورِ دیدہ صابرہ خاتون سلّمہا۔ ۱۲ حمیدؔ

بہار در بہار

نسیمِ مشکبار ہے، شمیمِ خوشگوار ہے
چمن چمن بہار ہے، بہشت در کنار ہے

نہ کوئی اضطراب ہے، نہ کوئی انتشار ہے
سکون ہی سکون ہے، قرار ہی قرار ہے

نظر کے سامنے زہے نصیب وہ دیار ہے
لطافتوں پہ جس کی جانِ عاشقاں نثار ہے

اگر نگاہ تیز ہے، تو دل سرور خیز ہے
ہوا بھی عطر بیز ہے، فضا بھی خوشگوار ہے

بگولے راہِ شوق کے بلند ہو کے بول اٹھے
خزاں نہیں، خزاں نہیں، بہار ہی بہار ہے

کمالِ ذوق و شوق سے رواں ہیں اہلِ کارواں
پیادہ چل رہا ہے کوئی، اور کوئی سوار ہے

قدم بڑھائے ساربان چلا ہے جھومتا ہوا
ترانۂ حُدی زباں پہ، ہاتھ میں مہار ہے

پہاڑیوں کے سلسلے، جدا جدا، ملے ملے
کہیں پہ جوئبار ہے، کہیں پہ آبشار ہے

لگا دو بڑھ کے شوق سے، تم اپنی آنکھ میں اسے
مدینۃ الرسولؐ کا یہ جا بجا غبار ہے

یہی وہ ارضِ پاک ہے شرف دیا گیا جسے
یہی ہے وہ دیار جس پہ دو جہاں نثار ہے

مفرحات[1] جان و دل، یہ طرہ ہائے آب و گل
کہیں پہ سبزہ زار ہے، کہیں پہ مرغزار ہے

---

[1] «مفرحات»، «جبلِ مفرح»، مقامِ ذوالحلیفہ ہی کو کہتے ہیں، یہیں سے «طورِ تجلی قبۂ نور» کا اوّل اوّل نظارہ ہوتا ہے۔۱۲

قدم نہ جو بڑھا سکا، نظر نہ جو اُٹھا سکا
یہیں کہیں پہ اُس شہیدِ عشق[1] کا مزار رہی

اُحد کا منظرِ سحر، ہے کتنا جاذبِ نظر
اِدھر بھی لالہ زار ہے، اُدھر بھی لالہ زار رہی

نظر نظر پہ چھا گئی، دلوں میں پھر سما گئی
مدینے کی بہار کیا، بہار در بہار رہی

کلی کلی چٹک گئی، رَوِش رَوِش مہک گئی
نہاں ہجومِ رنگ و بُو میں کوئی پردہ دار رہی

جُھکا ہوا ہے گنبدِ حضورِ پاکؐ کی طرف
قبائے چرخِ نیلگوں اگرچہ زر نگار رہی

نظر فروز و دل نواز، عام بارشِ کرم
شعاعیں یہ کلس کی ہیں کہ نور کی پھوار رہی

نظر بجانبِ حرم، بشوقِ دل، بچشمِ نم
کھڑے ہیں اِس طرح کسی کا جیسے انتظار رہی

حرم کی سمت بڑھ رہا ہی زائرین کا ہجوم
درود اور سلام ہے، پکار ہی پکار رہی

زمیں پہ ہوں کہ عرش پر، مجھے نہیں ہی کچھ خبر
کسی کی بارشِ کرم ہے، اور بار بار رہی

یہ اپنی اپنی نسبتیں، یہ اپنا اپنا اعتبار
جو کوئی شاد شاد ہی، تو کوئی اشکبار رہی

کمالِ حس ہی بجیبی، خودی ہی عینِ بیخودی
جو خود سے بیخبر رہے، یہاں وہ ہوشیار رہی

نگاہ فرشِ راہ کر، حمید رکھ زمیں پہ سر
ادب ادب، یہ کوچۂ حبیبؐ کردگار رہی

---

[1] اشارہ ہے اُس شہیدِ عشق کی طرف جس کو دنیائے ہند مولانا شہیدی کے نام سے جانتی ہے، اور جسکی نعتیں خدا معلوم کبتک ہماری محافلِ میلاد و ذکرِ رسولؐ کی زینت رہیں گی، اُن کا مزار اسی دیارِ ذوالحلیفہ میں ہے۔ ۱۲ حمید

منظرِ جمیل

تصوّر یہ بھی بیخودی سی ہے طاری — کہاں لیکے آئی محبّت ہماری

نگاہوں سے اب دل کو ہی شرمساری — سکوں بخش ہے لذّتِ بیقراری

بیاں کیا ہو جوشِ مسرّت کا عالم — بس اک دیدہ و دل پہ حیرت ہے طاری

تڑپنا وہ شب بھر اُمیدِ سحر میں — وہ بیتابیِ دل سے اختر شماری

ہوئے جمع سب آکے حدِّ حرم پر — یہ خچّر، وہ موٹر، یہ شغدف، وہ لاری

کھڑے ہیں پئے خیر مقدم مزوِّر — چلی آتی ہے حاجیوں کی سواری

بصد شوق سر کو جھکائے ادب سے — بڑھے زائرانِ حرم باری باری

حضوری ہوئی جس قدر دل کو حاصل — بڑھی اور بھی شوق کی بیقراری

نگاہیں جو "بابِ مجیدی" سے اُٹھیں — نظر آگئی باغِ جنّت کی کیاری

زباں پر درود و سلامِ مسلسل — کبھی سجدہ ریزی، کبھی اشکباری

حمید اپنا دل مثلِ گُل ہے شگفتہ
یہ مہکی فضا، اور یہ بادِ بہاری

ذوق و شوق

نویدِ دیدِ محبّت سُنا رہا ہے کوئی
حمیؔد تجھ کو مدینے بُلا رہا ہے کوئی

زمیں پہ گرتے ہوئے دیکھ کر مرے آنسو
خود اپنا دامنِ رحمت بڑھا رہا ہے کوئی

مٹائی جاتی ہے مایوسیوں کی تاریکی
تجلّیِ رُخِ انور، دکھا رہا ہے کوئی

نظر پہ قلب و غزلخوان و چاک پیراہن
عجیب شان سے طیبہ کو جا رہا ہے کوئی

اُسے پناہ میں لیلے مدینتہ المحبوبؐ
رواں دواں ترے کوچے میں آ رہا ہے کوئی

"گدائے کوئے تو از ہشت خُلد مستغنی است"
وفورِ شوق میں یہ گنگنا رہا ہے کوئی

خبر بھی ہے کہ نہیں، تم کو قافلے والو
کہ پا پیادہ بھی ہمراہ آ رہا ہے کوئی

پہونچ گیا ہے جو اب قافلہ سرِ منزل
تو جیسے دل کو مرے گدگدا رہا ہے کوئی

سحر کے وقت نسیمِ کرم کے جھونکوں سے
جو محوِ خواب ہیں اُن کو جگا رہا ہے کوئی

کسی کو دیکھئے، ہے محوِ خواب محمل میں
تو فرشِ خاک پہ کمبل بچھا رہا ہے کوئی

کسی کا ہاتھ ہے دل پر، تو کوئی آہ بہ لب
نگاہ نیچی کئے، مسکرا رہا ہے کوئی

کسی کی طاقتِ دیدار دے چکی ہے جواب
نظر جھکائے ہوئے تھرتھرا رہا ہے کوئی

کھلی ہیں آنکھیں، مگر کچھ نظر نہیں آتا
کچھ ایسا محوِ تحیّر بنا رہا ہے کوئی

یہ مہر و ماہ کا عالم، یہ نورِ گنبدِ سبز
کہ رنگ رنگ کے جلوے دکھا رہا ہے کوئی

لپٹ لپٹ کے "ستونِ[ل] ابی لبابہؓ" سے
ہزار اشکِ ندامت گرا رہا ہے کوئی

اُدھر حریمِ رسالتؐ کے ایک گوشے میں
بصد خشوع حدیثیں پڑھا رہا ہے کوئی

قریبِ روضۂ اقدس، بہ لحنِ داؤدیؑ
ادب سے سورۂ طٰہٰ، سنا رہا ہے کوئی

شمیمِ بادۂ عرفاں کا فیض جاری ہے
بغیرِ شیشہ و ساغر پلا رہا ہے کوئی

کہیں حمیدؔ نہ ہو، بڑھ کے زائرو دیکھو
سرورِ شوق میں کچھ گنگنا رہا ہے کوئی

[ل] حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابیوں میں ہیں، ایک مرتبہ آپ جہاد میں نہ گئے، بعد کو خود ہی ندامت ہوئی اور اس زور کا احساسِ ندامت ہوا کہ اپنے کو مسجد میں ایک ستون سے باندھ دیا، بالآخر جب رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لائے، اور ابولبابہؓ کی بریت میں وحی نازل ہوئی، تو اپنے دستِ مبارک سے ابولبابہؓ کو کھولا، اس نسبت سے اس کو "ستونِ ابی لبابہؓ" کہتے ہیں۔۱۲

چہ شامِ دل آرا، چہ صبحِ بہارے

صبا لائی ہے کیا نویدِ مسرّت	اُبھر آئے جذباتِ پنہاں ہمارے
دھڑکنے لگا اِس طرح دل ہمارا	کوئی جیسے بیتاب ہو کر پکارے
نسیمِ سحر نے یہ کیا گُل کھلایا	اُٹھے جا رہے ہیں حجابات سارے

نگا ہے کہ اُفتد بہ ہر مرغزارے
گلستاں گلستاں، بہارے بہارے

بُولوں کے خیمے نظر آرہے ہیں	"مسیجید"[1] کے سامنے پیارے پیارے
حُدی خواں نے چھیڑا اِدھر اپنا نغمہ	اُدھر لیلیٰ شب نے گیسو سنوارے
شبِ تار میں شُغدفوں کی قطاریں	چلی جا رہی ہیں کنارے کنارے

بہر منزلے بخت خوش می رساند
چہ شامِ دل آرا، چہ صبحِ بہارے

اِدھر کوہ کا اک سوادِ مسلسل	اُدھر ضَو فگن آسماں پر ستارے
بُولوں پہ ہے نخلِ ایمن کا دھوکا	چمکتے ہوں جگنو کے جیسے شرارے

---

[1] مدینۂ منورہ کی گیارھویں منزل کا نام ہے۔ ۱۲

کوئی جوش میں بڑھ چلا آگے آگے   کوئی قافلے کے سہارے سہارے

دِلم خاک شد در رہِ شوق بارے

پسِ کاروان است مُشتِ غُبارے

عجب شان سے قافلہ جا رہا ہے   جُھکے پڑ رہے ہیں زمیں پر ستارے

غمِ دُوریِ راہ و منزل نہیں ہے   کہ ہیں ہمسفر مصطفٰی خاں ہمارے

مجھے ناخدا چھوڑ مرضی پہ اُن کی   جہاں بحرِ رحمت کے لیجائیں دھارے

ترحّم، ترحّم، خدارا ترحّم

بکویت فتادہ غریب الدّیارے

سحر نے کیا چاک اِدھر دامنِ شب   اُدھر جلوہ گر تھے حرم کے منارے

اِدھر کارواں "ذوالحلیفہ"[1] میں پہونچا   اُدھر ساربانوں نے کجاوے اُتارے

جدھر دیکھتا ہوں نگاہیں اُٹھا کر   چلے آ رہے ہیں محبّت کے مارے

فدایم بجانِ گرامی فدایم

چُنیں شہرِ خوبی، چُناں شہر یارے

---

[1] وادیِ ذوالحلیفہ = مدینۂ منوّرہ کی آخری منزل کا نام ہے، اِسی منزل کو "بیرِ علیؓ" بھی کہتے ہیں، اِس کے بعد کوئی اَور منزل نہیں، صرف منزلِ مقصود ہے، یہاں سے سوادِ شہر نظر آنے لگتا ہے، اَور سرزمینِ طیبہ کے انوار و آثار شروع ہو جاتے ہیں۔۱۲

رگ وپے میں دوڑیں مسرّت کی لہریں — کہ پیشِ نظر جانفزا ہیں نظارے

"حبیبی حبیبی"[1] کھڑے کہہ رہے ہیں — وہ معصوم غلماں صفت ماہ پارے

کوئی اُس کی معراجِ شوق آج دیکھے — کہ جس نے غمِ ہجر کے دن گذارے

حمیدؔ از سپاسے کہ شایاں نیرزد

دلم باز آسودہ شد در کنارے

اِدھر جذبۂ ذوق وشوقِ زیارت — اُدھر جانبِ قُبّہ نور اِشارے

وہ آئی نسیمِ خنک رُوح پرور — وہ دل کو دیئے بیخودی نے سہارے

کرو سجدۂ شُکر بس اے حمیدؔ اب — کہ بر آئے سب دل کے مقصد تمہارے

"بدوشِ صبا می رسد بُوئے یارے

چہ مرکب سُبک رَو، چہ نازک سوارے"

---
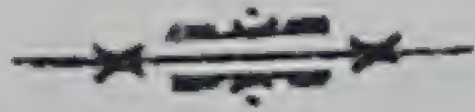
[1] چھوٹے چھوٹے حسین وخوش رو معصوم لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں "بُوئے بُوئے" یا "بی بی" (حبیبی حبیبی) کہتی ہوئی زائرین کو چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں، اور دیارِ حبیبؐ میں پہونچنے کی مبارکباد دیتی ہوئی نعت وسلام کے اشعار اپنے دلکش وپیارے لب ولہجہ میں پڑھنے لگتی ہیں۔ ۱۲ حمیدؔ

مہبطِ انوار

آگیا شاہِ دو عالمؐ کا دیار — ہوشیار، اے جانِ مُضطر ہوشیار

ڈھونڈھتی تھی گنبدِ خضرا کو تو — دیکھ! وہ ہے اے نگاہِ بیقرار

وہ نظر آئی مدینہ کی زمیں — چھا رہا ہے دیکھ وہ رنگیں غُبار

وہ پہاڑوں کا تسلسل دلفروز — چل رہی ہے جیسے اونٹوں کی قطار

دل ہوا جاتا ہے اپنا باغ باغ — گُل کھلاتی ہے مدینہ کی بہار

ذرّہ ذرّہ نور سے معمور ہے — کیا نظر آتی ہے شانِ کردگار

یہ وُہی پاکیزہ کوچے ہیں جہاں — چلتے پھرتے تھے شہؐ عالی وقار

آنکھ رکھوں اس زمیں پر یا قدم — ذرّہ ذرّہ ہو رہا ہے جلوہ زار

سجدہ کرتے جایئے ہر گام پر — چاہتا ہے دل یہی بے اختیار

بڑھ کے تو اے رُوح اب قُربان ہو — "یَا رَسُوْلَ اللّٰہؐ" کہہ کر ایک بار

جا جیو، پڑھتے رہو دل سے دُرود — ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر دم، بار بار

مجھ پہ بھی آقاؐ کرم فرمایئے — آپؐ ہیں دونوں جہاں کے تاجدار

سَر بسر آلودۂ عصیاں ہوں میں — آپؐ کی رحمت کا ہوں اُمّیدوار

اَب حریمِ قُدس کے آداب کی — دے مجھے توفیق اے پروردگار

اَب مدینہ سے نہ جانا اے **حمید**
زندگی کا کچھ نہیں ہے اعتبار

دیارِ قُدس

ہم کہاں، اور کہاں دیارِ حبیبؐ　　اللہ اللہ یہ ہمارے نصیب؟

دیکھو سنبھلو حمیدؔ، سنبھلو حمیدؔ　　آگیا آگیا، دیارِ حبیبؐ

ہونے والا ہے کیا، خدا جانے　　کچھ چمک ہو رہی ہے دل کے قریب

اُس کی قدرت ہے، اُس کی رحمت ہے　　میں اسیر، اور خاکپائے حبیبؐ

ہائے اُس وقت ہوگا کیا عالم　　جبکہ "ھٰذَا النَّبِیّ" کہے گا خطیب[1]

نگہِ آشنا وہ یاد ہے خواب　　یہی عالم تھا جب قریب قریب

کیجئے میرے غم کی چارہ گری　　دردمندوں کے آپؐ ہی ہیں طبیب

آپؐ ہی نے شرف یہ بخشا ہے　　ورنہ ایسے کہاں تھے میرے نصیب

نہیں معلوم کیا نظر آیا
محوِ حیرت ہے کیوں حمیدؔ غریب

---
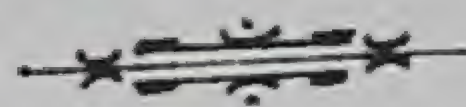
[1] تُرک سلاطین کے عہد میں خطیب جس وقت منبر پر بیٹھ کر جُمعہ کا خطبہ پڑھتا تھا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے ساتھ ساتھ "حجرۂ انور کی جانب" انگلی سے اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ ۱۲

فردوسِ نظر

قدم ارضِ طیبہ پہ ہیں رکھنے والے
سنبھالے کوئی آج ہم کو سنبھالے

یہاں جراتِ شوق سوئے ادب ہے
نگاہوں کو غافل ادب سے جھکا لے

بن آئی ہے اے طبعِ مشتاق تیری
جہانِ تجلّی کو دل میں بسا لے

اسے کیا ہوس کائناتِ جہاں کی
جو اس زندگی ہی میں جنّت کو پا لے

قدم کیوں نہ اہلِ مدینہ کے چوموں
جو ارضِ نبیؐ کے ہیں یہ رہنے والے

مدینہ کے کوچے ہیں، اور سیرِ جنّت
چھلکتے ہیں ساغر کے مانند چھالے

فراوانیِ جلوۂ حسن، توبہ!
چھپے جا رہے ہیں، نظر آنیوالے

غلاموں کے آقاؐ غریبوں کے مونس
مجھے بھی گدا اپنے در کا بنا لے

کروں کس زباں سے ادا شکر تیرا
حریمِ رسالتؐ میں پہونچانیوالے

سیہ کار ہوں، اور یہ آسرا ہے
کہ دامانِ رحمت میں کوئی چھپا لے

تجلّی زار

نظر مدینۃ النبیؐ کا ہے سماں لئے ہوئے
حریم دل ہے کائناتِ دو جہاں لئے ہوئے

میں پھر رہا ہوں اپنے دل میں تجلیاں لئے ہوئے
کبھی یہاں لئے ہوئے، کبھی وہاں لئے ہوئے

نظر نظر میں اک بہارِ بے خزاں لئے ہوئے
نفس نفس میں اک سرورِ جاوداں لئے ہوئے

مجھے بھی اپنے ساتھ اہلِ کارواں لئے ہوئے
بڑھے چلو بڑھے چلو، کشاں کشاں لئے ہوئے

میں چل رہا ہوں اغہائے دل کی روشنی میں یوں
بساطِ چرخ جس طرح ہے کہکشاں لئے ہوئے

وہ کثرتِ تجلّیات ہے کہ کھو گیا ہوں میں
یہ آ گیا ہے جذبِ دل مجھے کہاں لئے ہوئے

میں خود ہی وجد کر رہا ہوں اپنے حال و قال پر
مرا نصیب آ گیا مجھے یہاں لئے ہوئے

دیارِ پاک کے لئے یہ آسرا بھی کم نہیں
مرے غبارِ شوق کو ہے کارواں لئے ہوئے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ سجدہ گاہِ اہلِ شوق ہے
امانتیں ہیں "ذی سَلَم" کی وادیاں لئے ہوئے

چلی ہیں ذوق و شوق میں غلافِ کعبہ چومنے
گھٹائیں جھومتی اٹھیں گلابیاں لئے ہوئے

نگاہیں فرشِ راہ ہیں، لبوں پہ شورِ مرحبا
نسیمِ مصر آ رہی ہے ارمغاں لئے ہوئے

سلام پڑھ رہا ہے کیا خوشی میں جھوم جھوم کر
ترانۂ حُدیٰ[1] کا لطف ساربان لئے ہوئے

نظر کے سامنے فضا تمام جگمگا اٹھی
اُحد وہ رونما ہوا تجلّیاں لئے ہوئے

---

[1] حُدی = وہ گیت جو شتربان اونٹ کو ہانکتے وقت گاتے ہیں، اور اونٹ اس سے مست ہو کر تیز چلنے لگتے ہیں ۱۲۔

وہ سبز گنبدِ نبیؐ کی اللہ اللہ رفعتیں — زمیں ہی اپنے سر پہ جیسے آسماں لئے ہوئے

سکوں کہیں نہ مل سکا، ملا تو بس یہیں ملا — گئے تھے دل کی آرزو کہاں کہاں لئے ہوئے

وہ اُٹھ کے پچھلی رات کو، چلے ہیں جانبِ حرم — دلوں میں ہم سرورِ نغمۂ اذاں لئے ہوئے

اِدھر ہجومِ اہلِ دل ہے بابِ جبرئیلؑ پر — اُدھر سے پاسباں بڑھے ہیں کُنجیاں لئے ہوئے

وفورِ ذوقِ سجدہ میں عجیب نعمتیں ملیں — اُٹھا سرِ نیاز کیفِ بیکراں لئے ہوئے

ٹہل رہے ہیں صحن میں تمام ساقیِ حرم — کٹوریاں لئے ہوئے، صُراحیاں لئے ہوئے

عجب ہے منظرِ لطیف منبرِ رسولؐ کا — وہ حلقے میں کبوتر اور قُمریاں لئے ہوئے

نماز پڑھ کے جالیوں کے پاس فرطِ شوق میں — پہنچ گئے حدیثِ دل کو بعد ازاں لئے ہوئے

بڑھے مُزوِّر اس طرح حریمِ قدس کی طرف — جلو میں اپنے اک ہجومِ عاشقاں لئے ہوئے

قدم حدِ نیاز سے کسی کا تا نہ بڑھ سکے — ادب سے پاسباں کھڑے ہیں قمچیاں لئے ہوئے

شعاعِ نور بن گیا نشانِ سجدۂ نیاز — اُٹھی جبینِ شوق خاکِ آستاں لئے ہوئے

سُنا رہے ہیں زائرین اپنا اپنا حالِ دل — بیان اپنا، اور اپنی ہی زباں لئے ہوئے

بصد ادب، بشوقِ دل، بچشمِ تر، دعا بہ لب — کھڑے ہیں مصطفاؔ بھی نذرِ آستاں لئے ہوئے

قریب اک ستون کے حمیدؔ بھی ہیں سر نگوں
دل و جگر میں شورشِ غمِ نہاں لئے ہوئے

جَلوہ گاہِ رسَالتؐ

پڑیں آج کِس جَلوہ گہہ پر نِگاہیں
نِگاہیں مری بَن گئیں جَلوہ گاہیں

یہ کس بام پر پڑ رہی ہیں نگاہیں
گری جا رہی ہیں سَروں سے کُلاہیں

اُنھیں مِل گئیں کیا تری جَلوہ گاہیں
کہاں ہوگئیں گُم پہونچ کر نِگاہیں

جنھیں ڈھونڈھتی تھیں ہماری نگاہیں
یہی ہیں یہی ہیں، وہ جَنّت کی راہیں

کِسی کی رَسائی ہو کیونکر یہاں تک
شہنشاہِ کونینؐ جب تک نہ چاہیں

ہے پیشِ نظر آج وہ نورِ وَحدت
مُنوّر ہیں جس نور سے خانقاہیں

بھٹکنے کا خطرہ نہیں اَب رہا کچھ
مجھے مِل گئیں میری مَنزل کی راہیں

بہت کچھ کیا پاسِ آداب دل نے
نِکل ہی گئیں پھر بھی کچھ مُنھ سے آہیں

جو کہنا ہو کہہ لو حمیدؔ آج اُن سے
کہ اِس وقت ہیں مُلتفت وہ نِگاہیں

نظّارۂ مدینۃ الرّسولؐ

مرحبا، مرحبا نظر آیا — حرمِ مصطفےٰؐ نظر آیا
کیا بتاؤں کہ کیا نظر آیا — جلوۂ کبریا نظر آیا
سجدۂ شکر کیوں ادا نہ کروں — روضۂ مصطفےٰؐ نظر آیا
محوِ حیرت ہو اِس قدر تو کیوں — چشمِ پُرشوق کیا نظر آیا؟
محو ہوں، سوجھتا نہیں گنبد — حاجیو! دیکھنا نظر آیا؟
جان میں جان آگئی واللہ — جب درِ مصطفےٰؐ نظر آیا
سبز گنبد کے سبز پردے میں — کچھ عجب ماجرا نظر آیا
جالیوں کے ہر ایک روزن سے — نورِ ربُّ العلا نظر آیا
سبز پردے کا کیا کہوں عالم — مجھ کو نورِ خدا نظر آیا
سر جھکا جا رہا ہے سجدے میں — کس کا یہ نقشِ پا نظر آیا
بابِ جبریلؑ کی طرف جو گئے — عالم اِک دوسرا نظر آیا
ہے نظر کا کچھ اور ہی عالم — آج کیا جانے کیا نظر آیا

آج مجھ کو حمیدؔ طیبہ میں
نعت پڑھتا ہوا نظر آیا

سلام بدرگاہِ خیرُالانام

علیہِ الصّلوٰۃ والسّلام

آفتابِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام
ماہتابِ نبوّتؐ پہ لاکھوں سلام

باغِ جنّت کے ہیں پھول رُخ پر نثار
روئے انور کی رنگت پہ لاکھوں سلام

"اُمّتی اُمّتی" لب پہ جاری رہا
ناز بردارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

خود سروں کو پڑھایا سبق عجز کا
مصدرِ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں سے بھی پیش آئے جو خُلق سے
ایسی پاکیزہ سیرت پہ لاکھوں سلام

اک اشارے میں شق کر دیا چاند کو
ایسے ماہِ رسالتؐ پہ لاکھوں سلام

جس نے باغِ جہاں کو معطّر کیا
اُس پسینہ کی نکہت پہ لاکھوں سلام

جس کے محتاج ہیں سب غریب و امیر
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

عاصیوں پر جو بخشش کے در کھول دے — ایسے تاجِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے عالم منوّر ہوا — اُس ظہورِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

ابتدا جس کی ہو آپؐ کے نام سے — ایسی دلکش عبارت پہ لاکھوں سلام

جگمگاتی جو ذکرِ رسالتؐ سے ہو — اُس سحر کی لطافت پہ لاکھوں سلام

باریابی کا حاصل ہو جس کو شرف — اُس سلامِ محبّت پہ لاکھوں سلام

خوابگاہِ رسالتؐ پہ بیحد دُرود — سبز گنبد کی نُزہت پہ لاکھوں سلام

جب لیا نام، دل کو سُکوں ہو گیا — مونسِ رنج و کُلفت پہ لاکھوں سلام

روز و شب ہے میسّر حضوری اُنھیں — اہلِ طیبہ کی قسمت پہ لاکھوں سلام

مجھ گنہگار پر بھی ہو لُطف و کرم — آپ کی چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آگیا پھر لبوں پر محمدؐ، حمید

بھیجئے نامِ حضرتؐ پہ لاکھوں سلام

اے حبیبِ خدا سلام علیک

اے حبیبِ خدا سلام علیک
مرحبا مرحبا سلام علیک

شاہِ ارض و سما سلام علیک
مالکِ دوسرا سلام علیک

اَلسّلام اے طبیبِ دردِ حیات
دافعِ ہر بلا سلام علیک

اَلسّلام اے تجلّیِ کعبہ
رہبرِ غارِ حرا سلام علیک

اَلسّلام اے مہِ شبِ اسریٰ
نورِ بدرُ الدّجیٰ سلام علیک

آئنہ دارِ بزمِ صبحِ ازل
شرحِ شمسُ الضّحیٰ سلام علیک

جلوہ افروزِ سدرہ و طوبیٰ
نورِ عرشِ عُلا سلام علیک

مسند آرائے بزمِ کون و مکاں
جلوۂ کبریا سلام علیک

باعثِ کُن فکاں شہِ کونینؐ
وجہِ ہر دوسرا سلام علیک

دُرّۃُ التّاجِ رحمتِ باری
سیّد الانبیا سلام علیک

قبلۂ روح و کعبۂ ایماں
حق رس و حق رسا سلام علیک

طالبِ جان و عینِ جانِ طلب
بندۂ حق نما سلام علیک

نامِ اقدس پہ صد ہزار درود
بعدِ صلِّ علیٰ سلام علیک

ہو پذیرا ز من غلامِ حقیر
اے شفیعُ الوریٰ سلام علیک

کہہ رہا ہے حمیدِ مدح سرا
بہزار التجا سلام علیک

راحتِ قلبِ بیقرار سلام

سرِّ وحدت کے رازدار سلام
مُلکِ کثرت کے شہریار سلام

زینتِ بزمِ کردگار سلام
باغِ فردوس کی بہار سلام

راحتِ قلبِ بیقرار سلام
فرحتِ چشمِ اشکبار سلام

اَلسّلام اے جمالِ مُلکِ اللہ
تاجداروں کے تاجدار سلام

اَلسّلام اے محمّدِ عربیؐ
ہم غریبوں کے غمگسار سلام

رُوئے اَنور پہ عطر بیز دُرود
زُلفِ اَطہر پہ مُشکبار سلام

"قابَ قوسَین" اور "اَو اَدنیٰ"
ایسی خلوت پہ لاکھ بار سلام

جس نے تاریک دل کیے روشن
ایسے جلوے پہ نور بار سلام

جو گنہگار کو پناہ میں لے
ایسی رحمت پہ صد ہزار سلام

میرے آقاؐ پہ، میرے مولاؐ پر
بے عدد اور بے شُمار سلام

صدقے اَپنے بُلانے والے کے
بھیج اے قلبِ بیقرار سلام

لُطف تو جب سلام کا ہے حمیدؔ
خود کرے رُوح بار بار سلام

قبلۂ عاشقاں سلامٌ علیک

رحمتِ دو جہاں سلامٌ علیک — والیِ بیکساں سلامٌ علیک
السّلام اے امامِ جملہ رُسل — ختمِ پیغمبراں سلامٌ علیک
السّلام اے شفیعِ روزِ جزا — حامیِ عاصیاں سلامٌ علیک
السّلام اے مصحّحِ الحسنات — راحتِ قلب و جاں سلامٌ علیک
مرحبا مرحبا شہِ لولاک — نازشِ دو جہاں سلامٌ علیک
اے سراجِ منیر و بدرِ کمال — نورِ کون و مکاں سلامٌ علیک
مہرِ تابانِ لیلۃُ الاسریٰ — ماہِ عرش آستاں سلامٌ علیک
صاحب التاج و صاحب المعراج — کاشفِ رمزِ جاں سلامٌ علیک
مسند آرائے محفلِ کونین — صدرِ بزمِ جناں سلامٌ علیک
حاملِ سرِّ وحدت و کثرت — باعثِ کُن فکاں سلامٌ علیک
حاصلِ دیں، خلاصۂ ایماں — سرورِ انس و جاں سلامٌ علیک
رہبرِ خلق و رحمتِ عالم — ہادیِ ہادیاں سلامٌ علیک
عینِ ایمان و کعبۂ مقصود — قبلۂ عاشقاں سلامٌ علیک

چارہ سازِ دلِ غریب حمیدؔ
وجہِ آرامِ جاں سلامٌ علیک

حُسنِ نظر

جو دیکھنا چاہا تھا وُہی دیکھ رہے ہیں
یعنی حرمِ پاکِ نبیؐ دیکھ رہے ہیں

یک نغمۂ نشنیدہ و یک جلوۂ بے رنگ
سُنتے ہیں کبھی، اور کبھی دیکھ رہے ہیں

جُنبشِ حرمِ قُدس کے پردے کو ہے پیہم
پھیلی ہوئی اِک رَوشنی سی دیکھ رہے ہیں

ہٹتی نہیں جس چیز پہ پڑتی ہیں نگاہیں
جس رُوز سے دیکھا ہے یہی دیکھ رہے ہیں

خود اُن کی نظر پڑتی ہے اب دیکھیے کس پر
یوں دیکھنے والے تو سبھی دیکھ رہے ہیں

اللہ کی رحمت سے ملی دولتِ کونین
ایک ایسی حدیثِ نبویؐ دیکھ رہے ہیں

کیا جانئے کیا ڈھونڈھتی پھرتی ہیں نگاہیں
ایک ایک مدینہ کی گلی دیکھ رہے ہیں

عالم ترا دیکھیں گے ٹھہر اے شبِ مہتاب
ہم گنبدِ خضرا کو ابھی دیکھ رہے ہیں

اِحساس سا ہوتا ہے پہونچتے ہی حرم میں
جیسے کہ رسولِ عربیؐ دیکھ رہے ہیں

بیٹھے ہوئے پردے کے قریب آپ حمیدؔ اب
کیا رَاہِ نسیمِ سحری دیکھ رہے ہیں؟

حاصلِ عُمر

تنہا بس ایک جلوۂ وحدت طراز ہے
اب کوئی آئنہ ہے، نہ آئینہ ساز ہے

اُس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
یہ وہ نماز ہے کہ مجھے جس پہ ناز ہے

یہ حاصلِ رکوع و سجودِ نماز ہے
میرا سرِ نیاز، ترا پائے ناز ہے

کیا قربِ خاص وقتِ سجودِ نماز ہے
جو سجدہ ہے وہ خاص عبادت کا راز ہے

گو میں گناہگار ہوں، لیکن یہ ناز ہے
تم رحمتِ خدا ہو، وہ بندہ نواز ہے

نورِ خدا ہے روئے منوّر سے آشکار
اِس آئنہ میں جلوۂ آئینہ ساز ہے

ہے جس قدر وسیع ترا دامنِ کرم
اُتنا ہی اپنا دستِ تمنّا دراز ہے

رکھنا قدم سنبھل کے ذرا رہروانِ عشق
ہر ذرّہ کوئے حسن کا دُنیائے راز ہے

جو لب پہ آگیا، وہ تھا اک اضطرارِ شوق
جو دل میں رہ گیا وہ محبّت کا راز ہے

گذرے جو تیری برقِ تجلّی کی دید میں
وہ ایک لمحہ حاصلِ عمرِ دراز ہے

جو مانگنا ہو مانگ لو اِس وقت اے حمیدؔ
اللہ کا کرم ہے، درِ فیض باز ہے

خُلدِ نظّارہ

جو خُم کے خُم پی کے بھی نہ بہکے، حرم میں مدہوش ہو رہے ہیں
یہاں ہیں کیفیتیں ہی ایسی، کہ خود فراموش ہو رہے ہیں

تجلّیِ حُسنِ نَو بنَو سے کچھ ایسے مدہوش ہو رہے ہیں
کہ رنگ و بُو کے تمام جلوے نظر سے رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ نکہتِ روضۂ پیمبرؐ، فضا مُعطّر، ہوا مُعطّر
ہمارا اب پُوچھنا ہی کیا ہے، چمن دَر آغوش ہو رہے ہیں

خوشا دَر و بام کے مناظر، زہے دُرود و سلامِ پیہم
یہ خُلدِ نظّارہ بن رہے ہیں، وہ جنّتِ گوش ہو رہے ہیں

قدم قدم پر ظہورِ تازہ، نفس نفس میں سُرورِ تازہ
نظر نظر میں وہ نُورِ تازہ، کہ مست و مدہوش ہو رہے ہیں

قبول سب ہو گئیں دُعائیں، مُعاف سب ہو گئیں خطائیں
سحابِ رحمت برس رہا ہے، کرم ہم آغوش ہو رہے ہیں

زبان و دل احترام کر لیں، دُرود پڑھ لیں، سلام کر لیں
کچھ التجائیں بھی ہم کریں گے، ابھی تو خاموش ہو رہے ہیں

یہ کیف و وجدانِ غیر فانی، کہ رُوح ہے محوِ ہمکلامی
یہ پردۂ سازِ دل کے نغمے، جو محرمِ گوش ہو رہے ہیں

اُٹھے ہوئے ہیں تمام پردے، مگر خدا جانے بات کیا ہے
ابھی نگاہوں کے سامنے تھے، ابھی وہ رُوپوش ہو رہے ہیں

یہ قُبّۂ نُور کے نظارے، یہ رنگ و نکہت، یہ چاند تارے
حمیدؔ یہ حال ہے ہمارا، کہ جیسے مَے نوش ہو رہے ہیں

اللہ اکبر، اللہ اکبر

کیفِ حضوری، اللہ اکبر — چھایا ہوا ہے دیدہ و دل پر
پیشِ نظر ہے روضۂ اطہر — آنکھیں بھی روشن، دل بھی منوّر
تشنہ لبوں پر بخششِ پیہم — صلّی علیک، اے ساقیِ کوثر
بادۂ عرفاں، کیفِ مجسّم — جھوم رہے ہیں شیشہ و ساغر
وقفِ زیارت چشمِ تمنّا — مُہرِ سکوتِ شوق لبوں پر
یوں ہیں وہ ہم آغوشِ تصوّر — بھول گیا ہوں خود کو بھی یکسر
دیکھتے ہیں وہ میری جانب — دل کو ہوا محسوس یہ اکثر
برقِ تجلّی کوند رہی ہے — جالی کے باہر، جالی کے اندر
گنبدِ خضرا، شمعِ تجلّی — محوِ نظارہ ہیں مہ و اختر
حلقہ بگوشِ بامِ حرم ہیں — کس کے پیامی ہیں یہ کبوتر
جذبِ سوادِ شامِ مدینہ — لرزاں لرزاں خسروِ خاور
جلووں کو اُن کے خوب ہی دیکھا — دور بھی ہٹ کر، پاس بھی جا کر
حاصلِ زیست انعامِ حضوری — جس کو بھی ہو جائے میسّر
مجکو بھی لے آغوش میں اپنی — صدقے بقیعِ پاک میں تجھ پر
طیبہ میں مرنا، طیبہ میں جینا — یہ بھی ہے بہتر، وہ بھی ہے بہتر

وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ

دیکھے تو کوئی رحمتِ سلطانِ مدینہؐ　　میں، اور درِ دولتِ سلطانِ مدینہؐ

ارشادِ خدا ہے "وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ"　　جس سے ہے عیاں رفعتِ سلطانِ مدینہؐ

اللہ کی تنویر میں ہے آپؐ کی صورت　　ہے رویتِ حق، رویتِ سلطانِ مدینہؐ

جلووں سے ہے معمور سیہ خانۂ عالم　　اے صلِّ علیٰ طلعتِ سلطانِ مدینہؐ

فردوسِ نظر، کعبۂ اربابِ محبّت　　ہے رشکِ اِرم جنّتِ سلطانِ مدینہؐ

کافر ہے وہ بدبخت، جو اُس دل کو کہے دل　　جس دل میں نہ ہو اُلفتِ سلطانِ مدینہؐ

یارب نگہِ لطف رہے روزِ قیامت　　شرمندہ نہ ہو اُمّتِ سلطانِ مدینہؐ

محشر کا نہیں خوف، کہ ہیں شافعِ محشر　　محبوبِ خدا حضرتِ سلطانِ مدینہؐ

بیچارہ حمید اپنی خطاؤں پہ خجل ہے
دیکھ اسے نگہ رحمتِ سلطانِ مدینہؐ

جلوۂ ناز

مدینہ ہے اور جلوہ سامانیاں ہیں
حبیبِ دو عالمؐ کی مہمانیاں ہیں

اِدھر عاصیوں کو پشیمانیاں ہیں
اُدھر رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

میں اے قبرِ نور تجھ پر تصدّق
عجب تیرے جلووں کی تابانیاں ہیں

نگاہوں کی فردوس ہے بزمِ طیبہ
جدھر دیکھئے جلوہ سامانیاں ہیں

حریمِ رسالتؐ کا فیضان یہ ہے
پریشانیاں ہیں، نہ حیرانیاں ہیں

شبِ قدر ہو، یا فروغِ سحر ہو
یہ سب تیرے جلووں کی تابانیاں ہیں

میسّر ہیں جن کو ترے در کے سجدے
انھیں کی سرافراز پیشانیاں ہیں

جنونِ محبّت کو اللہ رکھے
مبارک یہ میری پریشانیاں ہیں

یہ دیوانگیِ محبّت ہے ناصح
مبارک مجھے میری نادانیاں ہیں

مدینہ کہاں، اور کہاں میری قسمت
تری رحمتوں کی فراوانیاں ہیں

حمیدؔ ان کی رنگینیاں کوئی دیکھے
یہ اشعار ہیں، یا گل افشانیاں ہیں

سرکارِ دوعالم (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

کونین میں شہرت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

مومن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوشِ محبّت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھ لوں
جنّت ہے تو جنّت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

انوارِ تجلّی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمعِ رسالتؐ ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

مُردے ہی نہ جی اُٹھیں، پتھّر بھی پڑھیں کلمہ
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

لازم ہے جسے رہنا سرتاجِ اُمم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطّر ہو
پھیلی ہوئی نکہت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

اے زائرؐ خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
دراصل زیارت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

تاحشر رہے یارب محفوظ حوادث سے
دل میں جو امانت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

کہتے ہوئے مرقد سے محشر میں حمیدؔ آئے
مجکو تو ضرورت ہے سرکارِ دوعالمؐ کی

ؔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے :- "مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ" جو شخص بعد وفات میری زیارت کرے گویا اُس نے زندگی میں میری زیارت کی ۔۱۲

حُسنِ تجلّی

یہ آج کیسا عالم ہے طاری — یا سجدہ ریزی، یا اشکباری

صبر آزما دل، صبر آزما دل — یہ بیقراری، یہ بیقراری

اُنظُر اِلَینا، اُنظُر اِلَینا — محبوبِ باری، محبوبِ باری

بُستانِ طیبہ، اللہ اللہ — ٹھنڈی ہوائیں، اَبرِ بہاری

خوشبو کی لپٹیں آتی ہیں پیہم — قرباں جس پر مُشکِ تتاری

ہاتھوں میں لرزش، لب پر دعائیں — اشکِ مسلسل آنکھوں سے جاری

ہے سبز گنبد نظروں کا مرکز — "اَنتَ حَبیبی" لب پر ہے جاری

شوقِ زیارت، ذوقِ عبادت

دن ہیں ہمارے، راتیں ہماری

رشکِ جنّت

صبا نے نویدِ مسرّت سُنا دی — تصوّر نے طیبہ کی صورت دکھا دی

مجھے شاہراہِ حقیقت دکھا دی — مری زندگی اصطفا نے بنا دی

دکھائی دیا قبّۂ نور مجھ کو — نظر میں نے جب بیخودی میں اُٹھا دی

نظر آتے ہی آستانِ رسالتؐ — ادب سے جبینِ عقیدت جھکا دی

اُٹھو جلد وقت آگیا حاضری کا — ندا دیر سے کر رہا ہے منادی

مزہ ہے یہیں کچھ نمازوں کا اے دل — کبھی اجتماعی، کبھی انفرادی

نگاہوں میں ہے وہ حدیثِ مبارک[۱] — شفاعت کی جس نے بشارت سُنا دی

ہوئی پردۂ در کو جنبش جو پیہم — حضوریِ دل کی نزاکت بڑھا دی

نچھاور ہوئے جاتے ہیں ماہ و انجم — نظر قبّۂ نور پر یوں جما دی

خدا نے شرف یہ مدینہ کو بخشا — کہ اک اک گلی رشکِ جنّت بنا دی

مدینہ میں آکر کھُلیں میری آنکھیں
حمیدؔ اپنی عمر آہ میں نے گنوا دی

---

[۱] اُس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جو روضۂ اقدس کی جالیوں کے قریب ایک دیوار پر کندہ ہے: "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ" جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی ۔۱۲

حضوریِ حریمِ رسالتؐ

دیارِ مصطفیٰؐ ہے اور میں ہوں
فضائے جانفزا ہے، اور میں ہوں

مدینہ کی فضا ہے اور میں ہوں
صدائے مرحبا ہے، اور میں ہوں

دماغ اپنا نہ کیوں اب عرش پر ہو
نبیؐ کی خاکِ پا ہے، اور میں ہوں

کہوں کیا دل کی کیفیت کا عالم
نگاہِ آشنا ہے، اور میں ہوں

کبھی ہوں جالیوں کے پاس گریاں
کبھی بابُ النسا ہے، اور میں ہوں

تہجّد کی یہ کیفیت اور نمازیں
ستونِ[۱] عائشہؓ ہے، اور میں ہوں

---

۱ ستونِ عائشہؓ جس جگہ اب مُصلّٰیِ نبیؐ ہے، اس کے اختیار کرنے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روز یہیں نماز ادا فرمائی ہے، ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ نکلا تھا کہ "میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اُس کی فضیلت اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو وہاں جگہ پانے کیلئے لوگ قرعہ ڈالیں" اُس وقت سے صحابہؓ کو برابر اُس جگہ کی جستجو رہنے لگی، حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہؓ نے اُس جگہ کا پتہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بتایا، اِس مناسبت سے اُسے "ستونِ عائشہؓ" کہتے ہیں۔۱۲

بحمد اللہ کھلا ہے بابِ رحمت — مری آہِ رسا ہے، اور میں ہوں

حریمِ قدس کا پردہ اٹھا ہے — دلِ حیرت زدہ ہے، اور میں ہوں

نگاہِ شوق ہے منبر کی جانب — خطیبِ خوشنوا ہے، اور میں ہوں

نظر کے سامنے ہے قبۂ نور — سرورِ غم رُبا ہے، اور میں ہوں

غضب کی چاندنی چھٹکی ہوئی ہے — کسی کا سامنا ہے، اور میں ہوں

اُمنڈ آیا ہے دریا چشمِ تر سے — مزارِ فاطمہؓ ہے، اور میں ہوں

کھجوروں کے درختوں کا ہے سایہ — اُحد[۱] کا راستہ ہے، اور میں ہوں

مزہ دیتا ہے تنہائی میں رونا — شبِ عشرت فزا ہے، اور میں ہوں

محمدؐ مصطفیٰ کا ہے یہ احساں — کہ اب یادِ خدا ہے، اور میں ہوں

حمیدؔ اب کچھ نہیں ہے یاد مجھ کو
نبیؐ کا تذکرہ ہے، اور میں ہوں

---

[۱] اس پہاڑ کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، کہ: "جبلِ اُحد جنّت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے، یہ ہم کو دوست رکھتا ہے ہم اس کو دوست رکھتے ہیں۔" ۱۲

معراجِ دید

پیشِ نگہِ شوق یہ کیا دیکھ رہا ہوں
ہر سمت، مدینے کی فضا دیکھ رہا ہوں

یا خواب میں دیدارِ حرم کی تھی تمنّا
یا آج اُسے بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں

طیبہ کے در و بام کہاں، اور کہاں میں
یہ آج میں کیا شانِ خدا دیکھ رہا ہوں

توسیعِ حرم کی نئی تعمیرِ حسیں میں
اک منظرِ پُر نور نیا دیکھ رہا ہوں

گونجی ہے فضا "اہلاً و سہلاً" کی صدا سے
بیتابیِ اربابِ وفا دیکھ رہا ہوں

صدقے ترے انوار کے اے گنبدِ خضرا
ہر سمت تجھے جلوہ نما دیکھ رہا ہوں

کیوں آج نہ ہو میری نظر خلد در آغوش
رنگینیِ گلزارِ قبا دیکھ رہا ہوں

جس سمت بھی اُٹھ جاتی ہیں پُرشوق نگاہیں
چھائی ہوئی رحمت کی گھٹا دیکھ رہا ہوں

گُم ہو کے بہاروں میں گلستانِ حرم کی
کیفِ نگہِ اہلِ وفا دیکھ رہا ہوں

رہ رہ کے مہ و مہر مجھے دیکھ رہے ہیں
میں گنبدِ خضرا کی فضا دیکھ رہا ہوں

اک بندۂ عاصی پہ یہ اکرام و عنایات
بابِ حرمِ قدس کو وا دیکھ رہا ہوں

اللہ غنی آج ہم آغوشِ اجابت
اپنے دلِ مضطر کی دعا دیکھ رہا ہوں

یا رب یہ حقیقت ہے کہ ہے خواب کا عالم
انوار کے جھرمٹ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں

کونین کے جلوے سمٹ آئے ہیں نظر میں
تا حدِّ نظر نورِ خدا دیکھ رہا ہوں

اب کس سے کہوں گنبدِ خضرا کے کلس پر
جو روشنیِ عرشِ علا دیکھ رہا ہوں

دیکھیں مری نظروں کو ذرا دیکھنے والے
میں روضۂ محبوبِ خدا دیکھ رہا ہوں

اللہ رے ترا اوجِ مراتب کہ حمیدؔ آج
طیبہ میں تجھے نغمہ سرا دیکھ رہا ہوں

حریمِ جمال

نشاطِ بیمثال ہے، سرورِ لازوال ہے
مدینۃُ النّبی ہے اور حمیدِ خستہ حال ہے

عجیب جوشِ بیخودی، عجیب تر یہ حال ہے
نگاہ چار سُو ہے اور اِک طرف خیال ہے

بر آئی دل کی آرزو، حرم میں لائی جستجو
وہ عالمِ خیال تھا، یہ عالمِ مثال ہے

دُعا جو میرے دل میں ہے، نگاہِ مضمحل میں ہے
یہی زبانِ قال ہے، یہی زبانِ حال ہے

ہزار شوقِ دید ہو، حریمِ قُدس سامنے
نظر اُٹھا کے دیکھ لے، کسی کو کیا مجال ہے

مزاجِ حسن و عشق کا کچھ اِس طرح سمو گیا
جلال میں جمال ہے، جمال میں جلال ہے

دیارِ پاک میں خدا کی بخششیں تو دیکھئے
ہر ایک خوش جمال ہے، ہر ایک خوش خصال ہے

جہاں جہاں سے دیکھئے، اُسی طرح ہے جلوہ گر
نظر فروز کس قدر منارۂ بلالؓ ہے

نگاہِ شوق دیکھ لے، کلس کی سمت غور سے
بخطِّ نُور کچھ لکھا ہوا ہے، یا ہلال ہے

یہاں سے اب نہ جائیے، حدیثِ دل سنائیے
جدھر نظر اٹھائیے، جمال ہی جمال ہے

مدینہ کی گلیاں

مرا مُدّعا ہیں مدینہ کی گلیاں — مری رہنما ہیں مدینہ کی گلیاں
کہاں ایسی ہوتی ہیں پھولوں کی گلیاں — بہت خوشنما ہیں مدینہ کی گلیاں
وہ عالم کہ بس چلتے پھرتے ہی رہیے — عجب دلرُبا ہیں مدینہ کی گلیاں
سکون اور راحت ہے ہر ہر قدم پر — دلوں کی دوا ہیں مدینہ کی گلیاں
بہارِ گلستانِ جنّت یہیں ہے — بڑی پُر فضا ہیں مدینہ کی گلیاں
ہدایت کے چشمے جہاں سے ہیں جاری — وہ بحرِ عطا ہیں مدینہ کی گلیاں
سمجھتے ہیں یہ راز اہلِ معانی — دلِ با صفا ہیں مدینہ کی گلیاں
جو درکارِ صحت ہو، حاضر یہاں ہو — مریضو! دوا ہیں مدینہ کی گلیاں
نظر آتی ہے شکلِ اعمال سب کو — مگر آئینہ ہیں مدینہ کی گلیاں
یہاں جو ہیں ساکن وہ بیمار کیوں ہوں — کہ دارُالشّفا ہیں مدینہ کی گلیاں
پہونچ جائے گی کشتیِ دل سلامت — مری ناخدا ہیں مدینہ کی گلیاں
خدا، اور خدا کا نبی جانتا ہے — کہ دراصل کیا ہیں مدینہ کی گلیاں

کرو دیدہ و دل کو روشن جمیلؔ اب
اگر دیکھنا ہیں مدینہ کی گلیاں

وداعی نظر
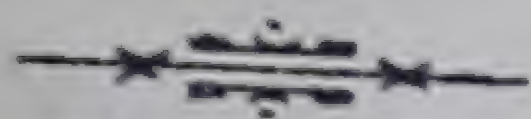
قابلِ ضبط، غمِ قلب و جگر ہو کہ نہ ہو — رُخ سے پردہ تو اُٹھے تابِ نظر ہو کہ نہ ہو

آج جی بھر کے حمیدؔ اُن کا نظارہ کر لو — پھر خدا جانے یہ اندازِ نظر ہو کہ نہ ہو

حالِ غم اُن کو بہرحال سُنانا ہے ضرور — نالہائے دلِ مضطر میں اثر ہو کہ نہ ہو

دل بھر آیا ہے تو جی کھول کے رو لینے دو — پھر کبھی جوش پہ یوں دیدۂ تر ہو کہ نہ ہو

در و دیوار سے سر پھوڑ کے مر جانے دو — پھر کبھی کوچۂ طیبہ میں گذر ہو کہ نہ ہو

اور کچھ لطف اُٹھا لوں میں جبیں سائی کا — پھر کبھی اس درِ والا پہ یہ سر ہو کہ نہ ہو

یہ خیال اور بھی دیوانہ کئے دیتا ہے — دیکھئے پھر بھی مدینہ کا سفر ہو کہ نہ ہو

یہی بہتر ہے کہ اب جان تصدّق کر دوں — ملتفت پھر نگہِ خاص اِدھر ہو کہ نہ ہو

اِک نظر دیکھ لو پھر گنبدِ خضرا کو حمیدؔ

منظرِ خاص یہ پھر پیشِ نظر ہو کہ نہ ہو

شوقِ حضوری

دِلم بیادِ مدینہ چو بلبلِ سحری
زند بہ روز و شباں خونفشاں نوائے فراق

أَحِنُّ إِلىٰ زِيَارَةِ حَيِّ لَيْلىٰ
وَعَهْدِي مِنْ زِيَارَتِهَا قَرِيْبُ

وَكُنْتُ أَظُنُّ قُرْبَ الدَّارِ يُطْفِي
لَهِيْبَ الشَّوْقِ فَازْدَادَ اللَّهِيْبُ

(قیس عامری)

میرا دل لیلیٰ کے قبیلے کے لئے بیچین ہو رہا ہے، حالانکہ تھوڑا ہی زمانہ گذرا ہے کہ میں اُس کی زیارت کر آیا ہوں، میں تو سمجھتا تھا کہ میری آتشِ شوق وہاں کی قُربت حاصل کرنے سے فرو ہو جائے گی، مگر کچھ اُلٹا اثر ہوا، کہ وہ اور بھڑک اُٹھی۔

نوائے فراق

آنے کو آگئے درِ خیر البشرؐ سے ہم
اب پھر رہے ہیں کھوئے ہوئے بیخبر سے ہم

دیکھ آئے ہیں جو چشمِ حقیقت نگر سے ہم
کہتے نہیں ہیں حضرتِ واعظ کے ڈر سے ہم

بیخود ہیں دیدِ روضۂ خیر البشرؐ سے ہم
کچھ کم نہیں ہیں اب کسی اہلِ نظر سے ہم

دیکھ آئے جیسے "غیب" کو رنگِ "شہود" میں
طیبہ میں جلوہ گر نگہِ معتبر سے ہم

یہ سب اُنھیں کی چشمِ توجّہ کا فیض ہے
واقف ہیں ورنہ اپنے غمِ بے اثر سے ہم

جنّت کا ذکر کرتے ہیں واعظ بہت، مگر
جنّت کو دیکھ آئے ہیں اپنی نظر سے ہم

اللہ رے حُسنِ دید کی کیف آفرینیاں
مدہوش ہیں تجلّیِ شام و سحر سے ہم

پیشِ نظر وہ دورِ مبارک تھا ہر طرف
گذرے حبیبؐ پاک کی جب رہگذر سے ہم

اللہ اکبر، اپنے قدم اور وہ خاکِ پاک؟
شرمندہ ہیں کہ کیوں نہ گئے چشم و سر سے ہم

"کیا واقعی دیارِ مدینہ میں آگئے؟"
حیرت سے پوچھتے تھے ہر اک ہمسفر سے ہم

حاصل عجب سکون تھا دیارِ حبیبؐ میں
محفوظ تھے زمانے کے ہر شور و شر سے ہم

پیشِ نگاہ شوق تھا وہ قبۂ جمیل
جس وقت دیکھتے تھے جہاں سے، جدھر سے ہم

بابِ حرم پہ کیفِ حضوری کے شوق میں
جا بیٹھتے تھے رات کو پچھلے پہر سے ہم

اُس آستانِ قدس کا اللہ رے احترام
کرتے تھے فرطِ شوق میں سجدے نظر سے ہم

وہ بابِ جبرئیلؑ کا منظر بھی یاد ہے
نظریں جُھکائے جاتے تھے اکثر اُدھر سے ہم

اشکوں میں پائی نکہتِ طیبہ بھی دُور تک
رُخصت ہوئے تھے جب درِ خیر البشرؐ سے ہم

کچھ ساکنانِ اہلِ مدینہ بھی رو دیئے
روئے لپٹ لپٹ کے جو دیوار و در سے ہم

اُن کے کرم سے پہلے نہ واقف ہوئے کبھی
اپنی دُعائے نیم شبی کے اثر سے ہم

ہاں اے نسیمِ صُبحِ مدینہ، خوش آمدی!
تیرے ہی انتظار میں تھے رات بھر سے ہم

پھر آستانِ عرش نشاں پر بُلائیں گے
رکھتے ہیں یہ اُمید شہِ بحر و برؐ سے ہم

پہونچا دیا نصیب نے اُنکی اگر کہیں
سر کو نہ پھر اُٹھائینگے اُس سنگِ در سے ہم

یارب وہ ذوق و شوق کا عالم کہاں گیا
آنسو بہا رہے تھے ابھی چشمِ تر سے ہم

دُنیائے عاشقی میں ہوئے سرفرازِ شوق
احباب کی دُعائے محبّت اثر سے ہم

دیدِ جمالِ گنبدِ خضرا میں کیا نہیں
کیا پائیں گے مناظرِ شمس و قمر سے ہم

کیا جانیے اِک نگاہ میں کیا بن گئے حمیدؔ
پیرِ حرم کی چشمِ حقیقت نگر سے ہم

سوزِ ہجر

عجب سرور کے دن تھے، عجب زمانا تھا
لبوں پہ "انتَ حبیبی" کا جب ترانا تھا

وہ جبہ گوش بر آواز اک زمانا تھا
ہمارا درد میں ڈوبا ہوا فسانا تھا

وہیں سے ہو کے فدا سوئے خلد جانا تھا
حمید تجھ کو مدینے سے پھر نہ آنا تھا

رہِ حبیبؐ خدا، اور سر اُٹھائے ہوئے
قدم قدم پہ مجھے سجدہ کرتے جانا تھا

وہ وقتِ صبح، وہ ٹھنڈی ہوا، وہ عالمِ شوق
میں سر بسجدہ تھا، اور قافلہ روانا تھا

وفورِ بیخودیِ شوق میں رہا نہ خیال
کہ سجدہ گاہِ ادب کس کا آستانا تھا

بہت بعید مرے نفس نے مجھے رکھا
بہت قریب حرم کے مرا ٹھکانا تھا

یہ اضطرابِ حضوری سن اے دلِ بیتاب
بہت ادب سے تجھے حالِ غم سنانا تھا

گناہگاروں پہ بخشش سے کھل گیا یہ راز
گناہ رحمتِ حق کے لئے بہانا تھا

درِ حضورؐ پہ دل تھا کچھ اس طرح سے غنی
کہ جیسے قبضے میں کونین کا خزانا تھا

یہ کیا کیا، جو گذرنا تھی وہ گذر جاتی
سرِ نیاز نہ اُس در سے پھر اُٹھانا تھا

ذرا تو اور رُکے ہوتے قافلے والو
کسی غریب کے دل کو نہ یوں دکھانا تھا

حمید پیشِ نظر تھا مدینۂ محبوبؐ
نہ خواب کا تھا وہ عالم، نہ وہ فسانا تھا

سُرور و نور

وہ عجیب وقت تھا جب چلے تھے دیارِ نکہت و نور سے
وہ عجب سماں تھا جدا ہوئے تھے جو آستانِ حضورؐ سے

وہ درود پڑھنا مرا حرم میں کمالِ کیف و سرور سے
کبھی جالیوں کے قریب سے، کبھی ہٹ کے سامنے دور سے

وہ عنایتیں، وہ نوازشیں، وہ نشاطِ دید کی بارشیں
جو ہجومِ جلوہ کی تابشیں نظر آئیں حجلۂ نور سے

"جبلِ اُحد" کے نظارے کی ہے نگاہِ شوق کو آرزو
نہ خیال باغِ نعیم کا، نہ ہے ذوق منظرِ طور سے

ہے مری نگاہ میں آج بھی، شبِ ماہ کی وہی دلکشی
وہ فضا میں چھٹکی ہے چاندنی، جو ضیائے قبۂ نور سے

کبھی مجھ کو محو نہ کرسکے، یہ رباب و چنگ کے زمزمے
کہ دل اپنا مست ہے باغِ طیبہ کے نغمہائے طیور سے

وہ نظر نواز تجلّیاں ، وہ سکوتِ دل ، وہ سکونِ جاں
یہ کسے مجال ، ملا سکے جو نظر کو پردۂ نور سے

مجھے "بیرِ غرس" [1] کی چاہ ہے ، مری تشنگی ہی گواہ ہے
یہ وہ تشنگی نہیں تشنگی ، جو بجھے شرابِ طہور سے

کبھی زائرانِ حرم اگر ، سوئے دشتِ بدر بھی ہو گزر
تو سلام کہنا مری طرف سے وہاں کے اہلِ قبور سے

کہوں کس سے رازِ غمِ نہاں ، کہ ہیں اشک آنکھوں سے کیوں رواں
وہ سکونِ قلب نہیں یہاں ، جو وہاں تھا قربِ حضورؐ سے

جو تڑپ حمیدؔ ہے آج کل ، اسی دُھن میں آئے مجھے اجل
مرے لب پہ ہوگی یہی غزل ، جو اُٹھوں گا شورِ نشور سے

---

[1] یہ کنواں مسجدِ قبا سے مشرقی جانب نصف میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۲

کیفِ غم

دیارِ ہند کو نسبت ہے کیا مدینے سے
یہ رنج ہے کہ میں کیوں آ گیا مدینے سے

نثار کیجیے اُس دل پہ قیمتِ کونین
کہ جس کو عشق ہو کعبے سے، یا مدینے سے

کہیں یہ لطف نہ مرنے میں ہے نہ جینے میں
کہاں میں جاؤں حبیبِ خدا مدینے سے

یونہی تو کہتے ہیں مرکز اسے دو عالم کا
کہ ہر مقام کا ہے راستہ مدینے سے

نگاہ بن نہیں سکتی زباں، تو کیا کہئے
یہ کیا بتاؤں کہ لایا ہوں کیا مدینے سے

خدا گواہ کہ اِس رنج و غم کے مارے نے
ہر ایک درد کی پائی دوا مدینے سے

نگاہ گنبدِ خضرا کے گرد پھرتی تھی
میں دل کو تھام کے رخصت ہوا مدینے سے

مریضِ ہجر اسی آرزو میں جیتا ہے
کہ لوگ لائیں گے خاکِ شفا مدینے سے

غمِ فراق کی ایذا پسندیاں، توبہ
مگر لگائے ہوں اِک آسرا مدینے سے

ادب سے کہہ نہیں سکتا، مگر حقیقت ہے
کہ میرے دل کو بھی ہے رابطہ مدینے سے

نزولِ رحمتِ باری کا وقت آیا ہے
اُٹھی وہ جھوم کے کالی گھٹا مدینے سے

تو ہی بتا مرے ذوقِ طلب میں کیا کہدوں
پیام لائی ہے بادِ صبا مدینے سے

درِ حبیب نے عالم سے بے نیاز کیا
حمیدؔ مجکو تو سب کچھ ملا مدینے سے

لذّتِ فراق

بہت غم خدا کی قسم ہو رہا ہے
مدینے سے چھٹنا ستم ہو رہا ہے

مرے دل پہ اور یوں ہجومِ بلا ہو
غضب کیا یہ خیرُالاُمم ہو رہا ہے

تصرّف ہوا دردِ دل پر یہ کس کا
نہ اب بڑھ رہا ہے، نہ کم ہو رہا ہے

خلش سوزِ غم کی مٹی جا رہی ہے
کوئی نا امیدِ ستم ہو رہا ہے

مرے دل کی بیتابیاں بڑھ چلی ہیں
کہیں ذکرِ صبحِ حرم ہو رہا ہے

میں جس حال میں بھی ہوں خوش ہوں الٰہی
بہر حال تیرا کرم ہو رہا ہے

تمنّائے کعبہ کروں آہ کیونکر
دلِ زار بیتُ الصّنم ہو رہا ہے

حمیدِ حزیں آج کل میرے آقا
گرفتارِ رنج و الم ہو رہا ہے

اشکِ ناچکیدہ
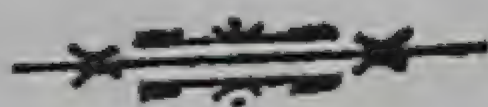
دل فرطِ غم سے شق ہی، سینہ بھی ہی دریدہ
کیا حمد و نعت لکھے کلکِ زباں بُریدہ

شاید یہی ہمارے دل کی لگی بجھائیں
باقی جو رہ گئے ہیں کچھ اشکِ ناچکیدہ

فی الحال یہ خلش ہی وجہِ سکوں ہی مجھ کو
دل سے مرے نہ کھینچو یہ ناوکِ خلیدہ

طیبہ کی یاد میں ہے دل بیقرار مضطرب
جامیؔ کے کچھ سنادے اشعارِ چیدہ چیدہ

جب کچھ خیال آیا، صبحِ حرم کا مجھ کو
بابُ السّلام والا یاد آگیا قصیدہ

میری غزل سرائی سُن اے غزالِ کعبہ
رَم کر نہ مجھ سے اتنا اے آہوئے رمیدہ

ہے نازشِ بہاراں طیبہ کا باغ، ورنہ
جو باغ ہی جہاں میں، ہے وہ خزاں رسیدہ

اے شیخِ پاک باطن توفیق ہو تو پی لے
یہ جام ہے اچھوتا، یہ مے ہے ناچشیدہ

وہ بے ادب رہے گا محروم فضلِ رب سے
جو خاصگانِ حق سے ہو جائے بدعقیدہ

ہر داغِ دل ہمارا فردوس در بغل ہے
رضواں نے کب یہ دیکھے گلہائے نو دمیدہ

گم کردہ راہِ حق کو قسمت سے مل گیا ہے
اک[1] رہبرِ طریقت، مردِ خدا رسیدہ

یادِ خدا ہو دل میں، ذکرِ نبیؐ ہو لب پر
سیکھو **حمید** سیکھو، یہ خصلتِ حمیدہ

---

[1] مرشدی و مولائی حضرت الحاج شاہ محمد عبدالغفور صاحب نقشبندی مجددی مہاجر مدنی دام ظلہم العالی۔ سہ

از فیضِ خاص حضرت عبدالغفور ما — دل را کہ مردہ بود حیاتے ز نو رسید
حمید

انجمن در خلوت

یہ شبِ غم، اور یہ تنہائیاں — یاد آتی ہیں وہ بزم آرائیاں

وہ بہارِ جلوۂ صبحِ حرم — وہ نسیمِ شوق کی انگڑائیاں

گنبدِ خضرا کا وہ زرّیں کلس — وہ شعاعِ مہر کی رعنائیاں

وہ اذاں کے نغمہائے دلفروز — گونجتی ہوں جس طرح شہنائیاں

وہ سکوتِ خاص، وہ باب السلام — وہ سکونِ قلب، وہ تنہائیاں

وہ قبا کے جلوہ ہائے رنگ و بو — وہ مری تخئیل کی رعنائیاں

وہ کھجوروں کے درختوں کی قطار — وہ روِش باغوں کی، اور وہ کھائیاں

ہائے وہ "عینِ[1] السنایا" کی بہار — ہر طرف وہ انجمن آرائیاں

اللہ اللہ یہ تصوّر کا فروغ — روبرو ہیں جیسے کچھ پرچھائیاں

مرحبا، جوشِ جنوں، صد مرحبا — مجھ کو ہیں منظور یہ رسوائیاں

کیجئے عزمِ مدینہ پھر حمید

کب تک آخر یہ خیال آرائیاں

---

[1] میدانِ اُحد میں جس مقام پر بحرِ کرم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک (جو جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تھے) اسی کے قریب ایک چشمہ "عین السنایا" بہہ رہا ہے۔ ١٢۔

تمنّائے مدینہ

ایسا تو ہو دل محوِ تماشائے مدینہ
جس سمت نظر جائے، نظر آئے مدینہ

سودا ہو اگر سر میں تو سودائے مدینہ
دل میں ہو تمنّا، تو تمنّائے مدینہ

دل میں رہے سلطانِ مدینہؐ کا تصوّر
اور آنکھ رہے محوِ تماشائے مدینہ

اللہ رے نسیم سحری کی وہ لطافت
وہ روح فزا منظرِ صحرائے مدینہ

تابانیِ انوار کا اللہ رے یہ عالم
ہے رشکِ قمر بھی اک ذرّۂ صحرائے مدینہ

کیا چیز ہے اللہ یہ اعجازِ تصوّر
جیسے تھے ابھی محوِ تماشائے مدینہ

صدقے میں شہیدانِ احدؓ کے مرے مولا
دکھلا دے مجھے پھر وہی صحرائے مدینہ

بیچین ہے دردِ غمِ فرقت سے حمیدؔ اب
پھر اس کو طلب کیجئے آقائے مدینہؐ

مقصودِ حیات

اک ذرّۂ حقیر سے ہرگز سوا نہیں
جس دل میں آرزوئے حبیبِ خدا نہیں

ذوقِ نیازِ عشق سے محروم ہی رہا
جو سر کہ آستانِ نبیؐ پر جھکا نہیں

واعظ بیانِ روضۂ رضواں بجا، مگر
کیا روضۃُ النّبیؐ کا نظارہ کیا نہیں

جب سے درِ حبیبؐ کا سجدہ ہوا نصیب
میری نظر میں اور کوئی اب فضا نہیں

اُن پر دُرود، اُن پہ سلام، اُن پہ رحمتیں
لُطف و کرم کی جن کے کوئی انتہا نہیں

میری نظر تو آیۂ "لَاتَقْنَطُوْا" پہ ہے
محرومیوں کا مجھ کو کسی سے گِلا نہیں

نظّارۂ جمالِ مدینہ، زہے نصیب
دامانِ چشمِ شوق میں اب میری کیا نہیں

اے آفتابِ حُسن، خدارا نگاہِ مہر
مُدّت سے میرے دل میں اُجالا ہوا نہیں

پیشِ نظر حریمِ رسالتؐ رہے حمید
کچھ اور حسرتِ دلِ درد آشنا نہیں

مدینہ کی باتیں

کرو ہمصفیرو مدینے کی باتیں
یہی ہیں حقیقت میں جینے کی باتیں

اسی طرح کچھ تشنگی کو بڑھائیں
کریں آبِ زمزم کے پینے کی باتیں

تقاضا غلامی کا یہ کہہ رہا ہے
کہ دن رات ہوں بس مدینے کی باتیں

مُبارک، جُنونِ محبّت مُبارک
یہ دیوانگی، اور قرینے کی باتیں

فضائے مدینہ ہے، یا بزمِ جنّت
نہ قصّے حسد کے، نہ کینے کی باتیں

مدینہ میں تھے جس زمانے میں حاضر
یہ ہیں اُس مُبارک مہینے کی باتیں

جو چاہو کہ تازہ رہے دین و ایماں
تو کرتے رہو تم مدینے کی باتیں

رہے پاسِ آداب، اے دل ہمیشہ
ہوں دیوانگی میں قرینے کی باتیں

سُنا دے خدارا کوئی پھر سُنا دے
وہی "بابِ رحمت" کے زینے کی باتیں

کھُلے گا نہ اشعار سے راز دل کا
خدا کو ہیں معلوم سینے کی باتیں

بنا کر مرے قال کو حال آقاؐ
چھُڑا دیجئے اِس کمینے کی باتیں

حمید اپنے دل کا یہی مدّعا ہے
کہ ہوتی رہیں کچھ مدینے کی باتیں

قسم در قسم

پھر مدینے کے لئے شوقِ فراواں کی قسم
دل ہے بیتابِ زیارت غمِ پنہاں کی قسم

یاد ہے صبحِ حرم، یاد ہے گلبانگِ اذاں
نغمۂ مرغِ نوا سنجِ گلستاں کی قسم

نظر افروزِ تماشا ہیں مغیلانِ حجاز
گل و نسریں کی قسم، سنبل وریحاں کی قسم

ہے ضیا بار بہت گنبدِ خضرا کا کلس
ماہِ تاباں کی قسم، مہرِ درخشاں کی قسم

چمن طیبہ کا ہر پھول ہے پُر کیف غزل
حضرتِ حافظِ سرشار و غزلخواں کی قسم

مہر کو اُس کفِ پا سے کوئی نسبت ہی نہیں
تابشِ جوہرِ آئینۂ عرفاں کی قسم

پھر دکھا دے چمنِ خلد کی کیاری کا سماں
تجھ کو میرے دلِ مہجور و پریشاں کی قسم

چاندنی رات مدینہ کی جو یاد آتی ہے
اک چمک ہوتی ہے دل میں شبِ ہجراں کی قسم

آجتک یاد ہے تلووں کی وہ پُر لطف کھٹک
تازگیِ خلشِ خارِ مغیلاں کی قسم

یاد آتا ہے مدینہ کی وہ بارش کا سماں
موسمِ گل کی قسم، ابرِ بہاراں کی قسم

پھر دکھا دے مجھے اطرافِ مدینہ کی بہار
تجھ کو اُس غیرتِ فردوس بیاباں کی قسم

پھر وہی نغمۂ دلسوز سُنا دے مجھ کو
قافلے کی تجھے سوگند، حُدی خواں کی قسم

ہیں مرے پیشِ نظر شام و سحر کے جلوے
ماہ و انجم کی قسم، نیّرِ تاباں کی قسم

چاند سی صورتیں وہ اہلِ مدینہ کی، جنھیں
دیکھتے رہیے کسی صاحبِ ایماں کی قسم

وہیں ایمان و محبّت کے مزے آتے ہیں
پوچھئے اہلِ محبت سے دل و جاں کی قسم

اب بھی رہ رہ کے مرے دل میں چمک ہوتی ہے
حرمِ طیبہ کی ہر شمعِ فروزاں کی قسم

ہے تصوّر میں بھی عالم تری محفل کا وہی
نالۂ نیم شبی و شبِ ہجراں کی قسم

جلوہ افروز ہے جیسے پسِ پردہ کوئی
دل دھڑکتا تھا مرا دیدۂ حیراں کی قسم

کوچۂ طیبہ میں مر کر مجھے جینا ہو نصیب
اک تمنا ہے یہی حسرتِ پنہاں کی قسم

سنتے ہیں دیکھنے والوں نے انھیں دیکھا ہے
ہم نے دیکھا نہ انھیں دیدۂ حیراں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اشکوں کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

اک غزل اور کہو جوشِ محبّت میں حمیدؔ
تم کو اپنے جگرِ مست و غزلخواں کی قسم

یادِ مدینہ

نہ ذکرِ نبیؐ ہے، نہ یادِ مدینہ — یہ جینا بھی ہے کوئی جینے میں جینا
جو ہو نورِ عرفاں سے معمور سینہ — تو بن جائے یہ کعبۂ دل مدینہ
وہ کیا خوب ہوگا مبارک مہینہ — کہ جب میرا رُخ ہوگا سوئے مدینہ
تڑپ درد کی دل میں اتنی ہو آقاؐ — کہ دشوار ہو جائے دم بھر کو جینا
رسیہ ابر جب گھر کے کعبہ سے آیا — تو یاد آ گیا آبِ زمزم کا پینا
مرے واسطے عرشِ اعظم وہی ہے — عطا ہو مجھے "بابِ رحمت" کا زینہ
کہاں اُن کا جلوہ، کہاں اپنی آنکھیں — نظارے کو درکار ہے چشمِ بینا
بچانا مجھے ناخدائے دو عالمؐ — تلاطم میں اب آ پڑا ہے سفینہ
خدا کی قسم شرم آتی ہے ہر دم — مدینہ کہاں، اور کہاں یہ کمینہ
نہ چھوڑو مجھے حاجیو ساتھ لیلو — مَیں مر جاؤں گا راستے میں یہی نا؟

حمیدؔ اُڑ کے پہونچے دیارِ نبیؐ میں
بحقِّ درِ حضرتِ شاہ میناؒ

معراج کی رات

لُوٹتی حُسن کے اَنوار نظر آج کی رات
حَرمِ طیبہ میں ہم ہوتے اگر آج کی رات

کِسکے جلوے ہیں مرے پیشِ نظر آج کی رات
دیدہ و دل پہ ہے اک خاص اثر آج کی رات

اپنی آنکھوں میں مدینے کا لئے ہوں نقشہ
اللہ اللہ، مرا حُسنِ نظر آج کی رات

دل کو کیا ذوقِ جبیں سائی کی لذّت ملتی
اُس درِ پاک پہ ہوتا جو یہ سر آج کی رات

رات بھر سُورۂ وَاللّیل میں پڑھتا رہتا
رَوضۂ خلد میں ہوتی جو بسر آج کی رات

سامنے رَوضۂ اَقدس کے جو بیٹھے ہونگے
ہوگی حاصل اُنھیں معراجِ نظر آج کی رات

بابِ جبریلؑ کی تابانیاں اللہ اللہ
قابلِ دید سماں ہوگا اُدھر، آج کی رات

حَرمِ کعبہ میں اے کاش کہ حاضر ہوتے
اُمّ ہانیؓ کا بھی ہم دیکھتے گھر آج کی رات

رات اُنکی ہے، نظر اُنکی ہے، قسمت اُنکی
دیکھتے ہونگے جو اَربابِ نظر آج کی رات

تو اگر چاہتا ہے اُنکی عنایت کی نظر
دیکھ آنسو نہ رُکیں دیدۂ تر آج کی رات

چشمِ مُشتاق کو معراج میسّر ہوتی
قُبّۂ نور پہ ہوتی جو نظر، آج کی رات

بیتِ عثمانؓ میں ہوتے جو کہیں آج حمید
دیکھتے بارشِ اَنوارِ سحر آج کی رات

عرش پیمائی

نسیمِ صبحِ طیبہ ہے پیامی تعالی اللہ نویدِ شاد کامی

کچھ اِس انداز سے مژدہ سُنایا کہ دی سب اہلِ گُلشن نے سلامی

جو ہیں اہلِ نظر وہ جانتے ہیں ادب ہے مُقتضائے نامِ نامیؐ

قدم اُٹھے مگر منزل بہ منزل کہ نازیبا ہے شوقِ تیز گامی

وہ بیتِ اُمِّ ہانیؓ اللہ اللہ ق وہ عینِ خواب و بیداریِ سامیؐ

جنابِ جبرئیلؑ اہلِ رسالتؑ وہی رُوحُ الامیںؑ حق کے پیامی

پیامِ شوق لائے ہیں خدا کا حضورِ سرورِ ذاتِ گرامیؐ

عطا ہو جُراَتِ عرضِ طلب آج فرشتوں کو ہے شوقِ ہمکلامی

"بشوقت جاں بلب آمد تمامی
فقم قُم یا حبیبیؐ کم تنامی"

سواری آئی جب بیت الحرم میں تو کعبہ نے بھی دی بڑھ کر سلامی

عمامہ بر سر و نورِ مجسّم وہ شانِ جلوہ و نازک خرامی

بہار اندر بہار، اللہ اکبر وہ اندازِ بہارِ رُکنِ شامی

وہ رفتارِ بُراقِ برق پیکر ۔۔۔ وہ اُس کی اللہ اللہ عرش گامی

وہاں آج اور ہی کچھ ہوگا عالم ۔۔۔ جہاں لکھے ہیں اسمائے گرامی

حریم پاک میں سب ہونگے حاضر ۔۔۔ عراقی، ہندی و مصری و شامی

بچشمِ پُر نم و با قلبِ مضطر ۔۔۔ لبوں پر ہونگے کچھ اشعارِ جامیؒ

قدش را پایۂ گردوں خرامی ۔۔۔ لبش را مایۂ یحییِ العظامی

چو نرگس خواب چند از خواب برخیز

بدہ جاں در تن از نازک خرامی

درِ اقدس پہ ہوتے کاش ہم بھی ۔۔۔ تو یہ کہتے بانداز غلامی

"خدایا از تو خواہم مصطفےٰ را" ۔۔۔ بحقِ حضرتِ حسّانؓ و جامیؒ

نبیؐ کے کفشِ پا کا تجھ کو صدقہ ۔۔۔ جبیں پر ہو مری نقشِ غلامی

شبِ معراج کا صدقہ مٹادے ۔۔۔ جنونِ شوق میں جو کچھ ہو خامی

رہے شام و سحر میری زباں پر ۔۔۔ ترے محبوبؐ کا ذکرِ گرامیؐ

حمیدِ بینوا پر بھی کرم ہو ۔۔۔ مسلّم ہے ترا فیضِ دوامی

"بحُسنِ اہتمامت کارِ جامیؒ

طفیلِ دیگراں یابد تمامی"

اِعجازِ محبّت

کچھ اِس اُدا سے وہ جلوے دکھائے جاتے ہیں
کہ میرے دیدہ و دل میں سمائے جاتے ہیں

چمک رہی ہیں مزارِ نبیؐ پہ قندیلیں
ستارہ ہائے فلک جھلملائے جاتے ہیں

کہیں تو کیا کہیں ناز و نیاز کے اَسرار
کہیں یہ راز کسی کو بتائے جاتے ہیں

امینِ دردِ محبّت ہیں عاشقانِ رسولؐ
تڑپ رہے ہیں، مگر مسکرائے جاتے ہیں

بجا ہے ناز کریں جتنا اپنی قسمت پر
جو خوش نصیب مدینے بُلائے جاتے ہیں

ہر اک کو دردِ محبّت، مگر نصیب کہاں
جو اہلِ دل ہیں وہی آزمائے جاتے ہیں

کچھ اور رازِ محبّت ابھی چھپانا تھا
یہ اشک آنکھوں سے کیوں باہر آئے جاتے ہیں

حریمِ حُسن کے اَنوار لوٹتے ہیں وہی
جو شب کو پچھلے پہر سے جگائے جاتے ہیں

حمیدؔ اس کو محبّت کا معجزہ کہیئے
مٹائے جاتے ہیں جتنا بنائے جاتے ہیں

تازہ بتازہ نو بنو

قصۂ غم ذرا ذرا تازہ بتازہ نو بنو
عرض کر اُن سے اے صبا تازہ بتازہ نو بنو

خواہ فلک کی ہو جفا تازہ بتازہ نو بنو
تیرا کرم ہے برملا تازہ بتازہ نو بنو

دیکھ لے دل کا لالہ زار، یعنی بہارِ دل رُبا
پھول کھلے ہیں جا بجا تازہ بتازہ نو بنو

حجِ بدل سے فائدہ، پہلے یہ فرض کر ادا
کعبۂ دل کی رکھ بنا تازہ بتازہ نو بنو

ذکرِ دیارِ پاک کا، ہے مری رُوح کی غذا
ملتا ہے جس سے آسرا تازہ بتازہ نو بنو

منظرِ صبحِ دلکشا، آہ اُس ارضِ پاک کا
دیکھوں میں کاش بارہا تازہ بتازہ نو بنو

بیرِ علی[1] پہ جا کے جب دیکھوں نبیؐ کا آستاں
سجدہ نظر سے ہو ادا تازہ بتازہ نو بنو

طوفِ حرم کا شوق ہو، دل میں سُرور و کیف ہو
جھوم کے جب اُٹھے گھٹا تازہ بتازہ نو بنو

حیّ علی الفلاح کی کانوں میں آئے جب صدا
در پہ ہوں جا کے جبہ سا تازہ بتازہ نو بنو

صحنِ حرم میں صبح کو لوٹ رہا ہوں خاک پر
لب پہ ہو نام آپؐ کا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] گنبدِ خضرا کا پہلا نظارہ یہیں سے ہوتا ہے، اِس مقام کو "جبلِ مُفرِح" یا "مُفرِحات" بھی کہتے ہیں۔ ۱۲

کاش دُرود اور سلام پڑھتا ہوا بذوق و شوق | جاؤں میں مسجدِ قُبا[1] تازہ بتازہ نو بنو

مسجدِ قبلتین[2] میں پھر ہو سرِ نیاز خم | دیکھوں سماں وہ صبح کا تازہ بتازہ نو بنو

بزم ہو بزمِ اصطفا، وِرد ہو نامِ پاک کا | صلِّ علیٰ کی ہو صدا تازہ بتازہ نو بنو

عالمِ ذوق و شوق ہو، اور وہ کہیں حمیدؔ سے

ہاں یہی نعت پھر سُنا تازہ بتازہ نو بنو

---

[1] سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مکّۂ معظمہ سے جب مدینۂ منوّرہ کو ہجرت فرمائی ہے تو اوّل اوّل قیام مقامِ قُبا میں فرمایا تھا، یہیں وہ مسجدِ قُبا ہے جو اسلام میں سب سے پہلے تعمیر ہوئی، آیۂ کریمہ :-

"لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ"

میں جس مسجد کی مدح آئی ہے، وہ یہی مسجد ہے، یہ وہ مسجد ہے جو بانیِ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے مُبارک ہاتھوں سے :-

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَه وَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَه"

فرماتے ہوئے تعمیر فرمائی، یہ جگہ نہایت سر سبز و شاداب ہے، کثرت سے کھجور کے درخت اور باغ لگے ہوئے ہیں ہر طرف ہرے بھرے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ ع

"جدھر نظر اُٹھایئے جمال ہی جمال ہے"

[2] مسجدِ قبلتین = جہاں تحویلِ قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ ۱۲

نورانی راتیں

وہی اصل میں تھیں مسرت کی راتیں
ملیں جو مدینہ میں رحمت کی راتیں

مری عمرِ رفتہ ذرا پھر پلٹ آ
کہ میں دیکھ لوں عیش و عشرت کی راتیں

نگاہوں میں اب تک لئے پھر رہا ہوں
وہ راتوں کی خلوت، وہ خلوت کی راتیں

محبت کی دنیا میں سرمستیاں تھیں
نہ بھولینگی وہ لطف و راحت کی راتیں

تصور کی رعنائیاں اللہ اللہ
نگاہوں میں ہیں بزم جنت کی راتیں

شب و روز اب یاد آتے ہیں مجھ کو
وہ راحت کے دن، وہ مسرت کی راتیں

بتا اے شبِ غم! کہاں سے میں لاؤں
وہ تنہائیاں، وہ فراغت کی راتیں

کسی کی نمازِ تہجد کا صدقہ
میسر ہوں پھر وہ عبادت کی راتیں

حقیقت میں تھیں حاصلِ زندگانی
وہ ناز و نیازِ محبت کی راتیں

مری عمر کے دن کوئی کاش لیلے
دکھا دے حریم رسالت کی راتیں

حمیدِ سیہ کار کو پھر دکھا دے
وہی نور افشاں محبت کی راتیں

یاد ہے!

یاد ہے اَبتک مجھے طیبہ کا جانا یاد ہے
یاد ہیں وہ دن، وہ راتیں، وہ زمانا یاد ہے

گوشِ خفتہ میں وہ تکبیرِ حرم کا گونجنا
رات کو پچھلے پہر وہ اُٹھ کے جانا یاد ہے

دیکھنا سقفِ حرم کے قمقموں کی روشنی
وہ ستاروں کا فلک پر جھلملانا یاد ہے

گنبدِ خضرا کے نورانی کلس کے آس پاس
وہ مہ و خورشید کا چکر لگانا یاد ہے

وہ حریمِ پاک میں رُک رُک کے چلنا بار بار
وہ قدم آہستہ آہستہ اُٹھانا یاد ہے

روضۂ جنّت[لہ] وہ منبر اور وہ محراب و در
ہاں ابھی تک وہ سماں، وہ آستانا یاد ہے

اضطرابِ حسرتِ دیدارِ محرابِ نبیؐ
اور وہ سجدے کیلئے سر کو جھکانا یاد ہے

ذوقِ نظّارہ کے عالم میں وہ رنگِ محویت
اور وہ میری چشمِ نم کا تھرتھرانا یاد ہے

شوقِ بیحد، اور وہ کیفیّتِ عرضِ دُعا
وہ پڑھانیوالے کا پڑھنا پڑھانا یاد ہے

وہ دلِ پُر آرزو کا اضطرابِ نو بنو
وہ نگاہِ شوق کا تسکین پانا یاد ہے

لہ فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ" "میرے مکان (یعنی روضۂ اقدس) اور میرے منبر کے درمیان میں ایک باغ ہے جو جنّت کے باغوں میں سے ہے" اسی بنا پر اس قطعہ کو "روضہ" یعنی جنّت کی کیاری کہتے ہیں، قیامت کے دن جنّت کا یہ ٹکڑا بعینہٖ جنّت کی طرف اُٹھالیا جائے گا۔ ۱۲

ہائے وہ دل کا دھڑکنا یک بیک وقتِ سلام
وہ مرا کچھ پڑھتے پڑھتے بھول جانا یاد ہے

روضۂ پُرنور میں، وہ برقِ رحمت کی چمک
جالیوں کے پاس وہ آنسو بہانا یاد ہے

وہ حضورِ خاص، وہ انوارِ الطافِ نظر
وہ مرا رو رو کے حالِ دل سنانا یاد ہے

وہ نسیمِ روضۂ اقدس کی دل آویزیاں
اور وہ میرا ہوش میں پہروں نہ آنا یاد ہے

پاسبانوں کی نظر سے چھپ کے فرطِ شوق میں
سرمۂ خاکِ درِ اقدس لگانا یاد ہے

وہ نسیمِ دلکشا، وہ جلوۂ نورِ سحر
وہ طیورِ خوشنوا کا چہچہانا یاد ہے

ہائے وہ فرطِ طرب میں نغمۂ وجد آفریں
وہ ترانہ شوق کا، وہ گنگنانا یاد ہے

وہ اُحد کی راہ، وہ نخلِ رطب، وہ سبزہ زار
سائے میں دیوار کے وہ بیٹھ جانا یاد ہے

میں نہ بھولوں گا غلامِ ساقیِ کوثر تجھے
"بیرِ رومہ"[1] پر ترا پانی پلانا یاد ہے

وہ شبِ پُرنور، وہ خلوت، وہ میدانِ اُحد
اور وہ اک مخلص کا اپنے یاد آنا یاد ہے

اللہ اللہ وہ دلِ بیتاب کا عالم حمید
آ کے جانا یاد ہے، اور جا کے آنا یاد ہے

---

[1] "بیر رومہ" وہ کنواں ہے جسے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رفاہِ عام کے خیال سے بتیس[2] ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا تھا۔ ۱۲

مُنتہائے آرزو

کوئی دیارِ حبیبِ خدا میں پہونچا دے
حضوریٔ شہِ ہر دو سرا میں پہونچا دے

سکونِ دل ہو میسّر تری عنایت سے
الٰہی دامنِ کوہِ صفا میں پہونچا دے

نصیب ہو مجھے پھر دیدِ منزلِ عرفات
کرم سے اپنے الٰہی منیٰ میں پہونچا دے

نظر میں وسعتِ کونین ہیچ ہے یا رب
مجھے تو گوشۂ غارِ حرا میں پہونچا دے

سجود شوق کو بیتاب ہے جبینِ نیاز
حریمِ کعبۂ راحت فزا میں پہونچا دے

قدم قدم پہ جہاں میری روح وجد کرے
سرور بخش فضائے قبا میں پہونچا دے

نہیں پسند یہ دُنیائے رنگ و بو مجھ کو
کوئی مدینہ کی دلکش فضا میں پہونچا دے

ہمارا بہرِ خدا تحفۂ درود و سلام
کوئی حضورِ شہِ دو سرا میں پہونچا دے

جہاں مہکتی ہے شام و سحر نسیمِ کرم
کوئی اُسی چمنِ دلکشا میں پہونچا دے

وہ ظلّ دامنِ رحمت میں عافیت پائے
جو مجھ کو سایۂ بابُ النّسا میں پہونچا دے

مری دعا پہ جو آمین دردِ دل سے کہے
خدا اُسے حرمِ مصطفیٰ میں پہونچا دے

تڑپ رہا ہے غم و درد سے غریب حمیدؔ
کوئی مدینہ کے دارُ الشّفا میں پہونچا دے

اُمّیدوارِ التفات

کیونکر حمید جرأتِ اظہار کیجئے
ایک ایسی آرزو ہے جسے پیار کیجئے

ذکرِ دیارِ پاک کی تکرار کیجئے
کچھ اور تیز قلب کی رفتار کیجئے

پھر دیکھئے نوازشِ پیہم کی لذّتیں
دل کو تو پہلے حاضرِ دربار کیجئے

اللہ ری آستانِ رسالتؐ کی دلکشی
سجدہ ہر ایک ذرّے کو سو بار کیجئے

سب کچھ سہی تصوّرِ طیبہ کی لذّتیں
پیدا کہاں سے منظرِ انوار کیجئے

پھر آرزو ہے رہ کے مدینہ میں رات دن
پیہم طوافِ کوچہ و بازار کیجئے

پھر مجھ پہ لطفِ سیّدِ ابرارؐ کیجئے
پھر میرے دل کو مطلعِ انوار کیجئے

پھر دل پہ چھائی جاتی ہیں دُنیا کی ظلمتیں
پھر میرے غمکدے کو ضیا بار کیجئے

پیشِ نظر ہوں گنبدِ خضرا کی نزہتیں
پھر زائروں پہ بارشِ انوار کیجئے

دکھلا کے اپنے جلوۂ رحمت کی اک جھلک
آنکھوں کو محوِ لذّتِ دیدار کیجئے

گھیرے ہوئے ہیں دل کو مرے نامرادیاں
خوابیدہ آرزوؤں کو بیدار کیجئے

ذوقِ طلب میں اور کچھ احساس ہی نہ ہو
آساں ہر ایک منزلِ دشوار کیجئے

ہر وقت بارگاہِ رسالتؐ میں اے حمید
جی چاہتا ہے عرض باصرار کیجئے

میرے رفیقِ خاص کو بھی یا رسولِ پاکؐ
لطف و کرم سے اپنے گرانبار کیجئے

بیتابیِ دل

ترا اے نگاہِ کرم دیکھ لینا
مٹا دے گا سب رنج و غم دیکھ لینا

خدا جانے کیا دمبدم دیکھ لینا
وہ رہ رہ کے سوئے حرم دیکھ لینا

وہ بیتابیِ دل، وہ رخصت کا عالم
وہ مڑ مڑ کے با چشمِ نم دیکھ لینا

تری خوشخرامی کے قربان جاؤں
اِدھر بھی غزالِ حرم دیکھ لینا

دیارِ نبیؐ کی طرف جانے والو
ذرا وادیِ "ذی سلم" دیکھ لینا

یہ جذبہ ہے شوقِ زیارت کا جذبہ
ہوا ہے، نہ ہوگا یہ کم، دیکھ لینا

خدا کے کرم سے جوارِ نبیؐ میں
پھر اکبار جائینگے ہم دیکھ لینا

مرے واسطے حاصلِ زندگی ہے
کسی کا بچشمِ کرم دیکھ لینا

حمیدؔ غزلخواں بھی طیبہ میں ہوگا
اُسے زائرانِ حرم دیکھ لینا

حریمِ قدس

حریمِ قدس میں حجّاج جا رہے ہوں گے
ہر ایک گام پہ آنکھیں بچھا رہے ہوں گے

یہ حال ہو گا کہ رُعبِ جمالِ کعبہ سے
لرزتے ہونگے، قدم ڈگمگا رہے ہوں گے

کچھ ایسی ہو گی حریمِ جمال کی عظمت
کہ دیکھ دیکھ کے تھرّائے جا رہے ہوں گے

جو ہم سے ہونگے، اُنھیں ملتزم شریف کے پاس
گناہ بھولے ہوئے یاد آ رہے ہوں گے

جنھیں حطیم نے آغوش میں لیا ہو گا
وہ لطف اور ہی دل میں اُٹھا رہے ہوں گے

جو بوسہ دینے جھکے ہونگے سنگِ اسود پر
سکون سا دلِ مضطر میں پا رہے ہوں گے

کچھ اہلِ درد ہر اک کی نگاہ سے بچ کر
خدا کی یاد میں آنسو بہا رہے ہوں گے

کچھ اہلِ جادہ بھی ہونگے مطاف[1] کے نزدیک
مُعلّم اُن کو دُعائیں پڑھا رہے ہوں گے

طوافِ کعبہ میں کچھ لوگ محو ہو ہو کر
نظر جھکائے ہوئے مُسکرا رہے ہوں گے

جو اہلِ ذوق ہیں وہ اپنے دل کے گوشے سے
حرم کے دید کی لذّت اُٹھا رہے ہوں گے

سُرور و کیف میں کچھ ہونگے گوش بر آواز
اذاں کے نغمۂ دلدوز آ رہے ہوں گے

---

[1] طواف کرنے کی جگہ کو عربی میں مطاف کہتے ہیں ۔۱۲

نگاہیں شوق کی اُن شیبیوں[1] پہ ہونگی نثار — جو بابِ کعبہ پہ شمعیں جلا رہے ہوں گے

حجازی لحن میں بابُ السّلام پر قاری — کلامِ پاک ہر اک کو سُنا رہے ہوں گے

عجیب وُجد کے عالم میں طائرانِ حرم — خوشی سے چاروں طرف چہچہا رہے ہوں گے

کچھ اہلِ مصر اُدھر ہٹ کے چاہِ زمزم پر — بصد خلوصِ عقیدت نہا رہے ہوں گے

نظر میں ہیں وہ غُلامانِ ساقیِ کوثر — صُراحیوں سے جو زمزم پلا رہے ہوں گے

شعاعیں نور کی ہر سمت پڑ رہی ہوں گی — چراغ چاروں طرف جگمگا رہے ہوں گے

اُنھیں کو بابِ اجابت سے کچھ ملے گا صلہ — جو "ربّنا" کی صدائیں لگا رہے ہوں گے

وہ دلنشیں لب و لہجے میں خوش گلو بچّے — بہار یہ عربی گیت گا رہے ہوں گے

بہت سے لوگ تو سعیِ صفا و مروہ میں — جنوں کے جوش میں چکّر لگا رہے ہوں گے

کچھ اُس طرف سے اِدھر، اور اِس طرف سے اُدھر — قدم بڑھائے دُعا کرتے جا رہے ہوں گے

اِدھر ندامتیں ہوں گی گناہگاروں کو — اُدھر وہ شانِ کریمی دکھا رہے ہوں گے

وہ دن بھی آئیں گے اللہ کی عنایت سے
حمیدؔ ہم بھی مدینے کو جا رہے ہوں گے

---

[1] خانۂ کعبہ کے کلید بردار۔ ۱۲

دُعائے حمید

یہ کیا آرزو ہے، یہ کیا چاہتا ہوں
دیارِ حبیبِ خدا چاہتا ہوں

الٰہی نظر میرے ذوقِ طلب پر
مدینہ کو پھر دیکھنا چاہتا ہوں

خدا جانے کیوں دل میں یہ آرزو ہے
کوئی بات سب سے جدا چاہتا ہوں

حرم میں کروں جا کے سجدے پہ سجدے
یہ جوشِ نیاز و وفا چاہتا ہوں

یقیں کیا، کہ ایمان ہے اس پہ میرا
وہ خود جانتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

تو ہی ہے پیامی مرے دردِ دل کی
تجھے دل سے بادِ صبا چاہتا ہوں

کہاں تک سنوں ہمصفیروں کے طعنے
کرم اے شہِ دوسرا چاہتا ہوں

نظر جس کی مجھ پر پڑے جھوم جائے
وہ اک نغمۂ بے صدا چاہتا ہوں

مجھے زائرانِ حرم یاد رکھنا
دُعا کر رہا ہوں، دُعا چاہتا ہوں

تسلسل رہے نغمۂ دل کا جاری
میں ایسا کوئی ہمنوا چاہتا ہوں

حمید اور کوئی تمنا نہیں ہے
دیارِ حبیبِ خدا چاہتا ہوں

جلوۂ بیتُ الحرام

رسُولِ پاکؐ کا جب لب پہ نام ہوتا ہے
نفس نفس بخدا، اک پیام ہوتا ہے

فضائے شوق میں اُٹھیں سکون کی لہریں
یہ کون دل سے مرے ہمکلام ہوتا ہے

مری نگاہ میں کونین سر بہ سجدہ ہیں
عجیب کعبۂ دل کا مقام ہوتا ہے

وہ سب کا ذوقِ حضوری، وہ شوق کا عالم
عجیب منظرِ بابُ السّلام ہوتا ہے

ہر اک زباں پہ پسِ لا اِلٰہ اِلّا اللہ
حضور سرورِ عالمؐ کا نام ہوتا ہے

وہ خاص خانۂ کعبہ کے گرد قندیلیں
کہ جیسے تاروں میں ماہِ تمام ہوتا ہے

زہے سرور و خوشا لذّتِ رکوع و سجود
جب اپنے سامنے بیتُ الحرام ہوتا ہے

سرورِ بادۂ عرفاں کا دور کیا کہئے
طواف کعبہ کا جب وقتِ شام ہوتا ہے

ہجوم دیکھ کے کثرت سے سنگِ اسود پر
کبھی اشارے سے بھی اِستلام ہوتا ہے

قبولِ عام نہ کیوں ملتزم شریف میں ہو
یہاں دعاؤں کا خاص التزام ہوتا ہے

وہ اُس کی قرأتِ دلکش میں کیفِ وجدانی
جو وقتِ صبح حرم میں امام ہوتا ہے

ہجومِ عام رہے کیوں نہ چاہِ زمزم پر
یہیں پہ سیر ہر اک تشنہ کام ہوتا ہے

غلاف لیکے جو آتا ہے ناقۂ محمل
عجیب ناز سے محوِ خرام ہوتا ہے

اُس ایک رات پہ قرباں سیکڑوں راتیں
جب آکے خاص منیٰ میں قیام ہوتا ہے

حضور و شوق کی منزل عجیب منزل ہے
ہر اہلِ دل کا الگ اک مقام ہوتا ہے

نزہت و نور

رَوضۂ شاہِ دوسرا تیری فضا کے سامنے
نُزہتِ باغِ خُلد کیا کہدوں خُدا کے سامنے

پھر مری اِلتجا ہے یہ بادِ صبا کے سامنے
میرا اسلام پیش کر شاہِ ہُدا کے سامنے

وَجد میں کائناتِ دل، صَلِّ علیٰ زبان پر
کیا مجھے یاد آگیا غارِ حِرا کے سامنے

منظرِ دلنواز وہ عشرتِ صُبحِ عید کا
مَوج تھی بحرِ نور کی شب کو مِنا کے سامنے

اُف وہ غلافِ کعبہ کی شوق نواز جُنبشیں
دیکھنا میرا بار بار آنکھ اُٹھا کے سامنے

ہے وہی منظرِ جمیل میری نگاہِ شوق میں
جیسے کھڑا ہوا ہوں میں کوہِ صَفا کے سامنے

کیا ہے سُکوں نوازِ دل قُربتِ مُلتزم شریف
جیسے دُعائیں مانگ لیں ہمنے خُدا کے سامنے

دیکھئے کب نصیب ہو، دیدِ بہارِ دَر بہار
ہائے وہ جنّتِ نظر، باغِ قُبا کے سامنے

اے مری بیخودیٔ شوق کیا تجھے ماسوا سے کام
کوئی بھی ذِکر ذِکر ہے، ذِکرِ خُدا کے سامنے

آنکھ ادب سے بند ہے، دل کو مگر یقین ہے
جیسے وہ خود ہی آگئے پردہ اُٹھا کے سامنے

طیبہ کے مسافر سے

حضورِ شہِ بحر و بر جانیوالے
لئے جا ہماری نظر جانیوالے

قدم کو ترے آنکھ ہو میں رکھ لوں
ارے اُس درِ پاک پر جانیوالے

ذرا غم نصیبوں کو بھی یاد رکھنا
حبیبؐ دو عالمؐ کے گھر جانیوالے

تڑپتے ہیں کس طرح فرقت کے مارے
ارے دیکھ لے اک نظر جانیوالے

نہ کر خوفِ منزل، نہ کر فکرِ جادہ
وہ خود ہیں ترے راہبر جانیوالے

انھیں کے تصوّر کو، اُن کی طلب کو
بنا لے رفیقِ سفر جانیوالے

مبارک ہو وہ پُرسکوں زندگانی
مکدّر فضا سے گذر جانیوالے

اُنھیں بھی ذرا اک نظر دیکھ لینا
ملیں پا پیادہ اگر جانیوالے

قدم خاکِ طیبہ پہ رکھنا ادب سے
ذرا ہاں سمجھ سوچ کر جانیوالے

ہوائیں مخالف، فضائیں مکدّر
چلے جا رہے ہیں مگر، جانیوالے

ہماری تو دل سے یہی بس دعا ہے
اِدھر اب نہ آئیں اُدھر جانیوالے

خدا تجھ کو باکیف و باسوز رکھے
مرے دل کو بےچین کر جانیوالے

حمیدِ حزیں کی بھی اِک بات سُن لے
ٹھہر، جانیوالے! ٹھہر، جانیوالے

ضبطِ غم

دل کے پُورے مگر ارمان نہ ہونے پائے
روضۂ پاک پہ قربان نہ ہونے پائے

چارہ گر درد کا درمان نہ ہونے پائے
دیکھ مشکل مری آسان نہ ہونے پائے

مصلحت ہوگی کوئی اس میں مرے آقا کی
شکوۂ غم ارے نادان نہ ہونے پائے

جوشِ وحشت ہو مبارک تجھے اے دل لیکن
پُرزے پُرزے کہیں دامان نہ ہونے پائے

یہ تو مشکل ہے کہ طیبہ سے رہیں ہم محروم
اور پھر دل بھی پریشان نہ ہونے پائے

یہ بھی اک راز ہو شاید مری ناکامی کا
تاکہ اغیار کا احسان نہ ہونے پائے

بعدِ نظارہ یہ حسرت رہی اے قبۂ نور
تیرے صدقے، ترے قربان نہ ہونے پائے

بجلیاں ٹوٹ پڑیں دل پہ غمِ حرماں کی
سفرِ طیبہ کے سامان نہ ہونے پائے

یادِ طیبہ سے ہمیشہ رہے یارب آباد
خانۂ دل مرا ویران نہ ہونے پائے

اپنے اک ننگِ محبت پہ بھی ہو جائے نظر
زائروں میں یہ پشیمان نہ ہونے پائے

دل کا جو حال ہو آئینہ ہو سب اُن پہ حمیدؔ
مُنہ سے اظہار مری جان نہ ہونے پائے

لہ ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ حمید

کربِ مہجوری

تڑپتا پھرتا ہے کیسا حمیدؔ بیچارا
ہوا نہ گنبدِ خضرا کا آہ نظّارا

یہ سوزِ غم سے ہے اب حال قلبِ مضطر کا
کہ جس طرح سے تڑپتا ہے آگ پر پارا

خبر لے میرے سفینے کی ناخدائے جہاںؐ
کہ قطرہ قطرہ نظر آ رہا ہے اک دھارا

ترے کرم کے تصدّق، مگر مرے مولا
نگاہِ شوق کو درکار ہے وہ نظّارا

وہ چاندنی، وہ ستارے، وہ نور کا عالم
وہ بھینی بھینی ہوا، جیسے عنبرِ سارا

وہ جگمگاتا ہوا سبز گنبد اور کلس
وہ میرے دل کا سرور، اور آنکھ کا تارا

درِ حبیبؐ پہ ہوتے، حجاب اٹھ جاتے
نظر کے سامنے ہوتی وہ صبحِ دل آرا

کشش نگاہِ کرم کی دکھائے لطفِ وصال
کشاکشِ غمِ فرقت نے اب مجھے مارا

قصور اپنے ہی جذباتِ دل کا ہے آقاؐ
خود اپنے واسطے ثابت ہوا میں ناکارا

چلو حمیدؔ، حرم کو چلو، طواف کرو
جنوں کے جوش میں کب تک پھرو گے آوارا

"سجودِ خاکِ رہت بودم تمنّا بود
بخاک می برم امروز ایں تمنّا را"

(جامیؒ)

ذوقِ جستجو

ادھر ڈھونڈھتی ہے اُدھر ڈھونڈھتی ہے
خدا جانے کس کو نظر ڈھونڈھتی ہے

جہاں ڈھونڈھتی ہے جدھر ڈھونڈھتی ہے
مدینے کو میری نظر ڈھونڈھتی ہے

نظر پڑتی ہے اب جس اخبار پر بھی
مدینے کی پہلے خبر ڈھونڈھتی ہے

غمِ جستجو میں یہاں تک ہوئی گم
خود اپنی نظر کو نظر ڈھونڈھتی ہے

جھپکتی نہیں آنکھ کھلتی ہے جس دم
نظر کس کو پچھلے پہر ڈھونڈھتی ہے

نظر کی یہ محویتِ شوق دیکھو
کدھر ہیں وہ، اور یہ کدھر ڈھونڈھتی ہے

وہ جس در پہ سجدے کئے تھے نظر نے
وہی، ہاں وہی سنگِ در ڈھونڈھتی ہے

نظر کو نہیں راہِ جنت کی حاجت
کہ یہ تو، تری رہگذر ڈھونڈھتی ہے

دعا کے لئے لوگ کہتے ہیں ہم سے
ہماری دعا خود اثر ڈھونڈھتی ہے

جو پہلے پہل جالیوں پر پڑی تھی
اسی چشمِ نم کو نظر ڈھونڈھتی ہے

حضوری میں ٹپکے تھے جو فرطِ غم سے
وہی اشک یہ چشمِ تر ڈھونڈھتی ہے

مری چشمِ پُرشوق کو کیا ہوا ہے
مدینے کی شام و سحر ڈھونڈھتی ہے

حمید آج تک خود نہ آیا سمجھ میں
کہ کیا چیز میری نظر ڈھونڈھتی ہے

حسنِ تصوّر

بزمِ سُرور و نور بپا کر رہا ہوں میں
یہ عالمِ خیال میں کیا کر رہا ہوں میں

تنہائیوں میں ذکرِ قبا کر رہا ہوں میں
لبریزِ کیف دل کی فضا کر رہا ہوں میں

اِک جلوۂ لطیف ہم آغوشِ قلب ہے
محسوس آج کیفِ دُعا کر رہا ہوں میں

کیا کیا شکستِ دل کے ہیں نغمے چھڑے ہوئے
ساری فضا کو نغمہ سرا کر رہا ہوں میں

تڑپا رہی ہے دل کو مرے پھر کسی کی یاد
پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

مصروف رہ کے مشقِ تصوّر میں رات دن
بابِ حریمِ شوق کو وا کر رہا ہوں میں

لفظ و بیاں سے جس کا تعلّق نہیں کوئی
ایسی بھی ایک خاص دُعا کر رہا ہوں میں

دیوانہ وار دل میں ہیں کچھ ایسے واردات
جیسے کہ سعیِ راہِ صفا کر رہا ہوں میں

جذبِ نگاہِ شوق کے قربان جائیے
آنکھیں ہیں بند، سیرِ منا کر رہا ہوں میں

دامانِ چشمِ شوق میں جلووں کا ہے ہجوم
دل میں خیالِ غارِ حرا کر رہا ہوں میں

کانوں میں گونجتے ہیں ترانے درود کے
کس کا یہ ذکرِ صَلِّ عَلیٰ کر رہا ہوں میں

نغمے سُنا کے جوشِ محبّت میں اے حمیدؔ
طیبہ کا ذوق و شوق سوا کر رہا ہوں میں

خیاباں خیاباں، گُلستاں گُلستاں

نسیمِ سحر تجھ پہ صدقے دل و جاں — ذرا اِس طرف بھی خراماں خراماں

سُنگھا دے ذرا نکہتِ کوئے طیبہ — ہے افسردہ خاطر حمیدِ غزلخواں

کئی دن سے خاموش ہے سازِ ہستی — ذرا چھیڑ دے آکے تارِ رگِ جاں

اِدھر بھی کوئی اَبرِ رحمت کا چھینٹا — پُھنکا جا رہا ہے مرا قلبِ سوزاں

بہت یاد آتے ہیں اَہلِ مدینہ — سراپا محبت، خوش اخلاق اِنساں

مُبارک اُنھیں سایۂ بابِ رحمت — سَلامت رہیں کوئے طیبہ کے مہماں

وہ خوش رو حسیں بچیاں اور بچے — جنھیں دیکھ کر ہوں خجل حور و غلماں

تصوّر میں ہیں جلوہ گر وہ مناظر — ہے بیتابِ نظّارہ پھر چشمِ گریاں

وہ صحرا بہ صحرا، وہ منزل بمنزل — جگر سوز و دلکش نوائے حدی خواں

سُبک گام، آہستہ رفتار محمل — چلے جا رہے تھے بیاباں بیاباں

وہ پیشِ نظر شُغدفوں کی قطاریں — وہ پچھلا پہر، وہ مری چشمِ حیراں

وہ "بیرِ علیؓ" کے دل افزا نظارے — وہ پُرنور عالم، وہ صبحِ درخشاں

وہ گُلریز وادی، وہ گُلرنگ منظر — وہ رنگین جلوے، وہ گنجِ شہیداں

وہ "عَلَینُ الثَّنایا" کی دلکش بہاریں — اُحد کا وہ میدانِ جنّت بداماں

جہاں دیکھتے تھے، جدھر دیکھتے تھے — حرم کے منارے نمایاں نمایاں

قُبا کی وہ رُاہیں، وہ اپنی نگاہیں	خیاباں خیاباں، گُلستاں گُلستاں

اُدھر چاند کی رَوشنی ہلکی ہلکی	اِدھر سبز گُنبد درخشاں درخشاں

کلس کی وہ ضَو پاشیاں اللہ اللہ	وہ اک نور کا خط فروزاں فروزاں

حرم میں وہ برقِ تجلّی کی کرنیں	وہ ہر بام و دَر مطرحِ نورِ یزداں

سراجًا مُّنیرا کی وہ ضَو فشانی	وہ نورِ احادیث و آیاتِ قرآں

فدا جان و دِل قبّۂ نور تجھ پر ٭	تصوّر ترا ہے مرا دین و ایماں

ترا نام سرمایۂ شادمانی	ترا تذکرہ دردِ دل کا ہے عُنواں

تری یاد ہے زندگی کا سہارا	ترا ذکر، وجہِ سکونِ دل و جاں

خدارا صبا مجھ پہ اتنا کرم کر ٭	رہوں گا میں تا زیست ممنونِ احساں

جو ہو حاضری خوابگاہِ نبیؐ پر	تو یہ عرض کرنا کہ اے شاہِ شاہاںؐ

نگاہِ کرم، تاجدارِ دو عالمؐ	حمیدؔ آجکل ہے نہایت پریشاں

بجز یادِ طیبہ، بجز ذکرِ طیبہ	نہیں اور کوئی مسرّت کا ساماں

عطا ہو مرے دل کو سوزِ محبّت	بحقّ دلِ مظہرِ جانِ جاناںؒ

عطا ہو مرے دل کو دردِ محبّت	بحقّ دلِ حضرتِ فضلِ رحماںؒ

یہ سب آپ ہی کا ہے فیضانِ رحمت	کہ پہونچا یہاں تک تو شوقِ فراواں

کہے جا رہا ہوں، سُنے جا رہا ہوں
مدینے کی گلیاں، مدینے کی گلیاں

ذوقِ طلب

ہر چند روکتی رہی درماندگی مجھے — موجِ ہوائے شوق اُڑا لیگئی مجھے

بھولی ہے، اور نہ بھولیگی تا زندگی مجھے — جو کوچۂ حبیبؐ میں راحت ملی مجھے

ہے کوئی آرزو، تو الٰہی یہی مجھے — ملجائے کاش سایۂ بابُ النبیؐ مجھے

بیچین پھر نسیمِ سحر کر گئی مجھے — یاد آگئی مدینے کی اِک اِک گلی مجھے

بیساختہ زباں سے میں لبیک کہہ اُٹھا — کس نے ابھی یہ دُور سے آواز دی مجھے

میں جوشِ اضطراب میں بڑھتا چلا گیا — منزل ہر ایک یاس سے تکتی رہی مجھے

آدابِ جلوہ گاہ میں اللہ ری محویت — سجدے سے سر اُٹھانیکی مُہلت نہ تھی مجھے

سائے میں اپنے دامنِ رحمت لئے تھا آپ — کیا عرضِ شوق کرکے ندامت ہوئی مجھے

جب محو تھا میں گنبدِ خضرا کی دید میں — اُس وقت چشمِ شوق مری دیکھتی مجھے

اے ہمنفس، فضائے مدینہ کا ذکر چھیڑ — محسوس ہو رہی ہے تڑپ میں کمی مجھے

جس وقت یاد گنبدِ خضرا کی آگئی — تاریکیوں میں آئی نظر چاندنی مجھے

اے ساکنانِ کوچۂ طیبہ، مرا سلام — وقتِ سلام بھول نہ جانا کبھی مجھے

طیبہ کا ذوق و شوق سلامت رہے حمیدؔ
مضمونِ نَو بنَو کی ہے پھر کیا کمی مجھے

نازبرنیاز

اُس طرف تھا جو ناز کا عالم
اِس طرف تھا نیاز کا عالم

دیدنی تھا کسی کی محفل میں
نگہِ پاکباز کا عالم

لیلۃُ القدر پر بھی چھا کے رہا
اُن کی زُلفِ دراز کا عالم

پوچھو جبریلؑ سے شبِ معراج
آپؐ کے خوابِ ناز کا عالم

اللہ اللہ وہ قربِ "اَوْ اَدْنیٰ"
اور وہ راز و نیاز کا عالم

خود حقیقت بھی ہے اسیر اُسکی
اللہ اللہ ! مجاز کا عالم

حُسن ہی جانے، عشق ہی سمجھے
دل کے سوز و گداز کا عالم

یادِ طیبہ میں ہم نے پایا ہے
نغمۂ دلنواز کا عالم

اپنی آنکھوں میں رکھ کے لایا ہوں
آپؐ کی بزمِ ناز کا عالم

وہ شبِ پاکِ مسجدِ نبویؐ
وہ سحر کی نماز کا عالم

وہ صَلوٰۃ و سَلام کے نغمے
ہائے وہ سوز و ساز کا عالم

پھر رہا ہے حمیدؔ آنکھوں میں
نورِ صبحِ حجاز کا عالم

زمزمۂ حرم

ہاں غزل چھیڑ کوئی مُرغِ خوش الحانِ حرم
یاد آ جائے بہارِ چمنستانِ حرم

نظر افروز ہے ہر جلوۂ تابانِ حرم
اللہ اللہ، بہارِ چمنستانِ حرم

مرحبا، صلِّ علیٰ، صُبحِ گلستانِ حرم
بُلبُلِ سدرہ بھی ہے وجد میں قُربانِ حرم

اُس کی ہستی کا ہر اک ذرّہ ہے جنّت بکنار
جس کی آنکھوں میں رہے گوشۂ دامانِ حرم

زندگی ...، ہو جسے باغِ جناں کی خواہش
دیکھ لے جا کے فضائے چمنستانِ حرم

ہر طرف بارشِ انوار کا اک عالم ہے
اے زہے شُعلگیٔ نیّرِ تابانِ حرم

مہر و مہ سر کو جُھکاتے ہیں درِ اقدس پر
اللہ اللہ، یہ رفعت تری ایوانِ حرم

سبز، یہ عرش کی قندیل ہے، یا قُبّۂ نور
قُمقُمے ہیں یہ ارم کے، کہ چراغانِ حرم

ذرّے ذرّے میں ہے انوارِ محبّت کی چمک
عکس افگن ہے، مگر مہرِ درخشانِ حرم

دن کو فردوس نُما جلوے نظر آتے ہیں
شب کو اس سے بھی سوا ہوتی ہے کچھ شانِ حرم

ایک مُدّت سے ہے تاریک سیہ خانۂ دل
کر دے روشن اِسے اے شمعِ شبستانِ حرم

اک غزل اور کہو جوشِ محبّت میں حمید
ابھی مُشتاق ہیں مُشتاق، مُحبّانِ حرم

آگئی فصلِ بہارِ چمنستانِ حرم
پھر چل، اے جوشِ جنوں سُوئے بیابانِ حرم

پھر دکھائے جو خدا دشت و بیابانِ حرم
اپنی پلکوں سے چُنوں خارِ مُغیلانِ حرم

اب ذرا دل کو نہیں سیرِ دو عالم کی ہوس
ہے تصوّر میں مرے جلوۂ تابانِ حرم

چشمِ مُشتاق مری گنبدِ خضرا کے نثار
دلِ پُر شوق فدائے چمنستانِ حرم

قابلِ دید ہے ہر جلوۂ نَو کا عالم
ہر نظر میں نظر آتی ہے نئی شانِ حرم

باغِ فردوس مُبارک ہو تجھے اے رضواں
ہم تو ہیں شیفتۂ رنگِ گلستانِ حرم

شوقِ نظّارہ تو تھا، دید کی جُرأت نہ ہوئی
نظر اُٹھی نہ سُوئے پردۂ ایوانِ حرم

ہر گھڑی اُس کو حضوری کی ہے دولت حاصل
اے زہے شان، زہے قسمتِ دربانِ حرم

سچ جو پوچھو تو نصیب اُنکا ہے، قسمت اُنکی
کرتے رہتے ہیں جو نظّارۂ بُستانِ حرم

کردے پُر نور مرے قلبِ سیہ تاب کو بھی
تیرے قربان ہیں اے شمعِ شبستانِ حرم

یہ بھی کہتے ہوئے مولا مجھے شرم آتی ہے
کاش ملجائے غُلامیِ غُلامانِ حرم

ذکر اس سے کوئی بہتر نہیں دُنیا میں حمید
تم رہو زمزمہ پردازِ گلستانِ حرم

یہ بھی لطفِ شہِ لولاکؐ سمجھتا ہوں حمید
ورنہ میں، اور نوا سنجانِ گلستانِ حرم

مژدۂ دیدار

صد شکر کہ پھر وجد میں آنے کے دن آئے
اُس انجمنِ خاص میں جانے کے دن آئے

کعبے سے اُٹھیں جھوم کے رحمت کی گھٹائیں
اے بادہ کشو! پینے پلانے کے دن آئے

پھر آنکھ ہے مُشتاقِ تماشائے مدینہ
پھر آئے وہی رونے رُلانے کے دن آئے

ہر سانس میں ہے زمزمۂ صلِّ علیٰ آج
کیا کوچۂ محبوبؐ میں جانے کے دن آئے

مائل بہ کرم ہے نگہِ خاص کسی کی
پھر بہرِ دُعا ہاتھ اُٹھانے کے دن آئے

عید آئی ہے، عید آئی ہے اربابِ نظر کی
یعنی درِ سرکارؐ پہ جانے کے دن آئے

پھر تازہ ہوا جوشِ جنوں، فصلِ گُل آئی
ہُشیار کو دیوانہ بنانے کے دن آئے

پھر دل کی کلی کیوں نہ شگفتہ نظر آئے
خوش ہوں کہ غم و رنج اُٹھانے کے دن آئے

اربابِ تمنّا کو مُبارک ہو مُبارک
دربارِ رسالتؐ میں بُلانے کے دن آئے

اے حاجیو! اب آؤ کریں ذکرِ مدینہ
وہ لُطف کے دن، یاد دِلانے کے دن آئے

بیتابیِ دل وجہِ سکوں بنکے رہے گی
اے دیدۂ تر اشک بہانے کے دن آئے

پھر دل پہ حمیدؔ اپنے گھٹا چھائی ہے غم کی
پھر درد بھرے شعر سُنانے کے دن آئے

اِلتجائے شوق

غریبوں کو بادِ صبا یاد رکھنا
یہی ہے مری التجا یاد رکھنا

حضورِ شہِ دوسرا یاد رکھنا
بوقتِ سلام و دعا یاد رکھنا

یہی ایک صورت ہے تسکینِ دل کی
غمِ ہجر کا واسطہ یاد رکھنا

مرے ذوق کو استقامت عطا ہو
بطوفِ حریمِ خدا یاد رکھنا

مبارک ہو سیرابیِ آبِ زمزم
مری تشنگی بھی ذرا یاد رکھنا

جنونِ محبت کا ہے یہ تقاضا
بہ اوقاتِ سعیِ صفا یاد رکھنا

نظر آئیں جب موج در موج جلوے
بہ شبہائے بزمِ منیٰ یاد رکھنا

دیارِ حبیبِؐ خدا میں پہونچ کر
بہ یادِ حبیبِؐ خدا یاد رکھنا

جلو میں رہے گی نظر یہ سمجھ کر
بہنگامِ سیرِ قبا یاد رکھنا

جہاں خود کو بھی بھولجاتا ہے انساں
وہاں، اے مرے رہنما یاد رکھنا

حریمِ رسالتؐ میں وقتِ زیارت
مرے دل کا شوقِ لقا یاد رکھنا

اگر دل کی رودادِ غم کا بیاں ہو
مجھے میرے دردآشنا یاد رکھنا

دعا کے لئے ہاتھ جس وقت اٹھیں
کبھی میں بھی تھا "ہمنوا" یاد رکھنا

حمیدِ سراپا محبت کو اپنے
مرے محترم اصطفا یاد رکھنا

سلامِ نیاز

مری طرف سے بھی اے رہروانِ حجاز
تمام اہلِ حرم کو سلام کہہ دینا

وہ شہرِ پاکِ مدینہ، وہ بارگاہِ حبیبؐ
دیارِ شاہِ اُممؐ کو سلام کہہ دینا

بہ اشتیاقِ حضوری، بہ التماسِ دعا
مزوّرینِ حرم کو سلام کہہ دینا

ادب شناسِ محبّت، وہ رازدارِ حرم
ہمارے شیخِ[1] حرم کو سلام کہہ دینا

رہے جو یاد، تو اک دردمندِ الفت کا
طبیبؐ درد و الم کو سلام کہہ دینا

طوافِ روضۂ اطہر سے جب نظر رک جائے
تو پھر فضائے حرم کو سلام کہہ دینا

وہ آفتابِ دو عالمؐ، وہ ماہتابِ عربؐ
شہِ حجاز و عجمؐ کو سلام کہہ دینا

وہ جسکی خاکِ کفِ پا پہ مہر و ماہ نثار
اسی کے نقشِ قدم کو سلام کہہ دینا

حقیر ذرّوں کو جسنے بنا دیا خورشید
اس آفتابِ کرمؐ کو سلام کہہ دینا

گناہگار ہیں محتاج جسکی رحمت کے
اسی شفیعِ اُممؐ کو سلام کہہ دینا

سلام کہہ چکو جب سب کو تم، تو چپکے سے
نسیمِ صبحِ حرم کو سلام کہہ دینا

پیام ایک ہے یہ بھی کہ ہر پیام کے بعد
شمیمِ کوئے حرم کو سلام کہہ دینا

دلِ حمیدؔ کے ذرّے اڑا کے طیبہ میں
نبیؐ کی خاکِ قدم کو سلام کہہ دینا

---

[1] مراد از ذاتِ اقدس مرشدنا و مولانا حضرت الحاج محمد عبد الغفور شاہ صاحب نقشبندی مجدّدی مہاجر مدنی مدظلہ العالی۔ ۱۲ حمید

اَلوداع والفراق

طیبہ کی یاد میں وہ رُلا کر چلے گئے
اِک آگ سی جگر میں لگا کر چلے گئے

دل سے مرے حجاب اُٹھا کر چلے گئے
بیگانۂ خودی وہ بنا کر چلے گئے

میرے دماغ و دل میں سما کر چلے گئے
اُپنے سوا، ہر اک کو بھلا کر چلے گئے

تکبیر کے ترانے سُنا کر چلے گئے
دھڑکن وہ دل کی اَور بڑھا کر چلے گئے

میرے غمِ فراق پہ چھا کر چلے گئے
احساسِ قُرب و بُعد مٹا کر چلے گئے

ذکرِ حریمِ قُدس سے تڑپا دیا مجھے
اک دل کی بات یاد دِلا کر چلے گئے

میں اپنا دستِ شوق بڑھاتا ہی رہ گیا
دامن اُدھر وہ اپنا بچا کر چلے گئے

زمزم کا ذکر کر کے سُرور و نشاط سے
کچھ اَور میری پیاس بڑھا کر چلے گئے

ہم سوچتے ہی رہ گئے عنوانِ عرضِ غم
غافل نگاہِ شوق کو پا کر چلے گئے

نغمے سُنا سُنا کے صلوٰۃ و سلام کے
مدہوشِ سوز و ساز بنا کر چلے گئے

میری نگاہ غرقِ تحیّر رہی اِدھر
اَور وہ اُدھر نگاہ بچا کر چلے گئے

طیبہ کا ذکر باتوں ہی باتوں میں چھیڑ کر ۔۔۔ عالم ہی کوئی اور دکھا کر چلے گئے

میں اپنی داستان ہی کہتا رہا اِدھر ۔۔۔ اور اُس طرف وہ ہاتھ چھڑا کر چلے گئے

نقشہ دکھا کے مجھ کو دیارِ حبیب کا ۔۔۔ دردِ غمِ فراق بڑھا کر چلے گئے

ہر التجا کو وعدۂ فردا پہ ٹال کر ۔۔۔ تصویرِ انتظار بنا کر چلے گئے

کیوں ذکر کر کے گنبدِ خضرا کا بار بار ۔۔۔ بجلی سی جان و دل پہ گرا کر چلے گئے

اب کیا خبر اُنھیں جو گذرتی ہے ہجر میں ۔۔۔ کیوں میرے دل کے ناز اُٹھا کر چلے گئے

کیا خوب کر گئے وہ مداوائے دردِ دل ۔۔۔ میرے ہی شعر مجھ کو سنا کر چلے گئے

اب صدمۂ فراق ہے اور میں ہوں اے حمیدؔ
وہ کیوں نظر کے سامنے آ کر چلے گئے

---
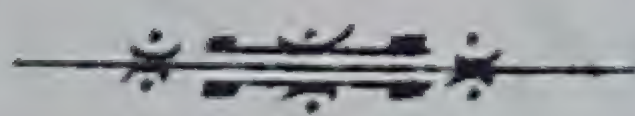
[1] یہ تأثرات اُسوقت کے ہیں جب ہمارے مُزوّر سیّدی شیخ بہاء الدین صاحب مَدنی ایک ماہ مہمان رَہ کر بلادِ ہند سے اپنے محبوب وطن مدینۂ طیّبہ کو رخصت ہوئے تھے۔ ۱۲ حمیدؔ

جلوہ زارِ تمنّا

مدینے میں کاش اے دلِ زار ہوتے — وہ پُرنور کوچے، وہ بازار ہوتے

سحر کے وہ جلوے، وہ انوار ہوتے — مدینے میں ہم مست و سرشار ہوتے

سماتے وہ آنکھوں میں دلکش مناظر — خود اپنی نظر کے خریدار ہوتے

نظر آتے ہی سبز گنبد فضا میں — صبا کی طرح گرم رفتار ہوتے

بصد شوق جب دیکھتے آنکھ اُٹھا کر — حرم کے منارے نمودار ہوتے

وہ کیفیّتِ خاص ہوتی عنایت — نہ بیہوش ہوتے، نہ ہشیار ہوتے

کبھی بابِ جبریلؑ پر دست بستہ — کبھی سرنگوں زیرِ دیوار ہوتے

کبھی چومتے جالیوں کو ادب سے — کبھی شوق میں محوِ دیدار ہوتے

مواجہ میں کچھ اس طرح نیند آتی — جگانے سے بھی ہم نہ ہشیار ہوتے

اُدھر نامِ پاکِ نبیؐ لب پہ آتا — اِدھر دل کی دھڑکن سے بیدار ہوتے

سمجھتے اُسے بادشاہی سے بڑھ کر — جو بوّابؓ[1] کے کفش بردار ہوتے

نگاہوں میں پھرتی بقیعِ مبارک — اگر خوش نصیبی سے بیمار ہوتے

گذرتے جو پیشِ حریمِ رسالتؐ — وہی چند انفاس باکار ہوتے

حمیدؔ ایسی قسمت کہاں تھی ہماری
کہیں ہم بھی پائینِ دربار ہوتے

---

[1] بوّاب یعنی دربان، جن کا کام یہ ہے کہ زائرین جب مسجدِ نبوی میں داخل ہوتے ہیں، تو اپنا جوتہ یا چھتری وغیرہ اُن کے پاس رکھا دیتے ہیں، واپسی پر یہ بحفاظت ان کی چیز واپس کردیتے ہیں۔ ۱۲

حسرتِ دید

پھر دیارِ پاک کا اے کاش منظر دیکھتے
پھر رسُول اللہؐ کا دربارِ انور دیکھتے

باغِ طیبہ کی فضائے رُوح پرور دیکھتے
جس طرف جاتی نظر اک سبز چادر دیکھتے

بڑھ کے ہو جاتی نگاہِ شوق مصروفِ طواف
دُور سے جب گنبدِ خضرا کا منظر دیکھتے

شکر کے سجدے جبین شوق کرتی جا بجا
ہر طرف لکھا ہوا "اللہُ اکبر" دیکھتے

شوق میں کوہِ اُحد پر پھر پہنچتے ایک بار
اور خود اپنا بلندی پر مقدّر دیکھتے

آ کے فرطِ شوق میں "بابِ مجیدی" کے قریب
پھر سحر کا وہ نظر افروز منظر دیکھتے

سامنے ہوتے کبھی جلوے حریمِ پاک کے
اور کبھی وہ "خوخہؐ صدّیقِ اکبرؓ" دیکھتے

حضرتِ فاروقؓ کے خطبے کا آ جاتا خیال
جب نگاہِ شوق سے ہم سُوئے منبر دیکھتے

رات کو بیدار ہوتے جب اذاں کی گونج سے
"مشہدِ عثمانؓ" میں اک بات چھپ کر دیکھتے

یاد آ جاتی جلالت اور عبادت آپ کی
جب علیِ مرتضیٰؓ کا بیتِ اطہر دیکھتے

۱؎ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- "ابو بکر صاحبی فی الغار و مونسی فی الغار سُدّوا کل خوخۃ فی المسجد غیر خوخۃ ابی بکر" (عبد اللہ بن احمدؒ) (یعنی ابو بکرؓ غار میں میرے رفیق تھے، اور غار میں میرے مونس تھے، مسجد میں جس قدر کھڑکیاں ہیں سب بند کر دو، مگر ابو بکرؓ کی کھڑکی کھلی رہنے دو)۔ ۲؎ ـــــ خوخہ کے معنی جھروکہ، کھڑکی یا دروازے کے ہیں، چنانچہ آپ کے حجرۂ انور کی کھڑکی اب تک کھلی ہوئی ہے ۔۱۲

بیٹھتے دُھلے[1] پہ جب صحنِ حرم میں اِس طرف
اُس طرف سے جھُوم کر ہم کو کبوتر دیکھتے

وہ بہارِ رَوضۂ جنّت فضائے نور میں
بابِ رحمت سے ذرا کچھ دُور ہٹکر دیکھتے

ہر طرف آتے نظر پھر ساقیِ مینا بدوش
آبِ کوثر سے بھرے وہ جامِ ساغر دیکھتے

ناز ہوتا اپنی قسمت کی رسائی پر ہمیں
اللہ اللہ جلوۂ محراب و منبر دیکھتے

جب پہنچتے حجرۂ خاتونِ جنّت کے قریب
اُنکے اک مُخلِص کو بھی اُنکے برابر دیکھتے

ڈرتے ڈرتے جالیوں کے پاس ہوتی حاضری
نیچی نظروں سے جمالِ پردۂ دَر دیکھتے

آنکھ اپنی کھولتے جس وقت ہم پڑھ کر سلام
بَرقِ رحمت کی چمک جالی کے اَندر دیکھتے

رہ گئی پاسِ اَدب سے اپنی تھرّا کر نظر
تابِ نظّارہ اگر ہوتی، مکرّر دیکھتے

وہ حریمِ قدس، وہ آرام گاہِ شاہِ دیںؐ
کوئی صورت ہے حمیدؔ ایسی برابر دیکھتے

---

[1] صحنِ مسجد میں سُرخ پتّھر کی باریک باریک کنکریاں بچھی ہوئی ہیں، سُنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ عہدِ رسالتؐ میں ایک شب بارش ہوئی، مسجدِ نبویؐ کی چھت جو کھجور کی شاخوں سے پٹی تھی خوب ٹپکی، یہاں تک کہ مسجد کا اندرونی فرش کیچڑ بن گیا صحابہ کرامؓ جب نماز کے لئے حاضر ہوئے تو جھولیوں میں کنکریاں بھر کر لائے، اور اپنی اپنی جگہ بچھالیں، رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کا یہ حُسنِ عمل پسند آیا، اور آپ نے فرمایا: "ما احسن ھذا" (یہ بہت ہی اچھی تدبیر ہے) فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہٗ نے وادیٔ عقیق سے کنکریاں منگوا کر بچھائیں، اِس وقت صحن میں کنکریاں اُس تاریخی واقعہ کی یادگار ہیں۔ ۱۲

اِشتیاق واِضطراب

نالہ کُناں، اشکبار سُوئے حرم جائینگے
لیکے دلِ بیقرار سُوئے حرم جائینگے

آئے نہ آئے بہار سُوئے حرم جائینگے
کون کرے انتظار سُوئے حرم جائینگے

یار بدِل، دل بیار سُوئے حرم جائینگے
یعنی حرم در کنار سُوئے حرم جائینگے

ذوقِ طلب کے نثار، ہم سے غریب الدّیار
اور یہ دل کی پُکار سُوئے حرم جائینگے

جوشِ جُنوں دیدہیں رُک نہیں سکتے ہیں ہم
آنے ہی فصلِ بہار سُوئے حرم جائینگے

کہدو یہ تسکین[1] سے، دن وہ ضرور آئیں گے
مل کے بہم ایک بار سُوئے حرم جائینگے

تیری اگر ہو رضا، ہم بھی کہیں اے خدا
ہمرہِ ناقہ سوار سُوئے حرم جائینگے

نعرے لگاتے ہوئے، خاک اُڑاتے ہوئے
جوش میں دیوانہ وار سُوئے حرم جائینگے

مقصدِ ہستی اسے، اپنا بنا ہی چُکے
جائینگے اور بار بار سُوئے حرم جائینگے

خاک بھی ہو کر کہیں رُکتے ہیں اہلِ وفا
بنکے سراپا غبار سُوئے حرم جائینگے

اُبتو کہیں بھی حمیدؔ سُن کے مدینہ کا نام
کہتے ہیں بے اختیار سُوئے حرم جائینگے

---

[1] مکرمی و محترمی حضرت الحاج محمد یٰسین صاحب تسکین قریشی مدظلہ العالی ۔۱۲

فردوسِ تصوّر
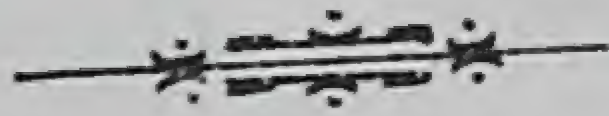
جب میری چشمِ تصوّر میں طیبہ کی فضائیں ہوتی ہیں
پُرشوق نگاہیں اُٹھتی ہیں، بیتاب دُعائیں ہوتی ہیں

دربارِ نبیؐ میں چھائی ہوئی رحمت کی گھٹائیں ہوتی ہیں
بخشش کے خزانے لُٹتے ہیں، مقبول دُعائیں ہوتی ہیں

وہ چاندنی راتوں کا منظر، وہ صحنِ حرم، وہ گنبد و در
جب نورِ قدم کے جلوؤں سے معمور فضائیں ہوتی ہیں

دُنیا کی بہاریں صدقے ہیں جنّت کی شگفتہ کیاری پر
کیا عطر میں ڈوبی رُوح فضا، پُرکیف ہوائیں ہوتی ہیں

گلزارِ قُبا کے دامن میں کچھ سروِ خراماں دیکھے تھے
کیا ہوشربا معصوموں کی معصوم اُدائیں ہوتی ہیں

اِصلاح جو باطن کی چاہو، طیبہ کو چلو، طیبہ کو چلو
کام آئیں جو دردِ دل میں، وہاں ایسی بھی دوائیں ہوتی ہیں

تاثیرِ محبّت کیا کہئے واللہ مدینہ والوں کی
تا عُمر جو دل پر نقش رہیں، وہ اُنکی وفائیں ہوتی ہیں

جس وقت حمیدِ خستہ جگر، ہوتے ہیں وہ جلوے پیشِ نظر
ہر نغمۂ دل کے پردے میں دلدوز نوائیں ہوتی ہیں
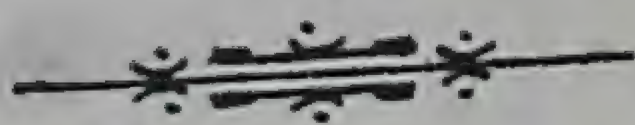
ہجومِ تمنّا

نصیب آزمانے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں جانے کو جی چاہتا ہے

ہجومِ تمنّا سے معمور ہے دل
یہ محفل سجانے کو جی چاہتا ہے

بہت دور اب تک رہا ہوں میں تم سے
بہت پاس آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں کیلئے وقف ہیں میرے سجدے
اسی در پہ جانے کو جی چاہتا ہے

بظاہر بھر آئے ہیں آنکھوں میں آنسو
مگر، مسکرانے کو جی چاہتا ہے

کبھی دل کو تاکیدِ ضبطِ مسلسل
کبھی گدگدانے کو جی چاہتا ہے

ذرا بھی جہاں دخل ہو ماسوا کا
وہ پردہ اٹھانے کو جی چاہتا ہے

نمایاں نمایاں ہیں کچھ ایسے جلوے
نظر میں چھپانے کو جی چاہتا ہے

تصوّر کو عینِ حضوری بنا دو
کہ نزدیک آنے کو جی چاہتا ہے

جہاں آگیا یاد وہ آستانہ
وہیں سر جھکانے کو جی چاہتا ہے

مقامِ ادب ہے درِ پاک، لیکن
یہاں لڑکھڑانے کو جی چاہتا ہے

مدینے کی گلیوں میں اک اک قدم پر
خزانے لٹانے کو جی چاہتا ہے

کشش ہے وہ طیبہ کے دیوار و در میں
گلے سے لگانے کو جی چاہتا ہے

عجب دلکشی ہے ریاضِ قبا میں
نشیمن بنانے کو جی چاہتا ہے

ترے سائے میں اے بقیعِ مبارک
ہمارا بھی آنے کو جی چاہتا ہے

حمیدؔ اب یہ ہے شادکامی کا عالم
کہ آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے

عَالَمِ اَنوار
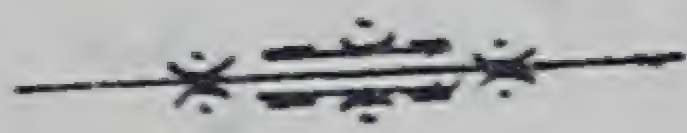
یاد آتا ہے اُس بزمِ پُراَنوار کا عالَم
شاہنشہِ کونینؐ کے دَربار کا عالَم

ہے پیشِ نظر ہر دَر و دیوار کا عالَم
اَبتک ہے وہی جلوۂ دیدار کا عالَم

وہ نور فشاں انجمنِ راز کی باتیں
وہ خوابگہِ سیّدِ اَبرارؐ کا عالَم

وہ سورۂ مُزّمّل وطٰہٰ کی تلاوت
ہر گوشے میں وہ بارشِ اَنوار کا عالَم

وہ کیفِ جبیں سائی، وہ سجدوں کی لطافت
آنکھوں میں وہ محویتِ دیدار کا عالَم

ہنگامِ مُناجات وہ اشکوں کی رَوانی
"یاشافعِ محشرؐ" کی وہ تکرار کا عالَم

وہ وقتِ تہجّد نظر اَفروز نظارے
ہر سمت وہ تابانیِ اَنوار کا عالَم

وہ عکس فگن ماہِ رسالتؐ کی شُعاعیں
اَور وہ حرمِ پاک کی دیوار کا عالَم

وہ چاندنی راتوں میں جھلکتی ہوئی سبزی
وہ قُبّۂ پُرنور، وہ مینار کا عالَم

وہ مشہدِ عثمانؓ ، وہ نظّارۂ دِلکش — مخصوص وہ اک رَوزنِ دیوار کا عالَم

جبریلؑ کی آمد کا وہ احساس و تصوُّر — وہ پچھلے پہر ھبطِ اَنوار کا عالَم

معمورۂ ظلمت میں وہ اَنوارِ تجلّی — وہ آخرِ شب ، صُبح کے آثار کا عالَم

وہ صُبح کو فردوسِ نظر جلوۂ رنگیں — اَور شام کو وہ کوچہ و بازار کا عالَم

میدانِ اُحد کے وہ دل افروز مناظر — ہر سمت وہ رَنگینیِ کُہسار کا عالَم

ہر وقت حضوری کی ہو دولت جسے حاصل — اللہ رے اُس طالعِ بیدار کا عالَم

جو رَوضۂ اقدس کے قریں اشک فشاں ہو — اللہ رے اُس چشمِ گُہر بار کا عالَم

جو یادِ مدینہ میں دَھڑکتا رَہے ہر دَم — کیا پُوچھتے ہو اُس دلِ بیدار کا عالَم

تا حشر رَہے میری نگاہوں میں الٰہی — آرا مگہِ احمدِ مُختار کا عالم

پھرتے ہو حمیدؔ آج یہ کیوں کھوئے ہوئے سے
یاد آ گیا کیا ، طیبہ کے گلزار کا عالَم

نویدِ مسرّت
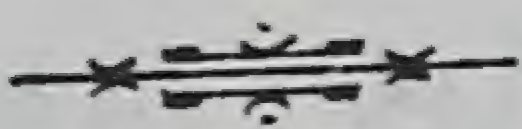
نویدِ مسرّت صبا بنکے آئی مرے دردِ دل کی دوا بنکے آئی

مری "آمنہ"[1] ہمنوا بنکے آئی تری یاد کا سلسلا بنکے آئی

اِدھر میری آنکھوں میں بھر آئے آنسو اُدھر رحمتِ حق گھٹا بنکے آئی

مری کامیابی تخیّل سے پہلے حقیقت میں فکرِ رسا بنکے آئی

اسی روشنی میں چلا جا رہا ہوں تجلّی تری پیشوا بنکے آئی

وہ تمہید معراج میں مغفرت کی شفاعت کا اک سلسلا بنکے آئی

---

[1] رفیقۂ سفرِ حجاز، مجسّمۂ صدق و صفا، خواہرِ عزیز آمنہ خاتون سلّمہا کہ رفاقت ورافتش در حقِ من مشعلِ راہِ حقیقت گردید۔ ؎

نگاہِ لطفِ تو خضرِ طریقتم آمد
ہزار گونہ بنازم بہ طالعِ بیدار
حمید

خدا شاد رکھے مری جستجو کو | جو خاکِ درِ مصطفٰے بنکے آئی
جنوں کی خلش تھی جو وارفتگی میں | وہی شوقِ سعیِ صفا بنکے آئی
میں تنہائیٔ غم کے قربان جاؤں | نشاطِ قیامِ منا بنکے آئی
تمنائے دیدار دل سے لبوں تک | مناجاتِ غارِ حرا بنکے آئی
جزا دے خدا اس کی بادِ صبا کو | بہارِ ریاضِ قبا بنکے آئی
وہی سبز گنبد کی رنگیں فضا ہے | نگاہوں کا جو مدّعا بنکے آئی
بسائی گئی جب تصوّر کی دنیا | دیارِ حبیبِ خدا بنکے آئی
وہ تابانیِ جنبشِ پردۂ در | نظر اپنی کیا جانے کیا بنکے آئی

حمیدؔ ایسی منزل کے قربان جاؤں
جو ہر گام پر رہنما بنکے آئی
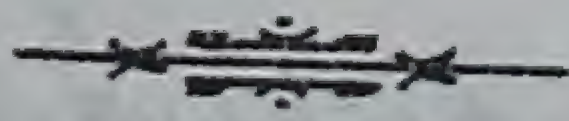
عیدگاہِ عاشقاں

نصیب ہو جو یہ روزِ سعید کیا کہنا
حمیدؔ اہلِ مدینہ کی عید کیا کہنا

نظر نواز اُحد کی فضائے رنگیں ہیں
ہلالِ گنبدِ خضرا کی دید کیا کہنا

وہ ہر نگاہ میں نظّارہ سبز گنبد کا
وہ بازدید کا لُطفِ مزید کیا کہنا

چلو حرم میں صلوٰۃ وسلام پیش کریں
ہر اک طرف یہی گفت و شنید کیا کہنا

اُسی کے ہیں یہ دو عالم، اگر میسّر ہو
مدینے میں، کبھی کعبے میں عید کیا کہنا

اُٹھی صدا دلِ مومن سے "یا حبیبی" کی
ہلالِ نو نظر آیا حمیدؔ کیا کہنا

نہ کیوں ہو بارشِ اکرام روزہ داروں پر
نزولِ رحمتِ حق کی نوید کیا کہنا

شمیمِ روضۂ اطہر نسیم لائی ہے
مرے خزینۂ دل کی کلید کیا کہنا

وہی ہے آتشِ سوزِ دلِ نظارہ طلب
وہی ہے شورشِ "ہل من مزید" کیا کہنا

حمیدؔ کہتے ہیں سب "مرحبا مبارکباد"
یہ نظمِ تازہ، یہ فکرِ جدید کیا کہنا

رحمتوں کا زمانہ

حمیکر اللہ اللہ وہ کیا تھا زمانہ
مدینے کو جب ہو رہے تھے روانہ

طبیعت میں اک جوش تھا بے نہایت
نظر کھوئی کھوئی، قدم والہانہ

وہی میرے دل میں بھی گونجا ہوا تھا
لبوں پر حُدی خواں کے تھا جو ترانہ

کبھی رُوح پرور ہواؤں کے جھونکے
کبھی ابرِ رحمت کا تھا شامیانہ

درختوں کے سائے میں بستر لگائے
دل آویز وہ زندگی بدویانہ

نہ بجلی کی دہشت، نہ صیّاد کا ڈر
کھجوروں کے جھرمٹ میں تھا آشیانہ

اگر دو قدم بڑھ گیا کوئی محمل
مرے واسطے بن گیا تازیانہ

بڑے لطف سے منزلوں کا گزرنا
کسی کا وہ لطف و کرم غائبانہ

دکھا دے الٰہی مجھے پھر دکھا دے
زمانہ وہی رحمتوں کا زمانہ

دلوں کی تمنّا، امیدوں کا مرکز
شہنشاہِ کونین کا آستانہ

حرم میں نمازیں پڑھوں پے بہ پے میں
ادب سے دعائیں کروں مخلصانہ

حضورِ دلی سے کروں التجائیں
نظر کو جھکائے ہوئے عاجزانہ

تخیّل میں ہر وقت ہو ذاتِ اقدس
نگاہوں کا انداز ہو عارفانہ

کہوں پردۂ شعر میں حالِ دل کا
زباں پر رہے نغمۂ عاشقانہ

مرحبا، مرحبا

حبّذا حبّذا نسیمِ شمال
مرحبا مرحبا تعال تعال

یاد آ ہی گیا تجھے آخر
ایک ہجراں زدہ شکستہ حال

تیرے آنے سے آئی جان میں جان
شدّتِ غم سے جی بہت تھا نڈھال

یادِ ایّامِ دل فروز، کہ جب
دولتِ دید سے تھے مالا مال

اب بھی آتی ہے کیا نسیمِ حرم؟
"ذوالحلیفہ" ہیں بہرِ استقبال

ساکنانِ مدینہ کیسے ہیں؟
خادمانِ حرم کا ہے کیا حال

ہم جوارِ درِ حبیبؐ خدا
خوبرو، خوش جمال، نیک خصال

اُن کے عزّ و شرف کا کیا کہنا
دولتِ قرب سے ہیں مالا مال

کتنے اچھّے ہیں سائلانِ حرم
حسن و خوبی میں آپ اپنی مثال

تنگدستی کے باوجود کبھی
نہیں کرتے درازِ دستِ سوال

نذر کر لیتے ہیں قبول، مگر
خواہ اک "قرش" ہو کہ ایک "ریال"

ہو گئے جو گدائے کوئے حبیبؐ
ہیں وہی خوش نصیب و خوش اقبال

یا کبا طن غریب "تکرونی"[1]
جنھیں ہوتے ہیں بعض صاحبِ حال

دیکھ کر جن کو یاد آتے ہیں
سیّد العاشقین بلالؓ، بلالؓ

---

[1] تکرونی (حبشی نما) مسجد نبویؐ کے ایک گوشے میں بیٹھے رہتے ہیں ۔ ۱۲

صُبح کے وقت کیا نماز کے بعد　　اَب بھی پڑھتے ہیں "سُورۂ انفال؟"

قابلِ رشک ہے وہ خوش قسمت　　جس کو حاصل ہو حاضری ہر سال

اللہ اللہ تھے کبھی ہم بھی　　محوِ نظّارۂ حریمِ جمال

عیدِ نظّارہ تھا نظر کے لئے　　قُبّۂ نور کے کلس کا ہلال

درِ اقدس کی جالیوں کی طرف　　دیکھ لے آنکھ بھر کے کس کی مجال

آج ہیں وقفِ انتظار آنکھیں　　آج گویا نظر نظر ہے سوال

شوقِ دیدار میں ہیں محوِ سکوت　　جرأتِ عرضِ حال بھی ہے محال

اپنے ہاتھوں ہوئے ہیں خود برباد　　اپنے قدموں سے خود ہوئے پامال

حالِ دل جس نے کر دیا ابتر　　ہے وہ خود اپنی شامتِ اعمال

کب نظر آئے گا وہ نورِ سحر　　جائیگی کب یہ شامِ رنج و ملال

یاد آتی ہے صُبح و شامِ حرم　　پڑھتے ہی "بالغُدُوِّ والآصال"

آج تک ہیں نگاہ و دل پہ محیط　　جلوہ ہائے دیارِ حُسن و جمال

عینِ بیداری و حقیقت کو　　کیسے سمجھیں ہم آہ خواب و خیال

یہ بھی اُن کے کرم کا صدقہ ہے　　عالمِ ہجر بھی ہے عینِ وصال

تو رہے برقرار درِ حبیبؐ　　شادم از سوزِ ہجر در ہمہ حال

برق سی دل پہ گر گئی ہے حمید
جب مدینے کا آگیا ہے خیال

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سُبحان اللہ روضۂ اطہر صلّی اللہ علیہ وسلّم
وہ شب ماہ کا دلکش منظر صلّی اللہ علیہ وسلّم

باغِ حریم پاک سے ہو کر، نکہتِ گُل کی اوڑھے چادر
بادِ صبا آئی ہے معطّر صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل سے مدینہ یاد کئے جا، روح کو اپنی شاد کئے جا
کوئی نہیں ذکر اس سے بہتر صلّی اللہ علیہ وسلّم

گنبدِ خضرا اور منارے، صدقے جن پر چاند ستارے
دیکھے جس کو نور کا پیکر صلّی اللہ علیہ وسلّم

گنبد خضرا کا نظّارہ، نور کا جیسے اک فوّارہ
دیکھتے رہیے جس کو برابر صلّی اللہ علیہ وسلّم

اُستُنِ حنّانہ[1] اس جانب چشم و نظر کا مرکز و محور
اور اُدھر محراب پیمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

خُلد کا اک گلدستہ کہئے، ہر لحظہ بس دیکھتے رہیے
اللہ اللہ جلوۂ منبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

دیکھ رہی ہیں نور کے ساماں، پاسِ ادب سے حیران حیراں
جا کے نظر جالی کے اندر صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں دھڑکن، آنکھیں ہیں نم، قال اللہ تعالیٰ لب پر
اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرْ صلّی اللہ علیہ وسلّم

اللہ اکبر، اللہ اکبر، صلّی اللہ علیہ وسلّم
پھیلی ہوئی اک نور کی چادر صلّی اللہ علیہ وسلّم

دل میں حمید کے جو ہی جلوہ، پرتو ہی گنبد کے کلس کا
جس سے منوّر ہیں مہ و اختر صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] یعنی "ستونِ حنّانہ" جس نے منبر کی تیاری کے بعد حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جدا ہونے پر گریہ و بکا کیا تھا۔

نورٌ علیٰ نور

صُبحِ حرم، یا جلوۂ طور ⁂ اللہ اللہ، نور ہی نور

ہر جلوہ فردوسِ نظر ⁂ ہر شے نور سے ہے معمور

چَپّہ چَپّہ رشکِ اِرم ⁂ ذرّہ ذرّہ بُقعۂ نور

گوشہ گوشہ طیبہ کا ⁂ جانِ تجلّی، نازشِ طور

حُجرۂ انور صلِّ علیٰ ⁂ شرحِ جمالِ سورۂ نور

رحمت رحمت، ارضِ بقیع ⁂ جنّت جنّت، اہلِ قبور

کیوں نہ رہیں حیرانِ رسولؐ ⁂ قُرب کی دولت سے مسرور

جن کی اک موجِ نظر ⁂ ساغرِ کوثر، جامِ طہور

دیدۂ باطن جلوہ نگر ⁂ دیدۂ ظاہر ہیں مخمور

سب ہیں انھیں زلفوں کے اسیر ⁂ کوئی قریب، اور کوئی دور

اہلِ حرم سے ہے اُمید ⁂ یاد کرینگے مجھ کو ضرور

کہہ نہیں سکتے دیدۂ نم
راز جو دل میں ہیں مستور

دردِ فراق کی حد معلوم
شیشۂ دل ہے غم سے چُور

دل بھر آتا ہے جس دم
آنکھیں رونے پر مجبور

قطعہ

بادِ صبا، ہاں بادِ صبا
عرض یہ کرنا اُنکے حضور

دردِ محبّت سے بیتاب
سوزِ جُدائی سے رنجور

حیرت و حسرت کا مارا
ایک شکستہ دل مہجور

رو رو کر یہ کہتا ہے
خُذ بِیَدِی یا نورَ النّور

تا کے آخر دورِ فراق
کب ہوگی یہ دُوری دُور

ایک نظر کا مارا ہوں
ایک نظر پھر میرے حضورؐ

اُنکے در پر مجھ کو حمید

مرنا جینا سب منظور

حاصلِ دل

اگر معنیِ دل سمجھتے رہیں گے
مدینے کو منزل سمجھتے رہیں گے

سلامت رہے ذوق و شوقِ زیارت
محبّت کا حاصل سمجھتے رہیں گے

نسیمِ سحر تیرے احساں بہت ہیں
تجھے محرمِ دل سمجھتے رہیں گے

جو ہیں رازدارِ جمالِ تلاطُم
وہ موجوں کو ساحل سمجھتے رہیں گے

نظر تھرتھرائے، قدم ڈگمگائیں
یہ عنوانِ منزل سمجھتے رہیں گے

یہ دیوانے تیرے خدا جانے کبتک
بگولوں کو محمل سمجھتے رہیں گے

نظر شمعِ محفل پہ جن کی نہیں ہے
وہ آدابِ محفل سمجھتے رہیں گے

نہ پہونچیں گے جبتک دیارِ نبیؐ میں
بہت دُور منزل سمجھتے رہیں گے

توقّع ہے ذاتِ گرامیؐ سے ہم کو
حضوری کے قابل سمجھتے رہیں گے

ہم ایسوں کو بھی تاجدارِ مدینہؐ
غلاموں میں شامل سمجھتے رہیں گے

خُلدِ نظر

دربارِ نبیؐ کے جلوؤں کی وہ بارشِ پیہم کیا کہیے
وہ صبح کا منظر کیا کہیے، وہ شام کا عالم کیا کہیے

وہ جنّتِ رُوح و خُلدِ نظر، وہ سوز و گدازِ قلب و جگر
وہ روضۂ اطہر صلِّ علیٰ، وہ نورِ مجسّم کیا کہیے

وہ لذّتِ غم سینہ میں نہاں، وہ اشکِ طرب آنکھوں سے رواں
وہ دردو نشاطِ تشنہ لبی، وہ رشحۂ زمزم کیا کہیے

جس وقت تصوّر کرتا ہوں، اِک نیند سی آنے لگتی ہے
اے صلِّ علیٰ، آرامگہِ سرکارِ دو عالمؐ کیا کہیے

وہ راز و نیاز کی یکسوئی، وہ دل کی حضوری کا عالم
وہ جوشِ تلاوت پچھلے پہر، وہ سورۂ مریمؑ کیا کہیے

اِک کیفِ مُسلسل حاصل ہے، اِک نسبتِ خاص کے صدقے میں
دُنیائے محبّت نازاں ہے، لُطفِ خلشِ غم کیا کہئے

ہر عیش و طرب کی محفل میں دل ہے کہ اُمنڈنے لگتا ہے
کیا جانئے کیوں اَز خود آنکھیں ہو جاتی ہیں پُرنم کیا کہئے

وہ وقتِ سحر پھولوں کی مہک، شاخوں کی لچک، سبزے کی لہک
گُلزارِ قُبا کے دامن پر، کیفیّتِ شبنم کیا کہئے

مَیدانِ اُحد کی صُبحِ طرب، پھرتی ہے ابھی تک آنکھوں میں
اُس کیف و سُرور کے عالم میں، جیسے تھے ہمیں ہم کیا کہئے

قُربان حمیدِ خستہ جگر، کیا چاہئے اَور اِس سے بڑھ کر
ہے دل پہ مرے کیا کیا فیضِ سرکارِ دو عالمؐ کیا کہئے

برقِ تجلّی

تصوّر میں کون آگیا اللہ اللہ
مرا دل دُھڑکنے لگا اللہ اللہ

کچھ اس طرح محسوس ہوتا ہے مجھ کو
مدینہ ہے جلوہ نُما اللہ اللہ

جہاں جبرئیل امیں پرِ شکستہ
وہاں میری طبعِ رسا اللہ اللہ

یہ کس کیف میں آج میں ہوں کہ لب پر
محمدؐ محمدؐ ہے، یا اللہ اللہ

نہ تھمتے ہیں آنسو، نہ رُکتی ہیں آہیں
یہ کیا آج یاد آگیا اللہ اللہ

نہیں اب تو کچھ ہوش اس کا بھی مجھ کو
کہ یہ دل کی دُھڑکن ہے یا اللہ اللہ

مری چشمِ پُرشوق میں جلوہ گر ہے
مدینے کی اِک اِک ادا اللہ اللہ

تصوّر میں ہے آج عہدِ رسالتؐ
نظر آرہا ہے، یہ کیا اللہ اللہ

وہ مہرِ نبوّت کی پُر نور کرنیں
ہر اک سمت جلوہ نُما اللہ اللہ

نسیمِ کرم کے وہ پُرکیف جھونکے
دریچے وہ جنّت کے وا اللہ اللہ

وہ تاروں بھری رات، وہ عالمِ ہُو
وہ "یا ربّنا" کی صدا اللہ اللہ

وہ تنویرِ "والنّجم" کی ضَو فشانی
وہ پچھلا پہر رات کا اللہ اللہ

نظر در پہ، اور کان آہٹ پہ ہر دم
وہ سب کا اُدھر دیکھنا اللہ اللہ

تجلّیِ باری کی وہ نور باری
وہ گلبانگِ صلِّ علیٰ اللہ اللہ

وہ حُجرے سے حضرتؐ کا تشریف لانا
لبوں پر وہ بیساختہ اللہ اللہ

اُذاں میں وہ دلسوز لحن بلالیؓ — وہ تکبیر کا گونجنا اللہ اللہ
صحابہؓ کی اُنجم نما وہ جماعت — مقابل شہِ دوسَرا اللہ اللہ
اِدھر افضلُ الخلق صدّیقِ اکبرؓ — حبیبِ حبیبِ خدا اللہ اللہ
اُدھر جانِ اسلام فاروقِ اعظمؓ — نبوّت کے رازآشنا اللہ اللہ
وہ عثمانِ عفّانؓ بحرِ سخاوت — مُجسّم وہ حِلم وحیا اللہ اللہ
شہیدِ خلافت علیؓ شیرِ یزداں — وہ تاجِ سرِ اولیا اللہ اللہ
نمازوں میں پیشِ نظر روحِ کعبہ — وہی نورِ ربُّ العُلا اللہ اللہ
اِدھر سُورۂ والضّحیٰ کی تلاوت — اُدھر جلوۂ والضّحیٰ اللہ اللہ
وہ ہر ایک کا التّحیات پڑھنا — نظر بر حبیبِ خدا اللہ اللہ
شہنشاہِ کونینؐ کے وہ فدائی — عبادت تھی جنکی غذا اللہ اللہ
اُنھیں ہر عبادت سے محبوب تر تھا — فقط آپؐ کو دیکھنا اللہ اللہ
وہ اصحابِ صُفّہؓ کی پُرشوق نظریں — وہ دیدارِ بدرُالدُّجیٰ اللہ اللہ
اِدھر "یاحبیبیؐ اغثنی" زباں پر — اُدھر سے وہ لُطف وعطا اللہ اللہ
صبا کی، نہ پیغامبر کی ضرورت — وہ اظہارِ غم برملا اللہ اللہ
وہ ہر سمت ضَوپاش برقِ تجلّی — وہ لمعاتِ شمسُ الضّحیٰ اللہ اللہ

حمیدؔ آج کس دُھن میں تو ہے غزلخواں
یہ لے مرحبا مرحبا اللہ اللہ

حُسنِ تمنّا

مُدّت ہوئی گلزارِ مدینہ نہیں دیکھا — پھولوں سے بھرا دامنِ صحرا نہیں دیکھا

یوں تو نگہِ شوق نے کیا کیا نہیں دیکھا — دیکھا تھا کبھی جس کو وہ جلوا نہیں دیکھا

مشتاق نگاہوں کو ہے جس گُل کا تجسُّس — تو نے تو کہیں نرگسِ شہلا نہیں دیکھا

جو راہبرِ منزلِ مقصود ہو اے دِل — مُدّت سے فلک پر وہ ستارا نہیں دیکھا

اے چاندنی دیکھا تھا جو طیبہ کے سفر میں — وہ شب کے اندھیرے میں اُجالا نہیں دیکھا

رشک آتا ہے واللہ مہ و مہر پہ مجھ کو — جب سے تجھے اے گنبدِ خضرا نہیں دیکھا

نمناک نگاہوں نے مدینے کے چمن میں — رحمت کی گھٹاؤں کا برسنا نہیں دیکھا

پھر بیٹھ کے اُٹھنے کو نہ جی چاہے جہاں سے — اغوات[1] کے رہنے کا وہ گوشہ نہیں دیکھا

آتے تھے جہاں رُشد و ہدایات کے پیغام — وہ مہبطِ[2] جبریلؑ، وہ صُفّہ نہیں دیکھا

یاد آئے نہ کیوں آخرِ شب نور کا عالم — وہ خاص تہجُّد کا مُصلّا[3] نہیں دیکھا

---

[1] آغا کی لفظ ہے جسکی جمع ہے اغوات۔ حرمِ نبویؐ کے خدّام، حُجرۂ مقصورہ کی پُشت پر جانبِ شمال، بابِ جبرئیلؑ و بابُ النساء کے درمیان ایک چبوترہ (دکۃ الاغوات) پر بیٹھے رہتے ہیں، اصحابِ صُفّہؓ کا بھی یہی صُفّہ (چبوترہ) تھا۔

[2] وہ مقام جہاں حضرت جبرئیلؑ اکثر وحی لیکر نازل ہوا کرتے تھے۔ ۱۲

[3] یہ مُصلّا مقصورہ شریفہ کی پشت کی جانب ہے (یعنی شمالی دیوار میں) یہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تہجُّد کی نمازیں ادا فرمائی ہیں۔ ۱۲

وہ رُوح فزا خُلد کی کیاری نہیں دیکھی
محراب کا وہ جلوۂ زیبا نہیں دیکھا

رہتی ہے جہاں بارشِ انوار برابر
وہ حضرتِ صدّیقؓ کا خوخا نہیں دیکھا

وہ حضرتِ فاروقؓ کی مسجد نہیں دیکھی
وہ حضرتِ عثمانؓ کا روضہ نہیں دیکھا

کچھ ڈھونڈھ رہی ہیں مری بیتاب نگاہیں
وہ بیرِ علیؓ بارِ اریحا نہیں دیکھا

پُرنور فضاؤں میں گُلستانِ قُبا کی
بیتِ شرفِ فاطمہ زہراؓ نہیں دیکھا

ہنگامِ سحر گنبدِ خضرا کے کلس پر
خورشید کی کرنوں کا مچلنا نہیں دیکھا

وہ جلوہ گہِ خاصِ شہنشاہِ دو عالمؐ
وہ عائشہ صدّیقہؓ کا حُجرا نہیں دیکھا

وہ نور کی کثرت کہ ٹھہرتی نہ تھیں نظریں
ہمنے انھیں آنکھوں سے مگر کیا نہیں دیکھا

دل ڈھونڈھ رہا ہے اسی اندازِ کرم کو
جُنباں حرمِ قدس کا پردا نہیں دیکھا

جو یہ نہ سمجھتا ہو، مجھے دیکھ رہے ہیں
ایسا تو کوئی دیکھنے والا نہیں دیکھا

جلوے سے یکایک جو نگاہیں مری جھپکیں
بہتا ہوا پھر نور کا دریا نہیں دیکھا

کہنے کو کیا، حسنِ تصوّر نے بڑا کام
دیکھا تو ہے لیکن انھیں گویا نہیں دیکھا

ہر نقش جو دل پر ہے وہی نقش ہے اوّل
ہم نے کسی جلوے کو دوبارا نہیں دیکھا

کیا اس سے زیادہ ہو حمیدؔ انکی نوازش
خالی کبھی آغوشِ تمنّا نہیں دیکھا

آؤ مدینے چلیں

چھوڑ کے ہندوستاں آؤ مدینے چلیں — دل نہیں لگتا یہاں آؤ مدینے چلیں

اہلِ نظر کے لئے، صاحبِ دل کیلئے — ہے وہی دارالاماں آؤ مدینے چلیں

کہنے کی حاجت نہیں، کوئی ضرورت نہیں — اُنپہ ہے سب کچھ عیاں آؤ مدینے چلیں

کس سے بیاں کیجئے، کس کو دُعا دیجئے — لیکے یہ دردِ نہاں آؤ مدینے چلیں

چین تو سب چھین کر لیگئی یادِ حبیبؐ — چین یہاں اب کہاں آؤ مدینے چلیں

مائلِ پرواز ہوں، گوش بر آواز ہوں — کوئی کہے ناگہاں آؤ مدینے چلیں

عمر کا حاصل ہے بس خاکِ درِ مصطفےٰؐ — عمر نہ ہو رائگاں آؤ مدینے چلیں

مرکزِ صد جستجو، حاصلِ ہر آرزو — یعنی ہے سب کچھ وہاں آؤ مدینے چلیں

فکر یہی دن رات ہے، سچ کہو کیا بات ہے — چلتے ہو "منّے میاں"[1] آؤ مدینے چلیں

آؤ مدینے چلیں، ہونگی غزلخوانیاں — ہونگی غزلخوانیاں آؤ مدینے چلیں

دل میں ہے برپا حمیدؔ شورشِ "ہل من مزید"
کہتی ہیں بیتابیاں آؤ مدینے چلیں

---

[1] رفیق العرفات مُجتبیٰ و مخلصی حاجی حافظ قاری احمد علی خاں صاحب ۱۲۔ حمیدؔ

ابرِ بہاری کے دن

مدینے میں ابرِ بہاری کے دن ہیں
یہی میکشو میگساری کے دن ہیں

سُنا ہے کہ جو اشکباری کے دن ہیں
وہی عشق کی آبیاری کے دن ہیں

یہی جو بہت بیقراری کے دن ہیں
یہی عشق کی پردہ داری کے دن ہیں

گذرتے ہیں جو دن حضوری میں اُنکی
وہی دن بہت ہوشیاری کے دن ہیں

درود و سلام اُنپہ ہر وقت پڑھیئے
عطایائے محبوبِ باری کے دن ہیں

مبارک تمھیں تیرہ بختانِ فُرقت
سُنا ہے وہاں نور باری کے دن ہیں

چلو عاصیو بابِ رحمت کھلا ہے
خطاؤں کی آمرزگاری کے دن ہیں

وہی جوششِ لطف و کرم کا زمانہ
وہی شوقِ طاعت گذاری کے دن ہیں

مبارک تمھیں رہروانِ مدینہ
ہمارے لئے شرمساری کے دن ہیں

انھیں میں مزہ ہے تڑپنے کا اے دل
یہی ہاں یہی آہ و زاری کے دن ہیں

نہ خلوت میں تسکیں، نہ جلوت میں راحت
عجب طرح کی بیقراری کے دن ہیں

مری ناتوانی نگاہوں میں رکھنا
یہی راہبر غمگساری کے دن ہیں

نسیمِ سحر کوئی جھونکا ادھر بھی
یہی دن تو اُمیدواری کے دن ہیں

بہت لکھ چکے داستانِ محبت
حمیدؔ اب تو مدحت نگاری کے دن ہیں

تجلّیاتِ حرم

پیشِ نظر حریمِ رسالتؐ ہے آجکل
دُنیا مرے خیال کی جنّت ہے آجکل

کعبے میں خاص جشنِ مسرّت ہے آجکل
ایک ایک ذرّہ محوِ عبادت ہے آجکل

اِک اہتمامِ خاص سے بیت الحرام میں
صف بستہ قدسیوں کی جماعت ہے آجکل

عالَم تمام مَطلعِ اَنوار بن گیا
اتنی تجلّیات کی کثرت ہے آجکل

حیرانیٔ نگاہ کا عالم نہ پُوچھئے
دل بے نیازِ خلوت و جلوت ہے آجکل

للہ آبگینۂ دل کو نہ چھیڑئیے
لبریزِ سوز و سازِ محبّت ہے آجکل

چھایا ہوا ہے دل پہ عجب کیفِ بیخودی
وہ غائبانہ لُطف و عنایت ہے آجکل

اندازۂ سُرورِ محبّت محال ہے
سرشار دل کسی کی بدولت ہے آجکل

دل کھنچ رہا ہے دیکھ کے آغوشِ شوق سے
ایسی "حطیمِ پاک" میں نُزہت ہے آجکل

پھر میرے جذبِ شوق نے پہنچا دیا مجھے
پھر "ملتزم شریف" سے قربت ہے آجکل

پھر "استلام[1] رکنِ یمانی[2]" کے ذوق میں
بیتابیِ طواف و زیارت ہے آجکل

رونق ہی اور ہے "جبلِ بوقبیس" کی
آئینہ دارِ جلوۂ رحمت ہے آجکل

غارِ حرا پہ نور کی کثرت بنی حجاب
دامن میں اُسکے کتنی لطافت ہے آجکل

ہٹتی نہیں نگاہ جدھر پڑ گئی حمیدؔ
ہر شے میں ایک حسن ہے ندرت ہے آجکل

---

[1] استلام، جب حجرِ اسود کی نسبت مستعمل ہوتا ہے تو اُس کا بوسہ لینا مقصود ہوتا ہے، اور جب رکنِ یمانی کی نسبت بولا جاتا ہے تو صرف اُس کا چھو لینا مراد ہوتا ہے۔ ۱۲

[2] رکنِ یمانی، ایک پتھر ہے جو کعبۂ مکرّمہ کے ایک گوشے میں بجانب یمن گڑا ہوا ہے۔ ۱۲

عیدِ میلادالنبیؐ

نسیمِ صُبحِ صادق ہے پیامی
مُبارک مژدہ ہائے شادکامی

جب آئی صحنِ گلزارِ حرم میں
چٹک کر ہر کلی نے دی سلامی

نُزولِ رحمتِ حق ہو رہا ہے
زمانے سے گئی آوارہ گامی

یہ آمد آمد اُس محبوبؐ کی ہے
کہ نورِ جاں ہے جس کا نامِ نامی

وہی مہرِ منیرِ قابَ قوسین
وہی شمس الضحیٰ ماہِ تمامی

جہاں والوں کی قسمت جگمگائی
جہاں افروز ہے نورِ گرامی

خوشی میں "عیدِ میلادالنبیؐ" کی
یہ اہلِ شوق کی خوش انتظامی

کھڑے ہیں باادب صف بستہ قدسی
حضورِ سرورِ ذاتِ گرامیؐ

کہا بڑھ کر یہ جبریلِ امیںؑ نے
"بشوقت جاں بلب آمد تمامی"

حمیدِ دل شکستہ بھی ہے حاضر
بصد شوق و بانداز غلامی

شانِ رحمت

جانِ رحمت، جہانِ رحمت ہے — شانِ محبوبؐ، شانِ رحمت ہے

جب سے آئے زمیں پہ اُنکے قدم — خلق زیرِ امانِ رحمت ہے

ہر نظر اُنؐ کی عاطفت گُستر — اُن کی ہر شان شانِ رحمت ہے

مَوردِ رحمتِ خدا ہے وہ بزم — جس میں اُن کا بیانِ رحمت ہے

جس جگہ آپؐ کا ہے نقشِ قدم — وہ زمیں آسمانِ رحمت ہے

خُلد کیا ہے، نبیؐ کے صدقے میں — عاصیوں کا مکانِ رحمت ہے

حشر میں مُنہ گُناہگاروں کا — وجہِ اظہارِ شانِ رحمت ہے

جس کی مرضی، خدا کی مرضی ہو — اپنا آقاؐ وہ جانِ رحمت ہے

ہے یہ نقشِ قدم، کہ صَلِّ علیٰ — رُوکشِ صد نشانِ رحمت ہے

ذرّہ ذرّہ زمینِ طیبہ کا — نیّرِ آسمانِ رحمت ہے

اللہ اللہ وہ گُنبدِ خضرا — ہُو بہُو سائبانِ رحمت ہے

ایک ہو تو کہے حمید کوئی
اُن کی ہر بات، شانِ رحمت ہے

یادِ ایّام

چمنِ طیبہ کی جب سَیر کیا کرتے تھے
کیا کہیں کون سے عالَم میں رہا کرتے تھے

ترجمانِ دلِ بیتاب ہوا کرتے تھے
خود بخود آنکھ سے آنسو جو بہا کرتے تھے

ہائے وہ دل کی اُمنگیں، وہ سُرورِ تازہ
جب کبھی سَیرِ گُلستانِ قُبا کرتے تھے

"مَرحَبا اَہلًا وسَہلًا" مَدنی کر کے خطاب
کِس محبّت سے بصد لُطف بِلا کرتے تھے

چلتے چلتے کہیں رُکنا، کہیں آگے بڑھنا
ساتھ والے ہمیں آواز دیا کرتے تھے

آگے بڑھتے تھے تو بڑھتے ہی چلے جاتے تھے
بیٹھ جاتے تھے تو مُشکل سے اُٹھا کرتے تھے

دیکھنے والے خدا جانے سمجھتے کیا تھے
ہم جو مدہوش سے گلیوں میں پھرا کرتے تھے

"لِی حَبِیْبٌ عَرَبِیٌّ مَدَنِیٌّ قُرَشِی"
عالَمِ شوق میں ہر وقت پڑھا کرتے تھے

ماہ و انجم کی طرح رات کے سنّاٹے میں
قُبّۂ نور کا نظّارہ کیا کرتے تھے

نیند سے بند ہوئی جاتی ہوں آنکھیں جیسے
حرمِ پاک کے دَر بند ہوا کرتے تھے

جیسے کانوں میں سُنائی ہو تہجّد کی اذاں
یک بیک نیند سے ہم چونک اُٹھا کرتے تھے

اُکے دیتے تھے خبر سَرد ہوا کے جھونکے
شب کو دروازے حرم کے جو کھُلا کرتے تھے

سر جھکائے ہوئے بادیدۂ نم، دردِ بدل — حاضرِ بارگہِ قدس ہوا کرتے تھے

شوقِ دیدار میں وہ کیفِ حضوری توبہ — لڑکھڑائے سے قدم اپنے پڑا کرتے تھے

جالیوں کی طرف اُٹھتی نہ ادب سے جو نگاہ — گوشۂ چشم سے ہم دیکھ لیا کرتے تھے

ہمہ تن دل اُسی جانب متوجّہ ہوتا — جب اشارہ سے کوئی بات بہا[1] کرتے تھے

دل کو تھی نقشِ کفِ پائے مبارک کی تلاش — جا بجا شوق میں ہم سجدے کیا کرتے تھے

اُن پہ حسرت سے ستاروں کی نظر پڑتی تھی — وہ جو دامن پہ مرے اشک گرا کرتے تھے

دیکھ لیتے تھے جنازہ جو حرم میں کوئی — دل سے بیساختہ مرنے کی دعا کرتے تھے

رشک سے دیکھتے تھے ہم وہ کبوتر پیہم — گرد جو گنبدِ خضرا کے پھرا کرتے تھے

آبِ کوثر کی تمنّا جو ہوا کرتی تھی — صرف ساقی کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے

محو رہتا تھا کوئی بے خبرِ ہوش، مگر — دونوں عالم بھی نگاہوں میں رہا کرتے تھے

اللہ اللہ کہ ہم خلوت و جلوت میں حمیدؔ

سو طرح ایک ہی نغمے کو سنا کرتے تھے

---

[1] حبیبی و سیّدی شیخ بہاء الدّین صاحب خاشقجی معلّم مدینۂ منوّرہ، جن کو ہم فرطِ محبّت میں "بہا یا بہا" کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ ۱۲ حمیدؔ

اوّل، اوّل

وہ دیدارِ خاکِ حجاز اوّل اوّل
وہ جوشِ جنونِ نیاز اوّل اوّل

وہ نظّارۂ بے نظر پہلے پہلے
وہ اِک منظرِ جاں نواز اوّل اوّل

وہ عالم عجب بیخودی کا تھا عالم
ہوئے تھے جو ہم سرفراز اوّل اوّل

وہ ارضِ مقدّس کی سادہ فضائیں
حرم میں وہ کیفِ نماز اوّل اوّل

وہ کیفیتِ اضطرابِ حضوری
وہ ذوقِ جبینِ نیاز اوّل اوّل

وہی بن گیا دردِ دل آخر آخر
بظاہر جو تھا سوز و ساز اوّل اوّل

غم و کیف کا اِمتزاج اللہ اللہ
دل و درد کا ساز باز اوّل اوّل

کلامِ حق آموز بے لفظ و معنی
پیامِ محبّت نواز اوّل اوّل

ابھی تشنۂ دید ہی تھیں نگاہیں
کہ دل پر گری برقِ ناز اوّل اوّل

جمالِ مجرّد، بہ رنگِ تماشا
حقیقت، بہ شکلِ مجاز اوّل اوّل

وہ اک جلوۂ بے جہت آخر آخر
وہ اک پردۂ نیمباز اوّل اوّل

دھڑکتے ہوئے دل کے خونبار آنسو
وہ آنکھوں سے افشائے راز اوّل اوّل

حضورِ شہنشاہِ کونینؐ ادب سے
وہ عرضِ سلامِ نیاز اوّل اوّل

اُدھر اِلتفاتِ کرم کی بشارت
اِدھر گریۂ جانگداز اوّل اوّل

حمیدؔ آہ وہ رقصِ روحِ محبّت
وہ ہر سانس نغمہ طراز اوّل اوّل

بیچارگی

اشکِ غم یوں ڈبڈبا کر رہ گئے
جیسے تارے جھلملا کر رہ گئے

جانیوالے تو مدینے چل دیئے
ایک ہم آنسو بہا کر رہ گئے

اضطرابِ شوق میں بے ربط سے
چند فقرے لب تک آ کر رہ گئے

دل بھر آیا، آنکھ پُرنم ہو گئی
اُف نہ کی، لب تھرتھرا کر رہ گئے

دِل پہ رکھا ہاتھ، ٹھنڈی سانس لی
کچھ نگاہوں سے بتا کر رہ گئے

گنبدِ خضرا کا جب آیا خیال
دل کے گوشے جگمگا کر رہ گئے

سُنتے ہی ذکرِ گلستانِ قبا
زخمِ دل سب مسکرا کر رہ گئے

آ گئی جب یادِ محرابِ نبیؐ
ہم ادب سے سر جھکا کر رہ گئے

ہائے وہ جلوے جو اُٹھتے ہی نظر
دیدہ و دل میں سما کر رہ گئے

اللہ اللہ اُنکی قسمت کا فروغ
جو درِ اقدس پہ جا کر رہ گئے

خیر تو ہے، بات کیا ہے اے حمیدؔ
ایک ہی مصرع سنا کر رہ گئے

حُسنِ طَلَب

شمیمِ روضۂ خیرُ البشر نہیں آئی
بہت دنوں سے نسیمِ سحر نہیں آئی

کھڑے ہیں بادہ کشانِ الست جام بدست
وہ خُم بدوش گھٹا جھوم کر نہیں آئی

خدا ہی جانے کہاں کھو گیا ہے دلِ اپنا
کہ اک زمانے سے کوئی خبر نہیں آئی

کوئی تو درد ہے جس کی نہیں مجھے بھی خبر
یہ بے سبب تو مری آنکھ بھر نہیں آئی

گذر گیا ہے زمانہ اسی تمنّا میں
ہنوز دعوتِ ذوقِ نظر نہیں آئی

نثارِ روحِ محبّت بھی جس کے آنے پر
وہی نویدِ محبّت اثر نہیں آئی

پھر اور کیا ہے جو رہ رہ کے دل دھڑکتا ہے
مری طلب کی بشارت اگر نہیں آئی

بہت سے مرحلے آئے، گذر گئے لیکن
تلاش جس کی ہے وہ رہگذر نہیں آئی

ہوا ہے یوں بھی کہ ہنگامِ دید پہروں تک
گئی نگاہ تو پھر لوٹ کر نہیں آئی

زہے مشاہدۂ حسن و نسبتِ بے رنگ
نظر تجلّیِ دیوار و در نہیں آئی

مزہ ہے روضۂ اقدس پہ کھل کے رونے کا — تری بہار ابھی چشمِ تر نہیں آئی

ہمیں یقین نہیں آتا کہ اے حرم والو — ہماری یاد تمہیں بھول کر نہیں آئی

وہ کون سی ہے تجلّی دیارِ رحمت کی — بیک نگاہ جو دل میں اُتر نہیں آئی

ہوئی تھی دُور مرے دل کی جس سے تاریکی — وہ چاندنی در و دیوار پر نہیں آئی

قدم قدم پہ جہاں اضطراب بڑھتا ہے — ابھی وہ منزلِ راہِ سفر نہیں آئی

جب آفتاب ہوا جا رہا تھا ہر ذرّہ — وہ جگمگاتی ہوئی دوپہر نہیں آئی

نگاہ میں ہیں قُبا کے لطیف نظّارے — مگر وہ نکہتِ گلہائے تر نہیں آئی

ہوئی تھی گنبدِ خضرا کے سائے میں جو نصیب — پھر ایسی شام، پھر ایسی سحر نہیں آئی

مرے تصوّرِ صبحِ حرم کا کیا کہنا — کہ آج نیند مجھے رات بھر نہیں آئی

نسیمِ صبح سے کچھ آس تھی، سو وہ بھی حمید
اُدھر گئی تو گئی، پھر اِدھر نہیں آئی

یادِ حرم

بہت آج اہلِ حرم یاد آئے
خود اُن کو بھی شاید کہ ہم یاد آئے

ستم یاد آئے، نہ غم یاد آئے
ہمیں تو کرم ہی کرم یاد آئے

یہ ترکِ تعلّق بھی ہے کیا تعلّق
وہ کچھ اور بھی دمبدم یاد آئے

جہاں کچھ ہوا دل کو احساسِ فرقت
وہیں اُنکے لُطف و کرم یاد آئے

اِدھر چھڑ گیا خود بخود سازِ دل کا
اُدھر طائرانِ حرم یاد آئے

گھنی چھاؤں والی ببولوں کے جُھرمٹ
مُقیمانِ اُمُّ القریٰ یاد آئے

ہجومِ تجلّی کے پُر کیف منظر
بہت یاد آئے، تو کم یاد آئے

ملی یک بیک لذّتِ تشنہ کامی
مجھے ساقیانِ حرم یاد آئے

حرم کے وہ رہ رہ کے جنبش میں پردے
نسیمِ سحر کی قسم یاد آئے

کہاں کے گُل و لالہ و ماہ و انجم
وہی اُنکے نقشِ قدم یاد آئے

وہاں جاکے بادِ صبا کچھ نہ کہنا
ہماری اگر شامِ غم یاد آئے

سُنا ہے حمیدؔ آج اُس انجمن میں
بہت سب کو رہ رہ کے ہم یاد آئے

فیضِ نسیمِ سحری

اہلِ طیبہ جو کبھی خواب میں آ جاتے ہیں
خلشِ حسرتِ دیدار بڑھا جاتے ہیں

منظرِ حسنِ جہانتاب دکھا جاتے ہیں
دل کے ہر گوشے کو پُر نور بنا جاتے ہیں

دعوتِ ذوقِ نظر دے کے بصد لطف و کرم
دل کی خوابیدہ امیدوں کو جگا جاتے ہیں

ڈال کر بیخودیِ شوق کے پردے دل پر
خود مجھے میری نگاہوں سے چھپا جاتے ہیں

چھیڑ کر سازِ تمنّائے زیارت پیہم
دل کو اک دردِ مجسّم وہ بنا جاتے ہیں

جلوہ ہائے حرمِ پاک کا اللہ رے کرم
جب اُٹھاتا ہوں نظر سامنے آ جاتے ہیں

آخرِ شب نگہِ شوق کو ماہ و انجم
سبز گنبد کی فضا، یاد دلا جاتے ہیں

آ کے طیبہ سے نسیمِ سحری کے جھونکے
دل کے مرجھائے ہوئے پھول کھلا جاتے ہیں

اُٹھتے ہیں کعبہ کی جانب سے جو بادل پیہم
نگہِ لطف کی اُمّید دلا جاتے ہیں

شبِ غم پچھلے پہر ڈوبتے تارے دل کو
مژدۂ جلوۂ دیدار سنا جاتے ہیں

ابر میں برق کی چشمک کے نظارے اکثر
عالمِ جلوہ گہِ ناز دکھا جاتے ہیں

آہ وہ سوز میں ڈوبے ہوئے نغماتِ اذاں
دھڑکنیں دل کی مرے اور بڑھا جاتے ہیں

یاد آ کے شب و روز، شب و روزِ حرم
دل کے جذبات میں طوفان اُٹھا جاتے ہیں

جالیاں روضۂ اقدس کی جو یاد آتی ہیں
دیدہ و دل پہ کچھ انوار سے چھا جاتے ہیں

یاد آتے ہیں حضوری کے وہ لمحے جو حمید
سچ تو یہ ہے غمِ کونین بھلا جاتے ہیں

راہِ شوق میں
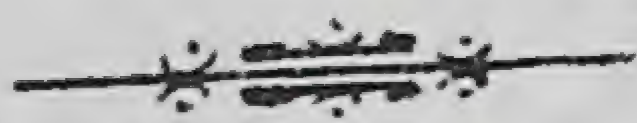
یاد آرہے ہیں یاد آنیوالے — اب کوئی کیسے دل کو سنبھالے

اے یادِ ماضی، اے فکرِ فردا — جتنا ترا جی چاہے ستالے

اے عمرِ رفتہ آخر کجائی؟ — دورِ حضوری واپس بلالے

یاد آرہے ہیں، اہلِ مدینہ — معصوم چہرے وہ بھولے بھالے

وہ دلبرانہ نازک خرامی — گردن جھکائے، نظریں سنبھالے

اللہ اللہ اُن کا مقدّر — اللہ جن کو اپنا بنالے

اے رہ نوردِ کوئے مدینہ — ہم غمزدوں کی بھی کچھ دعا لے

اللہ تجھپر منزل بمنزل — لطف و کرم کے برسائے جھالے

سوزِ جنوں کو، دردِ طلب کو — خضرِ رہِ شوق اپنا بنالے

ہر اشک بنجائے دریائے رحمت   احساسِ عصیاں اتنا بڑھالے

کھُلنے نہ پائے رازِ محبّت   تنہائیوں میں آنسو بہالے

ان کے سوا میں، کیا نذر کرتا   قلب و نظر ہیں تیرے حوالے

میرے بھی غم کی رُوداد کہنا   جب حالِ دل تو اپنا سُنالے

یہ عرض کرنا با چشمِ گریاں   اے تاج والے، اپنا بنالے

جانم فدائیت ماہِ مدینہؐ   آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کے اُجالے

رحمے بحالم، رحمے بجانم   دل سے لبوں تک آئے ہیں نالے

رُوحی فداک اے محبوبؐ باری   "اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ" فرمانیوالے

تجھ بن ہے داتا، کون اب کھویّا   ندیا بھی گہری، نیّا بھی بالے

ارضِ بقیعِ پاک اب خدارا   دامن میں اپنے مجھ کو چھپالے

تا کے حمیدِ بیچارہ گردد

آزردہ خاطر، آشفتہ حالے

ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباںؑ کو سلام

زائرو عرض کرو جب شہِ ذیشانؑ کو سلام
ہم غریبوں کا بھی سُلطانِ غریباںؑ کو سلام

پیش کرنا بہ کمالِ اُدب و شوقِ نیاز
قبلۂ اہلِ وفا، کعبۂ ایماںؑ کو سلام

یاد رکھنا حُرمِ پاک کے جانیوالو
اِس گنہگار کا بھی رحمتِ یزداںؑ کو سلام

بھُول جانا نہ کہیں وقتِ تلاوت للّٰہ
مَہبطِ روحِ اَمیں، حاملِ قرآںؑ کو سلام

خوابگاہِ شہِ کونینؑ پہ ہر لحظہ دُرود
سحر و شام، مرے حاصلِ ایماںؑ کو سلام

گوشہ گوشہ پہ شبستانِ رسالتؑ کے دُرود
رَوضۂ و منبر و محرابِ درخشاں کو سلام

قبۂ نور پہ ہوتے ہیں جو قرباں ہمہ شب
اُن ستاروں کو سلام، اُس مہِ تاباں کو سلام

جس سے ہوتی ہیں مری ہجر کی راتیں رُوشن
حُرمِ قدُس کی اُس شمعِ شبستاں کو سلام

فرش پا رہتی ہے جو صحنِ حُرم میں ہر سُو
اُس شبِ ماہ کو، اُس صُبحِ درخشاں کو سلام

جس سے رُوشن ہوئے دل ہم سے سیہ روں کے
اُس درِ پاک کی قندیلِ فروزاں کو سلام

گنبدِ سبز کا ہر روز جو کرتی ہیں طواف
اُن شعاعوں کو، اور اُس مہرِ درخشاں کو سلام

روضۂ خلد میں جو محوِ عبادت ہونگے — اُن کے حسنِ نظر و چہرۂ تاباں کو سلام

درِ اقدس پہ جو مصروفِ گہرباری ہو — نگہِ شوق کا اُس دیدۂ گریاں کو سلام

وہ جو احساسِ ندامت سے ہو طوفاں بکنار — ڈبڈبائی ہوئی اُس چشمِ پشیماں کو سلام

گُم جو ہو جلوۂ بے رنگ کے نظارے میں — دلِ مشتاق کا اُس دیدۂ حیراں کو سلام

باصدِ اخلاص و باندازِ غلامی کہنا — حرمِ پاک کے ہر خادم و درباں کو سلام

دل کو دل چشمِ توجّہ سے بنایا جس نے — دل سے اُس راہبرِ منزلِ عرفاں کو سلام

جن کو حاصل ہے شرف آپؐ کی پابوسی کا — اُن گلی کوچوں کے ذرّاتِ درخشاں کو سلام

جو پھرا کرتے ہیں مستوں کی طرح گلیوں میں — اُن سگانِ بلدِ شاہِ رسولاںؐ کو سلام

نگہِ سرورِ کونینؐ پڑی ہے جس پر — اُس رہ و منزل و کہسار و بیاباں کو سلام

اک نظر کوہِ اُحد پر مری خاطر پہلے — پھر اُسی وادیِ فردوس بداماں کو سلام

محوِ آرام ہیں جس خاک پہ اصحابِ اُحدؓ — ایک مہجور کا اُس گنجِ شہیداں کو سلام

کیف و مستی میں فراموش نہ ہوں اہلِ بقیع — جملہ اصحابِ شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

جس میں ہر لحظہ مہکتی ہے نسیمِ رحمت — اُس گلستاں کو سلام، اہلِ گلستاں کو سلام

رنگ و نکہت پہ شمیمِ چمنِ خُلد نثار
غنچہ و لالہ و گُل، سُنبل و ریحاں کو سلام

جس میں ہے خُلد در آغوش قُبا کی مسجد
اُس خیاباں کو سلام، اُس چمنستاں کو سلام

سازِ دل گونج اُٹھا کیفِ نوا سنجی سے
چمنِ طیبہ کے مُرغانِ خوش الحاں کو سلام

جنکے صدقے میں خلش ہوتی ہے اب تک دل میں
سنگریزوں کو، اور اُن خارِ مغیلاں کو سلام

جذبۂ شوق کے عالم میں ذرا یاد رہے
قافلے والوں کو، اور اُنکے حُدی خواں کو سلام

مست و سرشار نظر آئیں جو کچھ ناقہ سوار
اُنکے بکھرے ہوئے گیسوئے پریشاں کو سلام

جس جگہ کرتے ہیں حُجّاج پہونچکر منزل
اُن مقامات کو، اُن کوہ و بیاباں کو سلام

پا پیادہ جو ملے راہ میں دیوانۂ شوق
اُس غریب الوطن و بے سر و ساماں کو سلام

غازۂ خاکِ رہِ شوق ہو جس کے رُخ پر
اُسکے ذوقِ طلب و رنگِ پریشاں کو سلام

نعت پڑھتا ہوا مِلجائے جو کوئی یمنی
غائبانہ مرا اُس مست و غزلخواں کو سلام

رحمتِ حق سے میسّر ہوں وہ دن کاش حمیدؔ
خود کریں عرض شہنشاہِ رسولاںؐ کو سلام

شوقِ جبہ سائی

جانِ بیتاب پر بن آئی ہے — خاکِ طیبہ تری دہائی ہے

حسرتِ دید رنگ لائی ہے — رُوح آنکھوں میں کھنچ کے آئی ہے

درِ اقدس کی جبہ سائی ہے — جذبۂ شوق کی بن آئی ہے

حاصلِ زیست زندگی ہے وہی — جو مدینے میں جا کے پائی ہے

خاکِ طیبہ کے ذرّے ذرّے میں — ہائے کیا شانِ دلرُبائی ہے

عالمِ نور ہی نظر آیا — جس طرف بھی نظر اُٹھائی ہے

اللہ اللہ وہ نظر، جس کی — جلوۂ ذات تک رسائی ہے

آج تک وہ فضائے نورانی — دیدہ و دل پہ میرے چھائی ہے

قُبّۂ نور ہی کا صدقہ ہے — دل نے یہ رُوشنی جو پائی ہے

کیوں نہ پُرسوز ہوں مرے نغمے — سازِ طیبہ سے لَے ملائی ہے

شرم رکھ لے خدا، کہ دل نے مرے — محفلِ آرزو سجائی ہے

یادِ طیبہ نے جب کیا ہے کرم
آنکھ بے ساختہ بھر آئی ہے

عالمِ رنج و یاس میں اکثر
یہ صدا میرے دل سے آئی ہے

"سَبَقَتْ رَحْمَتِی عَلیٰ غَضَبِیْ"
رحمتِ حق نوید لائی ہے

(قطعہ)

آستانِ نبیؐ پہ جب میں نے
پئے سجدہ جبیں جھکائی ہے

جالیوں کے قریب جانے سے
نگہ شوق تھرتھرائی ہے

یک بیک عالمِ حضوری میں
ایک ہیبت سی دل پہ چھائی ہے

پھر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہی
کیسی تسکینِ قلب پائی ہے

سایۂ رحمتِ دو عالمؐ میں
کیا ہی پُرکیف نیند آئی ہے

مرحبا عشق، آفریں اے دل
نسبتِ حُسن رنگ لائی ہے

دل شکستہ حمیدؔ خلوت میں
آج محوِ غزل سرائی ہے

پھر مدینے بلائیں گے وہ حمیدؔ
اس قدر کیوں غمِ جدائی ہے

جوارِ مدینہ
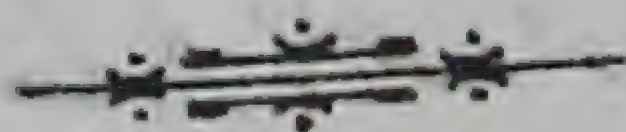
دِکھا دے الٰہی دیارِ مدینہ
بہت دن سے ہوں بیقرارِ مدینہ

بِنائے دو عالَم، دیارِ مدینہ
حبیبِ خدا تاجدارِ مدینہ

محبّت نمایاں نمایاں رہے گی
بَن اے دل تو آئینہ دارِ مدینہ

حُدی خواں نے عرفاں کے ساغر پلائے
چلا جھومتا بادہ خوارِ مدینہ

یہاں آکے دل کس کا جانیکو چاہے
کہ جنّت ہے ہر رہگذارِ مدینہ

حیات آفریں، رُوح پرور فضائیں
خوش آیند ہے کیا جوارِ مدینہ

خیاباں خیاباں نہ کیوں ہو بہاراں
بہار آفریں ہے، بہارِ مدینہ

شہیدانِ بدر و اُحد کا لہو ہے
زہے جلوۂ لالہ زارِ مدینہ

مہ و مہر ہیں جسکے صدقے میں روشن
وہ اک قُبّۂ نور بارِ مدینہ

شریعت طریقت کا کیا ذِکر واعظ
حقیقت ہے خود ہمکنارِ مدینہ

نظیرِ مدینہ ہوئی ہے، نہ ہو گی
بسو گنبدِ پُر وقارِ مدینہ

سبھی کچھ سہی باغِ جنّت میں لیکن
بہارِ مدینہ، بہارِ مدینہ

خدا مجھ سے پوچھے گا "کیا چاہتا ہے؟"
تو کہدونگا "خاکِ دیارِ مدینہ"!

حمیدؔ اِس قدر کیوں ہو مایوس آخر
بُلائیں گے پھر تاجدارِ مدینہؐ

ہجومِ کیفیات

یاد آتے ہیں اب دن رات
کیفِ حضوری کے لمحات

مہبطِ نورِ ذات وصفات
حجرۂ فخرِ موجوداتؐ

شوق و تمنّا کی وہ رات
اور وہ رحمت کی برسات

اللہ اللہ جلوۂ ذات
محو تھی ساری موجودات

قلبِ حمیدؔ اور یہ جذبات!
اُن کی نظر کے احسانات

دیدہ و دل پر چھائے ہیں
دیدِ مدینہ کے اثرات

نورفروزِ بزمِ وجود
خاکِ مدینہ کے ذرّات

طورِ تجلّی قبّۂ نور
مرکزِ انوار و برکات

پیشِ نظر تھا دورِ بلالؓ
سُن کے اذانوں کے نغمات

بادِ سحر کے جھونکوں میں
لطف و کرم کے پیغامات

ایک ہی دھن تھی شام و سحر
ایک ہی مقصد تھا دن رات

عرضِ سلام و وِردِ درود
شام و سحر کے معمولات

دل میں چمک سی ہوتی تھی
وقتِ سلام اکثر اوقات

صبحِ بہاراں کہئے جسے
یاد رہے گی وہ اک رات

اہلِ مدینہ، کیا کہنا!
اہلِ مدینہ کی کیا بات

بیٹھے ہوئے وہ صف بستہ
صُفّہ پر ہر سُو اغوات

دیکھ کے جن کو یاد آئیں
عہدِ صحابہؓ کے حالات

خوش رو، خوش خو بچّوں کے
وہ معصومانہ جذبات

رُخ پہ پسینے کی بُوندیں
پھول پہ شبنم کے قطرات

وقتِ تکلّم، کیا کہئے
دلکش و شیریں وہ کلمات

جیسے ابھی تھے طیبہ میں
چشمِ تصوّر کی کیا بات

اپنا اپنا ذوقِ نظر
اپنے اپنے احساسات

لفظ و بیاں میں آ نہ سکی
دل میں ہی اب تک دل کی بات

راحتِ جاں ہو نعتِ حمیدؔ
کہتے ہیں اہلِ دل حضرات

گریۂ محرومی

ہم اَبکی بار بھی کوئے نبیؐ میں جا نہ سکے
جو چاہتے تھے وہ دل کی مُراد پا نہ سکے

وہ خاکِ پاک اِن آنکھوں میں ہم لگا نہ سکے
جبینِ شوق کو سجدوں سے جگمگا نہ سکے

حضورِ سرورِ کونینؐ ہم سُنا نہ سکے
وہ دل کا حال، جو لفظ و بیاں میں آ نہ سکے

نیاز و ناز کی راتیں نصیب ہو نہ سکیں
ہم اُنکی بزم میں خلوت کا لُطف اُٹھا نہ سکے

وہ جس کو سجدہ گہِ عاشقاں بھی کہتے ہیں
اُس آستانِ کرم پر جبیں جُھکا نہ سکے

نگاہ ڈھونڈھتی ہے اُس لطیف جلوے کو
کِسی کی چشمِ تصوّر میں بھی جو آ نہ سکے

جو یادِ خارِ مُغیلاں میں رکھتی ہے بیچین
ہم اپنی وہ خلشِ شوق بھی مِٹا نہ سکے

رہِ حجاز میں ناقے کے ساتھ گام بگام
بذوق و شوق حُدی خواں سے لے ملا نہ سکے

مزے ملے نہ وہ منزل پہ خوابِ شیریں کے
نسیمِ کوچۂ طیبہ کا لُطف اُٹھا نہ سکے

جہاں سے ہوتا ہے نظّارۂ حریمِ جمال
متاعِ دردِ محبّت وہاں لُٹا نہ سکے

سحر کے وقت چمن در چمن روش بہ روش — قبا میں دیکھ کے پھولوں کو مسکرا نہ سکے

فضائے نور و تجلّی میں اٹھ کے پچھلے پہر — تصوّرات کی دنیا کو جگمگا نہ سکے

بہارِ روضۂ جنّت میں ہو کے محوِ جمال — تجلیات سے دنیائے دل بسا نہ سکے

بچا بچا کے مہ و مہر کی نگاہوں سے — نظر کو قبّۂ پُرنور پر جما نہ سکے

وہ طلعتِ حرمِ پاک، وہ تجلّیِ شب — وہ میرے اشکِ ندامت جو جگمگا نہ سکے

یہ بات کیا ہے کہ اے ساکنانِ کوئے حرم — بہت دنوں سے تمھیں ہم جو یاد آ نہ سکے

بغیر نسبتِ دردِ فراق و یادِ حبیبؐ — خود اہلِ دل بھی محبّت کا لطف اٹھا نہ سکے

بغیر دیدِ جمالِ پاکِ حبیبؐ — بڑے بڑے بھی نظر کو حسیں بنا نہ سکے

بس ایک پھول پہ اس طرح جم گئیں نظریں — ہزار خلد بھی نظروں میں پھر سما نہ سکے

حمیدؔ پوچھ نہ اس بینوا کی حسرتِ شوق
زباں بھی فرطِ ندامت سے جو ہلا نہ سکے

نظّارۂ بے نظر

تمنّا ہے پھر اک نظر دیکھ لیتے
مدینے کی شام و سحر دیکھ لیتے

مدینہ، وہی رحمتوں کا خزینہ
وہی پھر بہشتِ نظر دیکھ لیتے

ہزاراں انجم و ماہ و خورشیدِ تاباں
ہر اک ذرّے میں جلوہ گر دیکھ لیتے

ز سرتا قدم بنکے شوق و تمنّا
وہ نظّارۂ بے نظر دیکھ لیتے

جمالِ عروسی ہو گھونگھٹ میں جیسے
وہ طیبہ کے دیوار و در دیکھ لیتے

ہجومِ تجلّی میں گم ہو کے پیہم
وہ اِک جلوۂ معتبر دیکھ لیتے

وہ عرشِ زمیں، وہ شبستانِ نوریں
وہی طورِ اہلِ نظر دیکھ لیتے

تصوّر میں یوں قبّۂ نور ہوتا
تخیّل کو ہم عرش پر دیکھ لیتے

سنبھالے ہوئے دونوں ہاتھوں سے دل کو
درِ پاکِ خیرُ البشرؐ دیکھ لیتے

دمِ دید پاسِ ادب بھی یہ ہوتا
نہ اٹھتیں نگاہیں، مگر دیکھ لیتے

وہ نادیدہ بے نام سی اک تجلّی — درِ پاک کو دیکھ کر دیکھ لیتے

جدھر رُعبِ بہیم سے دیکھا نہ جاتا — کبھی ڈرتے ڈرتے اُدھر دیکھ لیتے

کبھی جا کے پائینِ اقدس کی جانب — بصد آرزو سنگِ در دیکھ لیتے

کبھی دیدہ و دل پہ وقتِ حضوری — نگاہِ کرم کا اثر دیکھ لیتے

کبھی یک بیک خادمانِ حرم کی — وہی التفاتِ نظر دیکھ لیتے

کبھی سبز گنبد کا نظّارہ کرتے — کبھی منبر و بام و در دیکھ لیتے

کبھی دور جا کر حرم کے منارے — شبِ ماہ میں جلوہ گر دیکھ لیتے

کبھی پردۂ دامنِ شب میں روشن — دل افروز نورِ سحر دیکھ لیتے

کبھی لذّتِ دید میں غرق ہوتے — کبھی خود کو حیرت نگر دیکھ لیتے

حمیدؔ ایک بار اور راہِ حرم میں
سب احباب کو ہمسفر دیکھ لیتے
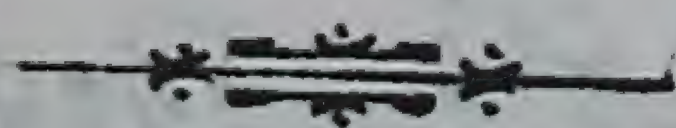
نگاہِ خود نگر

پھر اوجِ کمالِ نظر دیکھ لیتے   مدینے کو بارِ دگر دیکھ لیتے

جدھر سے گئی تھی نبیؐ کی سواری   وہ رشکِ ارم رہگذر دیکھ لیتے

ہر اک ذرّے پر خاکِ کوئے حرم میں   ضیا بارِ شمس و قمر دیکھ لیتے

سکوں بخشِ دلہائے عشّاقِ بسمل   مدینے کی وہ دوپہر دیکھ لیتے

حضوری میں پھر آتشِ شوقِ پنہاں   بہر لمحہ کچھ تیز تر دیکھ لیتے

سنبھلنے نہ دیتا ہمیں شوقِ سجدہ   نہیں دیکھ سکتے، مگر دیکھ لیتے

وہ جیسے ہو قرآن کا سبز جزدان   وہ گنبد بذوقِ نظر دیکھ لیتے

فدا جس پہ کونین کی رفعتیں ہیں   وہ جلووں سے معمور گھر دیکھ لیتے

رواں چشمِ گریاں سے دامن پہ اپنے   مسرّت کے لعل و گہر دیکھ لیتے

جب اپنے گناہوں کا احساس ہوتا   ندامت کے اشکوں سے تر دیکھ لیتے

حریمِ رسالت میں اہلِ حرم کی — نگاہِ محبت اثر دیکھ لیتے

کسی وقت آئینۂ بیخودی میں — کچھ اپنا بھی حسنِ نظر دیکھ لیتے

وہ عہدِ نبوت کا دورِ مبارک — تصور میں ہم جلوہ گر دیکھ لیتے

روش در روش پھر کے باغِ قبا میں — وہ خوش رنگ گلہائے تر دیکھ لیتے

برستے ہوئے شب میں انوارِ رحمت — ہم اُٹھ اُٹھ کے پچھلے پہر دیکھ لیتے

پھر اِک بار اے قبۂ نور تجکو — اندھیرے میں ہم جلوہ گر دیکھ لیتے

حرم میں ہر اک منظرِ روح پرور — ذرا دیر ہم بیٹھ کر دیکھ لیتے

یہ ہر بار دل دیکھکر چاہتا ہے — کہ اے کاش بارِ دگر دیکھ لیتے

الٰہی دعا ہے کہ مرنے سے پہلے — وہ خلدِ نظر، اک نظر دیکھ لیتے

مزہ جان دینے میں کچھ اور ہوتا — دمِ نزع طیبہ اگر دیکھ لیتے

حمیدؔ آرزو ہے کہ ہم وقتِ آخر
درِ پاک کو زیرِ سر دیکھ لیتے

ذکرِ جمیل

کچھ دیارِ نبیؐ کی بات کرو
دوستو! زندگی کی بات کرو

ہے یہ وہ وقت اور کچھ نہ کہو
اُس درِ پاک ہی کی بات کرو

دل کو صبر و سکوں سے کیا سروکار
مضطرب زندگی کی بات کرو

عقل کے تجربے بہت سے کئے
کوئی دیوانگی کی بات کرو

ہو نہ مایوس اے خطا کارو!
"سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ" کی بات کرو

بات جب ہے کہ بیخودی میں بھی
ہوش و فرزانگی کی بات کرو

راگ چھیڑو نہ اور کوئی، مگر
نغمۂ شوق ہی کی بات کرو

ختم جس کا نہ سلسلہ ہو کبھی
"وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ" کی بات کرو

شرحِ شوقِ طوافِ کعبہ میں
مستی و بیخودی کی بات کرو

دشتِ عرفات کے تصوّر میں
عشق و دیوانگی کی بات کرو

قلبِ شب میں، خلوصِ قلب کے ساتھ
قلبِ قرآن ہی کی بات کرو

ہو کے غرقِ تصوّرِ طیبہ
شوق و وارفتگی کی بات کرو

ہو کبھی تذکرہ کھجوروں کا
کبھی "لوز النبیؐ"[1] کی بات کرو

جو کھلی تھی قُبا کے گلشن میں
اُس شگفتہ کلی کی بات کرو

ساقیانِ حرم کی یاد کے ساتھ
لذّتِ تشنگی کی بات کرو

چھیڑ کر ذکرِ صُبح و شامِ حرم
زُلف و رُوئے نبیؐ کی بات کرو

گنبدِ سبز کے تصوّر میں
شجرِ طور ہی کی بات کرو

ماہ و انجم بھی جسکے ذرّے ہیں
اُسی روشن گلی کی بات کرو

جو چھٹکتی ہے زیرِ قُبّۂ نور
ہاں اُسی چاندنی کی بات کرو

جالیوں سے جو چھَن کے آتی ہے
بس اُسی روشنی کی بات کرو

ذکر جس کا ہے زندگی دِل کی
ہمدمو! صرف اُسی کی بات کرو

چھوڑ کر سارے تذکروں کو حمیدؔ
بس دیارِ نبیؐ کی بات کرو

---

[1] "لوز النبیؐ" ایک گول دھاریدار پتّی ہوتی ہے جسمیں بلاشبہ بادام کا ذائقہ ملتا ہے، سُنا ہے کہ نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اس کو تناول فرمایا ہے، اسی لئے اس کا نام "لوز النبیؐ" ہوگیا ہے۔ ۱۲

نذرِ عقیدت

صبا میری نذرِ عقیدت لئے جا — سلام و پیامِ محبّت لئے جا

گہرہائے چشمِ بصیرت لئے جا — یہ جتنے ہیں اشکِ ندامت لئے جا

نگاہوں کا جوشِ لطافت لئے جا — مرے دردِ دل کی امانت لئے جا

مری آرزوئیں، مری التجائیں — بدرگاہِ ختمِ رسالتؐ لئے جا

بچھانا مدینے کی اک اک گلی میں — یہ گلہائے داغِ محبّت لئے جا

سروکار کیا اس سے قلبِ حزیں کو — یہ جو کچھ ہے سامانِ راحت لئے جا

سکوں آبِ زمزم کے چھینٹوں سے ہوگا — مرے سوزِ دل کی حرارت لئے جا

ارادہ اگر ہے طوافِ حرم کا — مرے اشک بھی ابرِ رحمت لئے جا

طلب کی بشارت مجھے آکے دینا — مرا ذوق و شوقِ زیارت لئے جا

مدینے کی صبحِ تجلّی کا صدقہ — سوادِ غمِ شامِ فرقت لئے جا

مرے دیدہ و دل کا اللہ مالک — مرے دیدہ و دل کی حسرت لئے جا

میں کیا قُبّۂ نور کے بعد دیکھوں — مری چشمِ نم کی بصارت لئے جا

حمیدؔ حزیں کی طرف سے خدارا
پئے نذر نظمِ ارادت لئے جا

لب تشنہ بآب اندر

اے ساقیِ کونینؐ یہ کیا بُوالعجبی ہے
سیراب ہوں میں پھر بھی وہی تشنہ لبی ہے

اب اَور کسی بزم کو کیا دیکھئے جا کر
آنکھوں میں سمایا ہوا دربارِ نبیؐ ہے

کٹتے ہیں مدینے کے تصوّر میں شب و روز
چھایا ہوا اب تک اثرِ نیم شبی ہے

اے گنبدِ خضرا ترے جلوؤں کے تصدّق
تو خوابگہِ خاصِ رسولِ عربیؐ ہے

رگ رگ میں مری، بنکے لہو دوڑ رہا ہے
وہ کیف، جو صد نازشِ کیفِ عنبی ہے

یاد آتے ہیں رہ رہ کے مدینے کے مناظر
اے لذّتِ غم پھر وہی راحت طلبی ہے

گونجا ہوا کانوں میں ہے وہ لحنِ حجازی
پیشِ نظر ایک ایک خوش آوازِ صبحیؔ لہ ہے

آرامگہِ سیّدِ لولاکؐ کی جانب
اُٹھنا نگہِ شوق کا بھی بے ادبی ہے

آتا ہے مدینے سے ہوا کا کوئی جھونکا
افسردہ نہ ہو آگ جو سینے میں دبی ہے

کیا چیز ہے پھر گرمیِ ہنگامۂ محشر
جب سایۂ دامانِ رسولِ عربیؐ ہے

کہتے ہیں غزل سُن کے جمیلؔ اہلِ محبّت
کیا زمزمہ پردازِ گلستانِ نبیؐ ہے

لہ مُزوّرین کے وہ خُدّام جو بارگاہِ خیرالانام (علیہ الصّلوٰۃ والسّلام) میں زائرین کو سلام پڑھاتے ہیں ۱۲

عرضِ نیاز

بدرگاہِ شمس الضحیٰ عرض کرنا
بدربارِ بدرُ الدُّجیٰ عرض کرنا

بہ اصحابِ خیرُ الوریٰ عرض کرنا
بہ انوارِ نورُ الہدیٰ عرض کرنا

بحقِّ شہِ دوسرا عرض کرنا
بحُبِّ حبیبِ خدا عرض کرنا

بتعظیم و حُسنِ ادا عرض کرنا
بتکریم و ذوقِ وفا عرض کرنا

تمنّا و شوقِ لقا عرض کرنا
جو کچھ ہے مرا مُدّعا عرض کرنا

غمِ ہجر کا ماجرا عرض کرنا
بڑی اِلتجا سے صبا عرض کرنا

قرارے نہ گیرد دلِ بیقرارم
خزاں دیدہ و حسرتِ بہارم

میں دِن رین جاگوں سُلیّو کہ ناہیں
کرِ جوا کی ٹیسیں ہٹیّو کہ ناہیں

نسیمِ سحر حالِ غم عرض کرنا
حضورِ شفیعُ الاُمم عرض کرنا

برنگِ محبّت، بحُسنِ عقیدت
سلامِ اِرادت رقم عرض کرنا

میسّر ہو دُوری میں کیفِ حضوری
نہو شوقِ دیدار کم عرض کرنا

یہی آرزو ہے، یہی التجا ہے
رہے مجھپہ چشمِ کرم عرض کرنا

نہیں طاقتِ ضبطِ سوزِ جُدائی
سرِ بندگی کر کے خم عرض کرنا

کہاں تک رہوں نامرادِ محبّت — بصد یاس و با چشمِ نم عرض کرنا

مَنِ بے نوا و تو دامن کشیدہ — نگاہِ کرم، سُوئے قلبِ تپیدہ

وہ کوثر کے ساغر پلیّو کہ ناہیں

لگی آگ مَن ما بُجھیّو کہ ناہیں

بہت دل شکستہ ہیں ہم عرض کرنا — اِدھر بھی نگاہِ کرم عرض کرنا

نہیں شوقِ بے صبر کا کچھ مُداوا — کہانتک کریں ضبطِ غم عرض کرنا

زمانہ ہوا جب سے دیکھی نہیں ہے — تجلّیِ صُبحِ حرم عرض کرنا

جَبینِ محبّت ہے بیتابِ سجدہ — برائے نشانِ قدم عرض کرنا

نگاہوں کو شوقِ زیارت ہے کیا کیا — کریں عرض کس مُنھ سے ہم عرض کرنا

حَریمِ رسالت میں حاضر ہوں اک دن — حمیدؔ اور حامد[۱] بہم عرض کرنا

بگردیدم آوارہ جامہ دریدہ — جنونِ محبّت بپایاں رسیدہ

مدینے میں اُبھوں بُلیّو کہ ناہیں

وہ سُندر نگریا دِکھیّو کہ ناہیں

۱؎ حِبّی و حبیبی مُحبّ النّبی الحاج شیخ حامد حسین صاحب زاد مجدہٗ - ۱۲ حمیدؔ

آرزومندِ چشمِ کرم
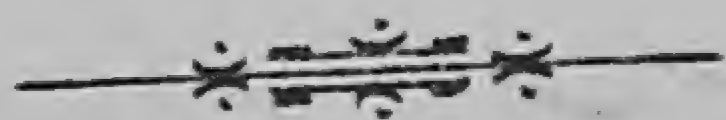
اُب ستاتا ہے رہ رہ کے یہ دل کو غم
کیوں چلے آئے آخر مدینے سے ہم

وجہِ تسکینِ دل، چارۂ دردِ غم
یادِ صُبحِ حرم، ذکرِ شامِ حرم

نغمہ و ساز میں وہ کہاں کیف و کم
دل ہے معمورِ سوزِ اذانِ حرم

بارکَ اللہ جاکر مدینے میں ہم
دیکھ آئے ہیں جنّت خدا کی قسم

وہ حضوری کا عالم نہ بھولینگے ہم
سہمی سہمی نظر، بہکے بہکے قدم

اللہ اللہ گدایانِ کوئے حرم
سر بخم ہیں سلاطینِ رُوم و عجم

حاضری ہو تری جب نسیمِ کرم
پیشِ دربارِ دُر بارِ شاہِ اُممؐ

با صد آدابِ قلبی، بشوقِ اتم
عرض کرنا، کہ "اے تاجدارِ حرمؐ"

زینتِ عرش و کرسی و لوح و قلم
صدرِ بزمِ جناں، شہریارِ ارمؐ

آج کوئی نہیں مونسِ شامِ غم　　کس کو آواز دیں، کس طرف جائیں ہم

ہے بہت آرزومندِ چشمِ کرم　　اک غلام غلامانِ اہلِ حرم

اب بڑھا دیجئے آپ دستِ کرم　　اب بہت ڈگمگانے لگے ہیں قدم

لاج رکھ لیجئے عاصیوں کی حضورؐ　　آپ کو سب ہے معلوم، جیسے ہیں ہم

چین لینے نہ دیں دل کی بیتابیاں　　اضطرابِ محبّت کبھی ہو نہ کم

موت سے پہلے پا جائیں ہم زندگی　　نزع کے وقت ہو جائے چشمِ کرم

کاش طیبہ میں جا کر ہوں واصل بحق　　دفن ہونے کو مل جائے ارضِ حرم

آج آخر یہ کیوں اشک تھمتے نہیں　　یاد کیا آ گیا تجکو اے چشمِ نم

رہنمائے دو عالم ہے سب کے لئے　　سرورِ دیںؐ کا ایک ایک نقشِ قدم

دونوں عالم میں کافی ہے مجکو حمید
انتسابِ غلامیِ شاہِ اُممؐ

بیادِ حرم

اے صبا بگذری چوں بکوئے حرم
بوسہ زن بر درِ پاکِ شاہِ اُمم

عرض کُن از منِ کُشتۂ دردو غم
پیشگاہِ حریم شہِ محترم

غرق بحرِ گُنا ہم زِ سرتا قدم
اَلغیاث اَلغیاث، اے شفیع الاُمم

ہیچ دارم نہ من زادِ راہِ حرم
دستگیری بکُن اے شہِ محترم

نیست شوقے بجز شوقِ اَرضِ حرم
اے نبی الحرمؐ، یک نگاہِ کرم

اے شہنشاہِ کونینؐ رُوحی فِداک
رحمتِ ہر دو عالمؐ، نثارت شوم

یک نظر دیدنِ قُبّۂ نور را
آرزو دارم اے تاجدارِ حرمؐ

بر زباں "یا حبیبیؐ سلامٌ علیک"
از بقیعِ مُبارک بمحشر رسم

باز گو نغمۂ نو بنو باز گو
اے حمیدؔ غزلخواں، بیادِ حرم

یک نگاہِ کرم، یک نگاہِ کرم

اے نسیمِ سحر قاصدِ برق دم — رو بدولت سرائے شفیعُ الاُممؐ

با صد آداب نہ بر زمینش قدم — اینکہ آں خاکِ پاک است تاجِ سرم

اینکہ آرامگاہِ نبی الحرمؐ — جان و ایمان و دل را فدایت کنم

صد سلام و صلوٰۃ از منِ بیکسے — سر نہادہ سرِ آستانِ کرم

ہمچو ماہیِ بے آب یک ساعتے — در فراقت قرارے نہ گیرد دِلم

خاکِ پاکِ درت، یا غبارِ رہت — نیست جز ایں مداوائے دردِ سرم

بر منِ عاجز و دور افتادہ — یک نگاہِ کرم، یک نگاہِ کرم

حاصلِ زندگی فراق است اگر — می شود در سرِ کوئے تو تربتم

روزِ محشر حمیدِ حزیں را بود
بر زباں نعرہ "یا شفیعُ الاُممؐ"

پیامِ ارادت

خطاب بہ حضرت قبلۂ طریقت مرشدنا و مولانا حضرت الحاج محمد عبدالغفور شاہ صاحب نقشبندی مجددی مہاجر مدنی مدظلہ العالی

صبا اگر گذرے اُفتدت بکوئے حبیبؐ
زِ مَن سلام و نیازے ببر بسوئے حبیبؐ

اَنیسِ جان و دلِ مُخلصان و اہلِ نیاز
خلوص پرور و مخدومی و حقیر نواز

چراغِ راہِ حرم، رہنمائے صدق و صفا
جنابِ مولوی عبدالغفور قبلۂ ما

سپس بگوئے کہ اے معدنِ عطا و کرم
یکے ز حلقہ بگوشانِ مُخلصِ تو منم

بدامِ خُلقِ کریمت اسیر ہر کہ و مہ
ز خوانِ عاطفتت بہرہ گیر ہر کہ و مہ

ہمیں شرف نہ ترا بس کہ در جوارِ نبیؐ
"فدائے او دل و جانِ حمید" جا داری

بشکرِ اینکہ بر آں آستانۂ قدسی
میسّرست ترا روز و شب جبیں سائی

چہ باشد ار بقدمگاہِ روضۂ انور
بشوق عرض کُنی زیں غلامِ خستہ جگر

کہ "اے شفیعِ اُممؐ، حامیِ خطاکاراں"
یکے نگاہِ کرم، بر حمیدِ بے ساماں

خطاب خاص بہ قرآں ترا رؤف و رحیم
روا مدار کہ مانم چنیں بحالِ سقیم

بہ ہند خستہ و رنجور تا بکے باشم
ز آستانِ تو مہجور تا بکے باشم

تو ابرِ رحمتی، بر حالِ زارِ من رحمے
ایا رؤف، بجانِ نزارِ من رحمے

حدیثِ شوق

تضمین بر غزل

سلطان المشائخ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سپاس و حمدِ جنابِ باری بطوفِ بیتُ الحرام بر خواں
ہر آن لبیک ربِّ کعبہ بذوق و شوقِ تمام بر خواں
پس از فراغِ مناسکِ حج درود با اہتمام بر خواں
صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعا گو سلام بر خواں
بگردِ شاہِ رسلؐ بگردو بصد تضرّع پیام بر خواں

حدیثِ شوقِ دلِ غریبم بغایتِ احترام بر خواں
بہ آہِ سرد و، بہ اشکِ پیہم، بدرد و سوزِ تمام بر خواں
صلوٰۃ بر خواجۂ دو عالمؐ بحسبِ وقت و مقام بر خواں
صبا بسوئے مدینہ رو کن ازیں دعا گو سلام بر خواں
بگردِ شاہِ رسلؐ بگردو بصد تضرّع پیام بر خواں

منارہ ہائے بلند و بالا، حریفِ اوجِ مہ و ثریّا
ببیں، کہ آں قبّۂ معلّٰی، چہ حسن دارد، چہ رنگِ زیبا
بچشمِ شوقم بکن تماشا بصد ادب می خرام ہر جا
بباب رحمت گہے گذر کن، بباب جبریلؑ گہ جبیں سا

سلام ربّی علیٰ حبیبیؐ گہے بباب السّلام بر خواں

بذوقِ صادق، بشوقِ کامل بصد عقیدت. بخاکِ آں کو
ببوس ہر ذرّۂ دیارِ حریمِ رحمت بخاکِ آں کو
بسا بہ اندازِ والہانہ جبینِ شوقت بخاکِ آں کو
بنہ بچندیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو

صلوٰۃِ وافر بہ روحِ پاکِ جنابِ خیرالانامؐ بر خواں

بچشمِ مشتاقِ من نہ سنجد بہارِ جنّت. بخاکِ آں کو
خدا بہر لحظہ می فزاید نزولِ رحمت بخاکِ آں کو
کہ فخرِ عالم حبیبِؐ حق محوِ استراحت بخاکِ آں کو
بنہ بچندیں ادب طرازی سرِ ارادت بخاکِ آں کو

صلوٰۃِ وافر بہ روحِ پاکِ جنابِ خیرالانامؐ بر خواں

بشامِ "طٰہٰ" بہ قرأتِ دل نواز بگذار اندراں جا
بصبحِ "یٰسین" ہم بسوز و گداز بگذار اندراں جا
تو نعتِ خیرُالوریٰؐ سراپا نیاز بگذار اندراں جا
بشوزِ مَن صورتِ مثالی نماز بگذار اندراں جا
بلحنِ خوش سُورۂ محمدؐ تمام اندر قیام برخواں

بشام "وَالّیل" گر بخوانی بحُسنِ تکرار اندراں جا
بصبح "وَالفجر" وِرد کُن ہم بذوقِ بسیار اندراں جا
غبارِ آئینۂ خودی را ز پیش بردار اندراں جا
بشوزِ مَن صورتِ مثالی نماز بگذار اندراں جا
بلحنِ خوش سُورۂ محمدؐ تمام اندر قیام برخواں

گدائے دربارِ مصطفیٰؐ شو، ثنا گرِ شاہِ ہل اتیٰؐ شو
دلِ حمیدِ حزیں بگیر و نثارِ محبوبِ کبریا شو
بسازِ شوقم، بسوزِ جانم، بصد ترنّم غزل سرا شو
بلحنِ داؤد ہمنوا شو، بنالۂ درد آشنا شو
بہ بزمِ پیغمبرؐ ایں غزل را زِ عبدِ عاجز نظامؔ برخواں

تاب و تب

تضمین بر غزل سرخیلِ عاشقاں حضرتِ جامی علیہ الرحمۃ

بہت ہے تجھ سے اُمیدِ تعاوُن — لگی ہے ایک مُدّت سے یہی دُھن
سُن! اے جانِ محبّت آشنا سُن — نسیما جانبِ طیبہ گذر کُن
ز احوالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم را خبر کُن

کہاں تک کاہشِ غم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کہاں تک اشکِ پیہم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کہاں تک دامنِ نم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم — توئی سُلطانِ عالم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ز راہِ لُطف سُوئے من نظر کُن

بہت مُدّت سے ہوں شوقِ سراپا — مری نظریں بھی ہیں بیتابِ جلوا
کہاں تک آہ یہ امروز و فردا — ببر ایں جانِ مُشتاقم دراں جا
فدائے روضۂ خیرُ البشر کُن

بجانِ دردمندانِ محبّت — بپاسِ گوشۂ دامانِ رحمت
حمیدِ خستہ پر ہو پھر عنایت — مُشرّف گرچہ شد جامیؔ ز لُطفت
خدایا ایں کرم بارِ دگر کُن

سلامُ علیک

حضورِ سیدِ ہر دو سرا سلامُ علیک — بذوق و شوق ہم از اصطفا سلامُ علیک
بصد ہزار ادب و التجا سلامُ علیک — ز من بری بمدینہ صبا سلامُ علیک

چنانکہ می برد اہلِ وفا سلامُ علیک

حریمِ قدس میں دے حاضری بہ قلبِ صمیم — دکھا وفورِ ارادت پہونچ کے پیشِ حطیم
دعائیں مانگ بروئے مقامِ ابراہیمؑ[1] — رساں رساں بدرِ روضۂ رسولِ کریمؐ

بصد تضرّع زِ ما بینوا سلامُ علیک

فدائے رحمتِ عالمؐ، نثارِ شانِ کرم — بذوق و شوق و دعا بر لب و بدیدۂ نم
کئے ہی جا بہ ادب عرضِ مدّعا پیہم — بروزِ عینِ توقّع کہ از گنہگارم

نہ رد کنی بپذیری شہا سلامُ علیک

جنونِ شوق میں شاید ابھی ہے کچھ خامی — ستا رہا ہے بہت دل کو رنجِ ناکامی
حمید کا نہیں تیرے سوا کوئی حامی — ز خستہ عاجز و مسکین و ناتواں جامیؒ

رساں بحضرتِ او اے خدا سلامُ علیک

---

[1] باب کعبہ کی سمت مقابل میں محلِ نشانِ قدم حضرت ابراہیمؑ ہے، جسکی نسبت قرآن کریم میں آیا ہے :—
"وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى" ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا ٹھکانہ بناؤ۔ ۱۲

طیبہ نگری

جس دیس میں ہے اللہ کا گھر وہ پیارے نبیؐ کا پیارا نگر
ہر شے ہے جہاں فردوسِ نظر انوار کی بارش آٹھ پہر

من موہنی سُندر ہر ڈگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

طیبہ کی بھری برساتوں میں پُرنور، سہانی راتوں میں
آئیں گے مزے دیہاتوں میں دن رین کٹیں گے باتوں میں

مٹ جائے گی یہ تڑپن سگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

کچھ حُسنِ نظر بڑھ جائے گا کچھ رنگ تصوّر لائے گا
دل کیوں نہ حمیدؔ اترائے گا جب اپنی مرادیں پائے گا

حد سے ہے سوا سوزِ جگری
چلو دیکھیں سکھی طیبہ نگری

تو قُربِ کسے داری
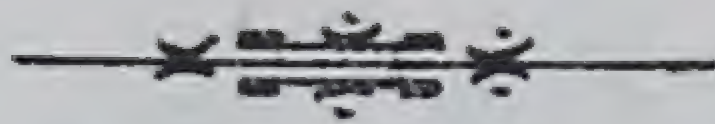
پہچان گئے پردۂ در دیکھنے والے — اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھنے والے

چھایا ہوا اِک رنگ ہے، اِک کیف ہے، اِک نور — کیا چیز ہوئی پیشِ نظر دیکھنے والے

اِس نور کے ٹکڑے[1] میں عجب جذب و اثر ہے — دیکھا ہی کریں شام و سحر دیکھنے والے

جلوؤں کا نگاہوں سے نہ ہو جائے تصادم — ہُشیار، خبردار، اُدھر دیکھنے والے

اعجازِ بصیرت بھی بصارت میں نہاں ہے — آئینے میں دیکھ اپنی نظر دیکھنے والے

جلوؤں کا وہ عالم، کہ ٹھہرتی نہیں نظریں — دیکھیں گے یونہی تجکو، مگر دیکھنے والے

ہوں پیشِ نظر روضۂ اقدس کے مناظر
دیکھیں مری نظروں سے، اگر دیکھنے والے

---

[1] اِس نظم میں اُن تأثرات کا اظہار کیا گیا ہے، جو روضۂ اطہر کے غلاف کا ایک ٹکڑہ دیکھ کر پیدا ہوئے ۔ ۱۲

زائرانِ حرم کی آمد

خاکِ درِ رسولؐ کی دولت لئے ہوئے
آتے ہیں سب خزینۂ رحمت لئے ہوئے

گھر سے گئے تھے دیدۂ حسرت لئے ہوئے
آئے ہیں نورِ چشمِ بصیرت لئے ہوئے

کعبے سے آرہی ہے گھٹا جھومتی ہوئی
دامن میں اپنے بارشِ رحمت لئے ہوئے

آئی نسیمِ صبح عجب لطف و ناز سے
گلہائے باغِ طیبہ کی نکہت لئے ہوئے

آئے ہیں زائرانِ حرم آج اے حمیدؔ
دل میں سرور و کیفِ زیارت لئے ہوئے

دیکھے تو چشمِ خاص سے انکی طرف کوئی
کیا چیز ہے نگاہِ محبّت لئے ہوئے

ہر اک نگاہِ شوق قدم چومنے لگی
آنکھیں جو ہیں جمالِ زیارت لئے ہوئے

کیوں اہلِ دل نہ فرطِ محبّت سے چوم لیں
یہ دستِ شوق کسکی ہیں نسبت لئے ہوئے

شاید غلافِ کعبہ سے اکثر ہوئی ہیں مس
آنکھیں ہیں ایک خاص لطافت لئے ہوئے

خاکِ درِ حبیبؐ کا دیکھے کوئی اثر
رُخ ہے سرور و نورِ عبادت لئے ہوئے

محسوس ہو رہا ہے یہ لطفِ کلام سے — ہر سانس ہے پیامِ مسرّت لئے ہوئے

نظّارۂ حریمِ رسالت ﷺ کے فیض سے — دل کا ہر ایک گوشہ ہی جنّت لئے ہوئے

کیا جانئے کہ سجدے کئے ہیں کہاں کہاں — اک نور ہے جبینِ عقیدت لئے ہوئے

ہر گوشۂ نگاہ کے قربان جائیے — ہے منظرِ حریمِ رسالت ﷺ لئے ہوئے

سچ پوچھئے تو اس کی ہمیں خود خبر نہیں — دل ہے جو اک لطیف امانت لئے ہوئے

تشریف لائے مولوی اسلم[1] بفضلِ حق — طیبہ سے دو جہان کی دولت لئے ہوئے

ہم بیکسوں کے واسطے بھی کیجئے دعا — دل آپ کا ہے دردِ محبّت لئے ہوئے

حاضر درِ نبی ﷺ پہ جگر[2] بھی ہوں اے خدا — آنکھوں میں جوشِ اشکِ ندامت لئے ہوئے

پہنچے درِ حبیب ﷺ پہ اے کاش پھر حمید — دردِ غمِ فراق کی لذّت لئے ہوئے

اِک آہ کھینچ کر یہ کہے "یا رسولِ پاک ﷺ"
آیا ہوں در پہ دردِ محبّت لئے ہوئے

---

[1] مخدوم و مکرم حضرت الحاج مولانا مولوی محمد اسلم صاحب فرنگی محلی (افسوس ہے کہ اِسوقت تک مولانا کی وفات کو بھی چند سال گذر گئے) ۱۲

[2] محترمی استاذی حضرتِ جگر مرادآبادی مدظلہ العالی ۔۱۲ حمید

گدایانِ کوئے حرم

غلامانِ شاہِ اُمم آ رہے ہیں
گدایانِ کوئے حرم آ رہے ہیں

گئے تھے گنہگار بن بنکے، لیکن
سزاوارِ لُطف و کرم آ رہے ہیں

زیارت کو بیتاب ہے دل یہ سُنکر
مرے مُخلص و مُحترم آ رہے ہیں

تجھے اَبتک اے دل یقیں کیوں نہیں ہے
تری آرزو کی قسم آ رہے ہیں

پئے ساغرِ زمزم و جامِ کوثر
وہی مست باکیف و کم آ رہے ہیں

ضیا بار آنکھیں ہیں، روشن جبینیں
لئے نورِ صبحِ حرم آ رہے ہیں

فسردہ دلوں کیلئے "حاجی صاحب"[۱]
مثالِ نسیمِ کرم آ رہے ہیں

نظر رُوح پرور، قدم رہبرانہ
بفیضانِ شاہِ اُمم آ رہے ہیں

اِدھر سے بھی باچشمِ نم ہی گئے تھے
اُدھر سے بھی باچشمِ نم آ رہے ہیں

نثار اُنپہ کونین کی شادمانی
جو دلمیں لئے دردِ غم آ رہے ہیں

حمیدؔ اپنی آنکھوں سے بڑھکر لگا دو
درِ پاک سے وہ قدم آ رہے ہیں

---

[۱] یعنی مخدومی و محترمی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری اور آپکے ہمراہیان کی آمد آمد میں ایک خاص جذبہ سے متأثر ہوکر یہ نظم کہی گئی ہے، حاجی صاحب ۸ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ ۱۹۵۱ء کو ایامِ حج میں بحالتِ احرام کسی خاموش صدا پر "لبیک لبیک" کہتے ہوئے مکۂ مکرمہ ہی میں جنت مقام ہوگئے، مدفن جنت المعلٰی میں ہے۔ ۱۲

اللہ کے گھر والے

کوئی عالم ہو رک سکتے ہیں کیونکر دیکھنے والے
وہ آئے دیکھئے اللہ کا گھر دیکھنے والے

پس پردہ کوئی ہے جلوہ گستر دیکھنے والے
اسی جانب کو دیکھے جا برابر دیکھنے والے

نہ ہوں کیوں دیکھ کر قربان تجھ پر دیکھنے والے
تری آنکھیں لئے ہیں خاص منظر دیکھنے والے

سراپا حسن بنکر آ رہے ہیں زائر طیبہ
سنبھالیں اپنا اپنا قلب مضطر دیکھنے والے

قسم ہے تجکو ذوق دید کی اتنا تو بتلا دے
نظر آیا تھا کیا، کعبے کے اندر دیکھنے والے

کوئی اسوقت محویت کی اک تصویر لے لیتا
تری آنکھیں تھیں حیران و ششدر دیکھنے والے

تری حیرت زدہ آنکھوں نے دیکھا کونسا جلوہ
حریم کعبہ کے پردے میں چھپکر دیکھنے والے

فرشتے سر بسجدہ رہتے ہیں جس آستانے پر
وہ دیکھا تو نے گھر، اللہ اکبر دیکھنے والے

حریم پاک کے جسوقت پردے اٹھ رہے ہونگے
وہ عالم تو نے دیکھا ہوگا کیونکر دیکھنے والے

تری جنت کو اے رضواں اگر دیکھیں تو کیا دیکھیں
مدینے کی بہشت روح پرور دیکھنے والے

ادھر آ، تیری آنکھوں کی بلائیں تو ذرا لیلوں
بہار گنبد خضرا کا منظر دیکھنے والے

مگر نقش و نگار بزم ہستی کس طرح دیکھیں
رسول اللہ کا دربار انور دیکھنے والے

تصدق ربع مسکوں کی لطافت تیری آنکھوں پر
چراغ و مسجد و محراب و منبر دیکھنے والے

خدا جانے یہ کیسا جذب ہے تیری نگاہوں میں
تجھے دیکھے ہی جاتے ہیں برابر دیکھنے والے

حمیدؔ اپنی غزل میں کھینچ دے نقشہ مدینے کا
تڑپ جائیں جسے سنکر وہ منظر دیکھنے والے

تمنّائے اہلِ نظر بن کے آئے

اُمیدوں کی شام و سحر بن کے آئے
نظر میں وہ حُسنِ نظر بن کے آئے

پیامِ محبّت اثر بن کے آئے
کہ موجِ نسیمِ سحر بن کے آئے

مُداوائے دردِ جگر بن کے آئے
دُعا بن کے آئے، اثر بن کے آئے

کسی کو بنایا ہلاکِ تمنّا
کسی کے لئے چارہ گر بن کے آئے

لبوں پر درود و دُور نگاہوں میں مستی
ثنا خوانِ خیرُ البشر بن کے آئے

صباؔ جس سے ہے رسمِ پیغام جاری
اُسی کے شریکِ سفر بن کے آئے

عجب شان سے طے ہوئی راہِ طیبہ
گئے شعلہ ساماں، شرر بن کے آئے

کسے ڈھونڈھتی ہیں یہ مشتاق نظریں
جو آئے تو حیرت نگر بن کے آئے

زمانے کی پڑتی ہیں ان پر نگاہیں
کوئی چیز المختصر، بن کے آئے

صلہ مِل کے رہتا ہے ذوقِ طلب کا
وہ مقبولِ خیرُ البشر بن کے آئے

تہی دامنوں کیلئے "اصطفا خاں"
عطائے شہِ بحر و بر بن کے آئے

مُبارک حمیدؔ اُن کو یہ ہوش و مستی
بہت بے خبر، با خبر بن کے آئے

۱؎ استعارہ ہے ہوائی جہاز سے سفر کرنے کی جانب۔ ۱۲ حمید

اَھْلاً وَسَھْلاً

خوشا نگاہ کہ او بنگرد بشوقِ تمام — تجلّیِ حرم و روضۂ رسولِ انامؐ

سب اہلِ عشق جسے شہرِ حُسن کہتے ہیں — اُس ارضِ پاک پہ شام و سحر درود و سلام

جو خاص جلوہ گہِ رحمتِ دو عالمؐ ہے — جو خود خدا کو بھی محبوب ہے وہ پاک مقام

زہے چمن کہ نسیمِ کرم جہاں ہر وقت — شمیمِ روضۂ اطہر لئے ہے محوِ خرام

نفس نفس میں وہ کیف و نشاط کا عالم — نظر نظر میں وہ انوارِ حُسن گام بگام

کوائفِ سفرِ حج سنائیے تو سہی — دیارِ پاک میں کتنے دنوں رہا تھا قیام؟

جمالِ گنبدِ خضرا کے دیکھنے والے — ہمارے دیدۂ تر کا بھی کہہ دیا تھا پیام؟

مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھا تھا؟ — زباں پہ کیا کبھی آیا تھا اس حقیر کا نام؟

حمیدؔ کے لئے کر دیجئے دعا دل سے — درِ حضورؐ پہ حاضر ہو کاش پھر یہ غلام

خدا دکھائے مجھے پھر مدینۃُ المحبوبؐ

بحقِّ خاصۂ خاصانِ انبیائے کرامؐ

صاحبِ دل جگر

خوشی سے ہر اک کیوں نہ آنکھیں بچھائے
جگر صاحب آئے جگر صاحب آئے

نظر میں حقائق کے جلوے چھپائے
محبّت کے زخموں کو دل سے لگائے

دل انکا ہے واقف وہی جانتے ہیں
خدا سے انھوں نے جو انعام پائے

انھیں کی نگاہِ بصیرت سے پوچھو
جو منظر محبّت نے ان کو دکھائے

حقیقت سفر کی وہی جانتا ہے
قدم جو رہِ جستجو میں بڑھائے

مُبارک ہو اُن مضطرب ہستیوں کو
جُدائی کے صدمے جنھوں نے اُٹھائے

بفضلِ خدائے نگہبانِ عالم
سفر سے مع الخیر تشریف لائے

اِدھر بھی نظر ہو ذرا بندہ پرور
نگہ میں یہ جلوے ہیں کس کے سمائے

زبانِ حقیقت سے فرمایئے کچھ
تصوّر ہی میں کاش کچھ لطف آئے

وہ محمود و مسعود آئے زمانہ
کہ پھر ربِّ کعبہ مدینے بلائے

حریمِ رسالت میں ہو باریابی
دل اُسکے نظاروں سے تسکین پائے

ل۔ تہنیت بمراجعتِ سفرِ حج مخدومی و محترمی اُستاذی حضرتِ جگر مُرادآبادی مدظلّہٗ۔ ۱۲۔ حمید

بمہمانِ محترم

اے خوشا نصیب آئیں ہند میں "بہاء الدین"[۱] — کس قدر مدینے میں محترم ہے نام ان کا

ان کی میزبانی سے آج ہم مشرّف ہیں — خاص ہم غریبوں پر ہے یہ فیضِ عام ان کا

رشکِ صد تمنّا ہے ان کی یہ جواں بختی — ہے جوارِ رحمت میں رات دن قیام ان کا

کیوں نہ ہو، مزوّر ہیں یہ حریمِ اقدس کے — اللہ اللہ یہ رفعت اور یہ مقام ان کا

مسکن و مقام ان کا ہے دیارِ محبوبی — کیوں نہ دل کرے اپنا عزّ و احترام ان کا

ہر گھڑی حضوری کا ہی شرف انھیں حاصل — سنتے ہیں رسول اللہؐ روز و شب پیام ان کا

آنکھ محوِ نظّارہ، لب پہ "یا رسول اللہؐ" — حاصلِ عبادت ہی شغل صبح و شام ان کا

ہو غریب یا منعم، سب کو دیکھنا یکساں — حسنِ خلق یہ انکا، اور یہ لطفِ عام ان کا

زائرانِ طیبہ سے پوچھئے، حقیقت میں — دیکھنے کے قابل ہی حسنِ انتظام ان کا

حاضرینِ مجلس کی التجائے غم سنئے — صرف ایک حسرت ہی مختصر پیام ان کا

بارگاہِ حضرتؐ میں، حاضری ہو جب حاصل — دل سے پیش فرمائیں ہدیۂ سلام ان کا

دل بھی تو حمید اپنا اب نہیں کسی قابل

نذر انکی خدمت میں کیا کرے غلام ان کا

---

[۱] یہ نظم محبتہ، خلوص و محبّت رئیس المزوّرین حضرت شیخ بہاء الدین صاحب خاشقجی مدظلہ، کی تشریف آوری کے موقع پر ہوئی تھی، آپکی ہستی حقیقتاً ایک قابلِ قدر ہستی ہی، حسنِ اخلاق و وسعتِ مدارات کا اندازہ آپکے کاموں سے ہوتا ہی صبح سے شام تک مہمانونکی خدمت میں مشغول رہتے ہیں مزائرین کے قیام اور آرام و آسائش پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے۔ ۱۲

لالۂ صحرا

کی گلستاں نے دشت پیمائی — یعنی صحرا میں بھی بہار آئی
"غیر ذی زرع"[ع] وادی اور یہ باغ؟ — حُسنِ فطرت کی کارفرمائی
شانِ ترتیب سے نمایاں ہے — انتہائے کمال و دانائی
سرو و سُنبل کی دُور تک وہ قطار — وہ چمن بندیوں کی پہنائی
ہر طرف اہتمامِ ذوقِ نظر — ہر نظر محوِ گلشن آرائی
ہر روش، بوستانِ محبوبی — ہر شجر نو بہارِ زیبائی
نرگس و نسترن و لالہ و گُل — نکہت و رنگ و حُسن و رعنائی
اے زہے عالمِ گُل افشانی — ہے فضا میں سرورِ صہبائی
گُل بداماں ہیں صحنِ گلشن میں — لالہ رُخ دُخترانِ صحرائی
دیکھ کر جلوہ ہائے رنگارنگ — دِل کی ہر چوٹ پھر اُبھر آئی
باغ سارا سدا بہار رہے — بہمہ دِلکشی و زیبائی

تہنیت خواں ہے صدقِ دل سے حمیدؔ
بامیدِ قبول فرمائی

ع وادیٔ غیر ذی زرع میں "وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ" کی دُعا کی قبولیت کا روح نواز و نگاہ پرور اثر مکۂ مکرمہ کے ایک باغ میں دیکھ کر اور پھر اُس کے گُل و لالہ سے دل کی ہر چوٹ کس طرح اُبھر آتی ہے، اس کا اندازہ اس نظم سے کیجیے!

آستانۂ عالیہ مجدّدیہ سرہند شریف

سُرور افزا فضا "سرہند" کی معلوم ہوتی ہے
یہاں کی زندگی میں زندگی معلوم ہوتی ہے

کشش ایسی کہیں بھی دیکھنے سُننے میں کب آئی
کبھی محسوس ہوتی ہے، کبھی معلوم ہوتی ہے

فضا معمور ہے یوں حُسن کے جلوؤں کی کثرت سے
کہ ہر ذرّے کو جیسے آگہی معلوم ہوتی ہے

یہاں کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے درسِ رُوحانی
سکونِ قلب کی یہی خامشی معلوم ہوتی ہے

تجلّی ضَو فگن ہے بالیقیں ماہِ رسالت کی
کہ دِن میں چاندنی چھٹکی ہوئی معلوم ہوتی ہے

تصرّف ہے یہ سیرت کا، تجلّی ہے یہ سُنّت کی
جھلک بالکل دیارِ پاک کی معلوم ہوتی ہے

وہی جمعیّتِ خاطر، وہی اَنوار کی بارش
مدینے کی یہی جیسے حاضری معلوم ہوتی ہے

مسرّت خیز ہے مَوجِ ہوا کی شبنم افشانی
شگفتہ آج کچھ دل کی کلی معلوم ہوتی ہے

یہاں راہیں دِکھائی جاتی ہیں گُم کردہ راہوں کو
یہاں آ کر خودی بھی بیخودی معلوم ہوتی ہے

زمیں سے آسماں تک مَوجزن ہے نور کا دریا
فضا میں روشنی ہی روشنی معلوم ہوتی ہے

شعاعیں عکس افگن ہیں کسی کے جلوۂ رُخ کی
دلِ تاریک میں "تابندگی" معلوم ہوتی ہے

سکونِ قلبِ مُضطر ہے، نشاطِ رُوح پرور ہے
حقیقت میں یہ "جنّت کی گلی" معلوم ہوتی ہے

سُرور و کیف سے اَز خود ہوئی جاتی ہیں بند آنکھیں
پہونچتے ہی یہاں کچھ نیند سی معلوم ہوتی ہے

زبانِ حال سے بھی شرح جس کی ہو نہیں سکتی
کوئی مخصوص ایسی بات بھی معلوم ہوتی ہے

کچھ ایسا مطمئن ہے جذبۂ بے اختیارِ دل
اسی در کی مجھے نسبت قوی معلوم ہوتی ہے

مزارِ "حضرتِ معصومؒ" کے جلوؤں کا کیا کہنا
اُدھر اک بات کوئی دوسری معلوم ہوتی ہے

حمیدؔ اللہ اکبر کس قدر شانِ جلالت ہے
دُعا کرتے ہوئے بھی کپکپی معلوم ہوتی ہے

بر آستانہ خضرِ طریقت حضرت مولانا شاہ فضل رحمان صاحب گنج مرادآبادیؒ

لیکے آئی ہے کہاں یہ میری حیرانی مجھے
گم کئے دیتی ہے جلوؤں کی فراوانی مجھے

ہو بہو "سرہند" کا نقشہ ہے میرے سامنے
منظرِ اوّل بنا ہے منظرِ ثانی مجھے

میں کہاں "گنج مرادآباد کا روضہ" کہاں
کھینچ لایا ہے یہاں تک فضلِ رحمانیؒ مجھے

اور بھی اکثر مزاروں پر ہوئی ہے حاضری
لیکن ایسی تو نظر آئی نہ تابانی مجھے

دلمیں استغنا کی دولت سر میں سودائے طلب
کچھ تو پہنچا ہے اُدھر سے فیضِ روحانی مجھے

شعر پڑھ پڑھ کر ترے مستوں نے کیف و حال سے
کر دیا بیساختہ محوِ غزلخوانی مجھے

کیا بیاں ہوں مسجد و محراب و منبر کے صفات
خود بخود یاد آگئی "محرابِ عثمانیؓ" مجھے

اللہ اللہ کیا فضائے نور و نکہت ہے یہاں
ہے مرادِ دل، مزارِ فضلِ رحمانیؒ مجھے

کیجئے میری سفارش بھی ذرا "احمد میاں"
اک نظر بس دیکھ لے محبوبِ سبحانی مجھے

منتشر شیرازۂ دل کی تسلّی کے لئے
ہے بہت اُن گیسوؤں کی مشک افشانی مجھے

اک نظر درکار ہے اے چارہ سازِ دردِ دل
عالمِ افکار میں کیوں ہو پریشانی مجھے

منظرِ طیبہ کی دلمیں آرزو رکھتا ہوں میں
اس زیارت سے ملے، اس در کی دربانی مجھے

گرچہ اس قابل نہیں ہوں، پھر بھی حسرت ہے یہی
فیض حضرت سے ملے، وہ بزمِ نورانی مجھے

واقعاتِ حالِ دل کیونکر کہوں میں اے حمید
سنگِ در سے سر اُٹھانے دے تو پیشانی مجھے

الأسماء المنظومة

لنبي الرحمة

اے اسمِ تو حرزِ جانِ عُشّاق

اے ذکرِ تو نورِ قلب و دیدہ

(حضرتِ جگر مُرادآبادی)

تعارف

از حضرت الحاج شفاء الملک حکیم حافظ خواجہ شمس الدین احمد صاحب

صدیقِ محترم زائرِ حرم جناب حمید صدیقی لکھنوی جن کا وظیفۂ زندگی و مشغلۂ شاعری سرکارِ مدینہ و حرمِ پاکِ مدینہ کی ثنا خوانی و مدح طرازی ہے، ان کا جدید کارنامہ یہ ہے کہ اسمائے نبویہ کو انھوں نے منظوم کر کے ہمارے سامنے پیش کیا ہے، ان کا یہ کارنامہ جو ہمارے علم میں اوّلیت کا بھی شرف رکھتا ہے واقعی اس قابل ہے کہ ہم اس پر ان کی خدمت میں تہنیت و تبریک پیش کریں، بظاہر انکے ایسے قادر الکلام اور سخن گوئے باکمال کے لئے اسمائے شریفہ کو سلکِ نظم میں منسلک کر دینا چنداں دشوار امر نہیں معلوم ہوتا لیکن ان کی پوری نظم کو بغور مطالعہ کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کس حسن و خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ وہ اس فرض سے عہدہ بر آ ہوئے ہیں، جس کو حقیقت شناس ہی جان سکتے ہیں کہ کس قدر دشوار فرض تھا جسے انھوں نے اپنے ذمّہ لیا تھا جس طرح بکھرے جواہرات کو تاجِ شاہی میں سلیقہ اور نفاست سے جڑنا ہر صنعت ساز کا کام نہیں ہو سکتا، اسی طرح کسی عروض داں شاعر کا خواہ وہ کسی قدر باکمال کیوں نہ ہو یہ حوصلہ نہیں ہو سکتا کہ وہ صدہا اسمائے نبویہ کو سلکِ نظم میں منسلک کر سکے، تاوقتیکہ تائیدِ ربانی اس کے شاملِ حال نہ ہو اور وہ قواعدِ عروض کی پابندی کے ساتھ تناسبِ اسماء کا پورا لحاظ اور ان کو موقع و محل سے جمع کرنے اور سلاست و روانیِ نظم کو قائم رکھنے کا التزام نہ کر لے۔

جنابِ حمید صاحب جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شیفتگیِ پنہاں و محبتِ آشکارا کی نعمتِ لازوال سے مالا مال ہیں مؤیّد من اللہ ہیں، اسی لئے وہ کام کر جاتے ہیں جو ہر ایک سے نہیں ہو سکتا

وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

کیمیائیست عجب بندگی پیرِ مغاں
خاکِ او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ان کی نعتوں اور مدحیہ نظموں کی دنیا میں دھوم ہے، ہندوستان و پاکستان بلکہ حجاز میں بھی ہر طرف ان کی شہرت ہے، اہلِ محبت ان کی نغمہ طرازیوں سے روحِ مسرت و سکینت حاصل کرتے ہیں اور اہلِ ایمان افزائش ایمان کی دولت بہم پہونچاتے ہیں، مگر یہ مقبولیت اور ہمہ گیر اثر شاعری کا نہیں بلکہ انکے صدقِ محبت و جذباتِ عقیدت کا ہے۔ ؎

کوثر و تسنیم کز لبہائے من جوشد چناں
اجرِ خدمتہاست کز پیرِ مغانم دادہ اند

سچ یہ ہے کہ جس نے ممدوحِ خدا کی دل سے مدح کی، وہ کبھی محروم نہیں رہا، بلکہ دنیا و دین میں ایسا کچھ اس کو ملا کہ مالا مال ہو گیا، حضرت حسان ابن ثابتؓ کو حضورِ انورؐ اپنے روبرو منبر پر کھڑا کرتے اور ان کیلئے دعا فرماتے، کہ: "اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسْ"۔ وہ تو خیر صحابیِ جلیل القدر تھے، کعب ابنِ زہیرؓ جو اپنی شاعرانہ گستاخیوں اور بے ادبیوں کے جرم میں واجب القتل قرار دیئے جا چکے تھے، جب دربارِ نبوئی میں دفعتہً معذرت خواہ ہو کر حاضر ہوتے ہیں، اور اپنا مشہور قصیدہ "بَانَتْ سُعَادُ" شروع کر دیتے ہیں، اور جب یہ شعر پڑھتے ہیں:۔ ؎

اِنَّ النَّبِیَّ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

تو حضورِ انورؐ خوش ہو کر اپنی چادرِ مبارک اتار کر ان کو مرحمت فرما دیتے ہیں۔

صاحبِ قصیدۂ بردہ نے جب فالج میں مبتلا ہو کر مدحیہ قصیدہ تحریر کیا، تو حضورِ انورؐ خواب میں انکے پاس تشریف لائے اور اپنا دستِ مبارک انکے بدن پر پھیرا، اور اسی وقت وہ اچھے ہو گئے۔

اِس طرح کے بیشمار واقعات ہیں کہاں تک بیان کئے جائیں، جناب حمید صاحب کے نعتیہ کلام کی قبولیتِ عامہ خود اس کی دلیل ہے کہ وہ عند اللہ و عند الرسول مقبول ہے، مَا رَأٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ۔ ان پر یہی کرم کیا کم ہے کہ باوجود ظاہری بے سروسامانی کے تقریباً ہر سال بُلائے جاتے ہیں اُور حرم نبویؐ میں حاضری کا شرف پاتے ہیں، ان کی نعتیہ نظمیں ان کے جذباتِ محبت و شوق کی کھُلی ہوئی ترجمانی کرتی ہیں، اُور ایک بڑی خصوصیت ان کی نظموں کی یہ ہوتی ہے کہ وہ غلو، مُبالغہ، اُور دوسری بے اعتدالیوں سے پاک ہوتی ہیں۔

جنابِ حمید صاحب کے نعتیہ کلام کے مُتعلّق ہم نے جن جذبات اُور خیالات کا اظہار کیا ہو ممکن ہے کہ بعض لوگ اِس کو تملّق اُور خوشامد پر محمول کریں، مگر حضرت مولانا مناظر احسن صاحب گیلانیؒ جیسے عالی مرتبت بزرگ کے مُتعلّق کیا کہیں گے جو حمید صاحب کو اپنے خطوط میں "حامد النبیؐ" اُور "مدّاح النبیؐ"، کے القاب سے یاد فرماتے تھے، اُور ایک مکتوب مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۹ء میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"آپ اس زمانہ میں بحمد اللہ ہر قصّہ سے الگ رہ کر اپنے عشق کی رہنمائی میں محبت کی وادیوں کو طے فرما رہے ہیں۔ سچ فرمایا ہے مولانا معنویؒ نے۔ ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ۞ وے طبیبِ جملہ علّتہائے ما

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما ۞ اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

جس کی ایک زندہ مثال آپ کی ہے، دُنیا میں کیا ہو رہا ہے، کدھر جا رہی ہے، کچھ بحث نہیں، بھائی صاحب یاد رکھئے لسان الغیبؒ کی اِس بشارت کو۔ ؎

سروشِ عالمِ غیبم بشارتے خوش داد ۞ کہ بر درِ گرمش کس دژم نخواہد ماند

الحمد للہ کہ آپ کے عشق نے زمانہ و زمانیات سے آپ کو بلند و برتر کر دیا ہے، عقل کی بات بھی یہی ہے۔ ع

اہلِ نظر دو عالم در یک نظر ببازند

ایک دوسرے مکتوب مؤرخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۵۳ء میں ان کو تحریر فرماتے ہیں کہ :۔
"آپ آج نعتیہ شاعری کے امام کی حیثیت سے ملک کے طول و عرض میں چھائے جاتے ہیں۔"
تیسرے مکتوب مؤرخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۴۷ء میں ایک عجیب لطیفہ تحریر فرمایا ہے :۔
"نام میں آپ کے اس نام کا عکس پڑ رہا ہے جن کو اہلِ زمین میں محمدؐ اور آسمان والوں میں احمدؐ کے نام سے پکارا گیا اور پکارا جا رہا ہے اور پکارا جائے گا، ابد تک پکارا جائے گا، جسکے لواء کا نام "لوائے حمد" اور جسکی اُمّت کا نام "حمّادون" رکھا گیا ہے، رشک آتا ہے حمید کے اس نام پر کہ اس میں کتنا بڑا حصّہ ان مقدّس اسماء کا شریک ہو گیا ہے۔"
اسی طرح حضرت الحاج مولانا محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرنگی محلی لکھنوی (بدورانِ قیام ڈھاکہ) اپنے ایک منظوم مکتوبِ محبّت مؤرخہ یکم جنوری ۱۹۵۹ء میں تحریر فرماتے ہیں :۔ ؎

خدا آپ کو شاد رکھے حمید ❊ نوازے ہمیشہ بلطفِ مزید
صحت، عافیت اور مسرّت ملے ❊ یہاں اور عقبیٰ میں عزّت ملے
حمید ایسے مشہور امامِ سخن ❊ مہکتا ہے جنکے سخن سے چمن
جو ہیں نعت گوئی میں یکتائے عصر ❊ اِحبّا کو ہے ذات پر جن کی فخر
وہ حاجی و زائر، وحیدِ زماں ❊ مدینے کے آقاؐ کے وہ مدح خواں
وہ وصّاف و نعّاتِ خیرُ الانام ❊ عَلَیۡہِ الصَّلوٰۃُ عَلَیۡہِ السَّلَام
وہ شیدائے محبوبِؐ پروردگار ❊ وہ جامیؒ و محسنؒ کی اک یادگار
وہ حسّانؓ کے ہم زباں ہم بیاں ❊ مدینے کے مقبول اِک میہماں
وہی مایۂ فخر و نازش حمید
دعاؤں کا طالب ہے جن سے شہید

حقیقت یہ ہے کہ نعت گوئی اُسی کے لئے زیبا ہے جس کا دل سرکارِ دو عالم ؐ کے عشق و محبت سے سرشار ہے، اور اُسی کی نعت دلوں پر اثر کرتی ہے، مگر یہ دولت اللہ کے خاص بندوں ہی کو عطا ہوتی ہے، بقول حضرتِ خواجہ عزیز لکھنوی۔ ؎

دہد حق عشقِ احمد ؐ بندگانِ چیدۂ خود را
بخاصاں شاہ می بخشد مئے نوشیدۂ خود را

اسمائے نبویہ کے انتخاب میں بھی جناب حمید صاحب نے بہت احتیاط کی ہے، اور مدینۂ طیبہ کے علمائے اعلام سے اُن کی تحقیق و تصحیح کر لی ہے۔

اسمائے نبویہ میں دو نام تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم ذات ہیں، باقی اسمائے صفات ہیں اسم ذات محمد ؐ اور احمد ؐ ہیں، اور دونوں قرآنِ کریم میں ہیں، محمد ؐ وہ نام ہے جو آپ ؐ کے جدّ اُمجد سردارِ قریش عبد المطلب نے رکھا تھا، اور اسی نام کے ساتھ آپ ؐ مشہور ہوئے، محمد ؐ کے معنی ہیں بیحد تعریف کیا گیا، اور آپ اس کے صحیح مصداق تھے، آپ ؐ سے بڑھ کر کسی مخلوق کی تعریف نہیں ہوئی، اللہ نے آپ کی مدح کی، اُس کے فرشتوں نے اور اُس کے پیغمبروں نے اور اُس کی مخلوق نے آپکی مدح کی، اور یہ مدح سرائی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا، بلکہ قیامت میں بھی سب آپ ؐ کی مدح کریں گے، عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا عرب میں یہ نام کسی کا نہیں ہوا، البتہ ولادتِ باسعادت سے چند سال پہلے چونکہ یہ مشہور ہو گیا تھا کہ اس نام کے ایک پیغمبر عنقریب ظاہر ہوں گے، اس لئے بعض لوگوں نے اپنے اپنے لڑکوں کے نام محمد رکھے تھے، کہ شاید یہ شرف اُن کو حاصل ہو جائے، اُن کی تعداد چھ تھی، مگر ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ یہ نام محمود سے مشتق ہے، جو حق تعالیٰ کا نام ہے، حضرت حسان ؓ فرماتے ہیں۔ ؎

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اسْمَ النَّبِيِّ بِاسْمِهٖ ∴ اِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِہٖ مَا یُجِلُّہٗ ❊ فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَّھٰذَا مُحَمَّدٌ

دوسرا اسمِ ذات حضرت کا اَحْمَدُ ہے، جس کے معنی ہیں سب سے زیادہ حمد کرنیوالے، اور یہ حقیقت ہے کہ کسی نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد نہ آپؐ سے بڑھ کر کی ہے، نہ آیندہ کر سکے گا، قیامت میں آپؐ کو لوائے حمد عطا ہوگا، اور شفاعتِ خلق کے لئے جب آپؐ سجدے میں جائیں گے تو حق جلّ وعلا کی ایسی حمد کریں گے کہ اس کے پہلے کسی مخلوق نے اُس کی ایسی حمد نہ کی ہوگی، اور جب آپؐ کی شفاعت قبول ہوگی، تو سب آپؐ کی اُس وقت حمد وثنا کریں گے، اور یہی "مقامِ محمود" ہے، جس کے ملنے کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

انبیائے سابقین میں آپؐ کا یہی نام معروف تھا، اور کُتبِ سماویہ میں بھی یہی نام مذکور ہے، اور اسی نام سے بشارتیں دی گئی ہیں، قرآنِ کریم میں حضرتِ عیسیٰ ابنِ مریمؑ نے بنی اسرائیل کو اسی نام سے بشارت دی ہے:۔ وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ۔

اور یہ بھی آپؐ کی رسالت کی ایک دلیل ہے کہ یہ نام آپؐ سے پہلے کسی کا نہیں ہوا، بہرحال محمدؐ اور احمدؐ دونوں نام آپ کے بمنزلہ اسمِ ذات ہیں، اور دونوں سے آپ کی کمالِ عظمت کا اظہار ہوتا ہے اور اہلِ محبت وایمان کے لئے دونوں حرزِ جان اور قوتِ رُوح ہیں۔ ؎

چو نام این است نام آور چہ باشد ❊ مکرّم تر بود از ہر چہ باشد

چہ نام است ایں کہ در دیوانِ ہستی ❊ بروگرفتہ نامے پیش دستی

زبانم چوں ازو حرفے برآید ❊ دل وجانم زلذت پر برآید (جامیؒ)

آپؐ کے نامِ نامی کا تو وہ مرتبہ تھا کہ اگر مُردے پر پڑھ کر دم کیا جاتا تو مُردہ جی اُٹھتا، مگر چونکہ مصلحت کا تقاضا نہ تھا، ایسا نہیں ہوا، صاحبِ قصیدۂ بُردہ فرماتے ہیں:۔ ؎

لَو نَاسَبَتْ قَدْرَہٗ اٰیَاتُہٗ عِظَمًا — اَحْیَی اسْمُہٗ حِیْنَ یُدْعٰی دَارِسَ الرِّمَمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ

آپؐ کے اسمائے صفات کا محدود اور معیّن کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ منبع ان کا آپؐ کے صفات و افعال ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپؐ کی ذاتِ قدسی کو جامعِ صفاتِ جمال وجلال کیا تھا، اور آپؐ کی خلقت میں محامدِ اخلاق ومحاسن افعال اتنے اور ایسے ودیعت کر دیئے تھے جو انسان کے احاطۂ علم سے باہر تھے، جیساکہ فرماتا ہے:۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ تاہم قرآنِ کریم اور کتبِ سماویہ اور اطلاق اُمّت سے جو اسمائے شریفہ معیّن ہو سکے اُن کی تعداد بھی کم از کم تین چار سو کے قریب ہے، اور کمالِ عظمت آپؐ کی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بہت سے اسمائے حُسنیٰ کے ساتھ آپؐ کو مُتّصف کیا ہے، مثلاً:۔ رَؤُفٌ، رَحِیْمٌ، کَرِیْمٌ، حَقٌّ، مُبِیْنٌ، نُوْرٌ، عَظِیْمٌ، شَہِیْدٌ، خَبِیْرٌ، شَکُوْرٌ، عَلِیْمٌ، اَوَّلُ، آخِرُ، قَوِیٌّ، وَلِیٌّ، مَوْلٰی، عَفُوٌّ، مُؤْمِنٌ، مُھَیْمِنٌ، عَزِیْزٌ، بَشِیْرٌ، نَذِیْرٌ۔

قاضی عیاض نے کتاب الشفاء میں لکھا ہے کہ میں نے شمار کیا تو تیس ۳۰ نام ملے، قرآنِ کریم میں اور انبیاءؑ کو بھی اپنے اسماء سے مُتّصف کیا ہے، مگر کسی کو دو ۲ سے زیادہ کے ساتھ مُتّصف نہیں کیا، ان کے علاوہ قرآن کریم میں آپؐ کے القاب واوصاف بھی بکثرت ملتے ہیں، جیسے:۔ مُزَّمِّلٌ، مُدَّثِّرٌ، سِرَاجٌ مُّنِیْرٌ، دَاعِیَ اللہ، دَاعِیْ اِلَی اللہِ، اَمِیْنٌ، خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ، نَجْمٌ ثَاقِبٌ، اَلرَّسُوْلُ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ، نِعْمَۃُ اللہِ، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ، بُرْھَانٌ، قَدَمُ صِدْقٍ، حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ، یٰسٓ، طٰہٰ، عَبْدُ اللہِ۔

آپؐ کے اسمائے صفات جو سابق علمائے اُمّت پوری تحقیق ونظر کے بعد مدوّن کر چکے ہیں ہو سکتا ہو کہ ان کے علاوہ اور بھی اسماء ہوں جو معلوم نہ ہو سکے ہوں، لیکن اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے یا مرضی سے آپؐ کے اسماء کا اضافہ کر سکے، آپؐ کے اسمائے شریفہ اسماءِ الٰہیہ کے بعد کُل اسماء سے افضل واشرف ہیں، اسماء

کا شرف مُسمّیات سے ہوتا ہے، اور آپؐ چونکہ اللہ کے بعد اُس کی جملہ مخلوقات سے اشرف اور افضل ہیں، اس لئے آپؐ کے اسماء بھی کُل اسماء سے اشرف اور افضل ہیں ــــــ اسماء کو مُسمّیات سے انتساب قوی ہوتا ہے، اور وہ مُسمّیات کے لئے دلائل اور مُعرّفات ہوتے ہیں، اسماء کی تعظیم مُسمّیات کی تعظیم اور اسماء کی محبت مُسمّیات کی محبت ہے، لہٰذا جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت رکھتا ہے وہ آپؐ کے ناموں سے بھی عشق و محبت رکھے گا، اور جو حضورؐ کی عظمت کرتا ہے وہ آپؐ کے ناموں کی عظمت کو بھی اپنا فرض سمجھے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر اُس چیز میں عظمت اور برکت ودیعت رکھی ہے جو اُس کے حبیبِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقہ انتساب رکھتی ہے، پس کیا ٹھکانا ہے اُس عظمت و بُزرگی کا اور اُن دینی اور دُنیاوی برکتوں کا جو آپ کے اسمائے شریفہ کو حاصل ہیں، ہر اہلِ ایمان کا تو فرض ہونا چاہئے کہ وہ اِن کو حفظ کرلے، اور ان کے معانی کو سمجھ لے، اور ان کا وِرد رکھے، پھر اُس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا آپؐ کی ذاتِ اقدس مع صفاتِ کمالیہ اُس کی نگاہ کے سامنے ہے، اور اس وِرد کے پہلے اور اس کے بعد خلوصِ دل سے بکثرت درود شریف پڑھے، خدا نے چاہا تو تجلّیاتِ اسماء کے پَرتو سے اُس کے قلب کو نور و سُرور حاصل ہوگا، اور برکاتِ عجیبہ ظاہر ہوں گی، اشعار کو حفظ کرلینا آسان ہے، لہٰذا دُعائے خیر کیجئے جناب حمید صاحب کے لئے کہ ان کی سعی و توجہ سے اسمائے شریفہ منظوم ہوگئے، اور راقم الحروف گنہگار کے لئے بھی جس کا یہ تو مُنھ نہ تھا کہ ممدوحِ خدا کی مدح کرسکے، ان کے مدّاح کی ثنا خوانی ہی کو اس نے کسبِ سعادت کا وسیلہ کرلیا۔ ؎

ملتے ہیں تیرے چاہنے والے میں تیرے رنگ
جو تجھ پہ مٹ گیا، مجھے اُس نے مٹا دیا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ اَجَلِّ الْاَسْمَاۤءِ وَاَعْلَى الصِّفَاتِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْحَسَنَاتِ وَالْبَرَكَاتِ

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على من هو في السماء محمود وفي الارض سيدنا

محمد احمد محمود حامد شهيد اشهد مشهود شاهد

مشفع مصطفى مختار قاسم مجاب مجتبى مامون عالم

مطاع مقتفى امي شافي مطيع مكتفي مقصود كافي

مقدس مقتصد معلوم ناهي قوي قيم مصباح ماحي

مبلغ بالغ مصلح مزكي ابو الطيب ابو الطاهر مقفي

عزيز صاحب البرهان منجي هدى والهادي مهدي مهدي

مكين صاحب السلطان آمر مضي مستنار نور باهر

وصول صاحب المعراج كامل اصيل موصل موصول واصل

نصير انصر منصور ناصر مليح محسن منظور ناظر

بشير عروة الوثقى مبشر نذير منذر ذاكر مذكر

وكيل منتقى مفتاح فاتح كفيل صاحب الآيات صالح

غياث غوث مدعو مقدم مغيث غيث ذو عز مكرم

نبي الرحمة اكليل مؤمن رسول الراحة محيي مهيمن

صراط مستقيم نجم ثاقب نبي الله كنز الله عاقب

صَفِيُّ اللهِ عَيْنُ الْغُرِّ سَابِقٌ   نَجِيُّ اللهِ رُوحُ اللهِ سَائِقٌ

وَجِيهٌ نِعْمَةُ اللهِ صَفْوَةُ اللهِ   عَفُوٌّ عِصْمَةُ اللهِ حُجَّةُ اللهِ

صِرَاطُ اللهِ ذِكْرُ اللهِ حَفِيٌّ   كَرِيمُ اللهِ رُوحُ اللهِ وَلِيٌّ

خَلِيلُ اللهِ عَبْدُ اللهِ مَتِينٌ   مُمِدٌّ عَيْنُ الْأَعْيَانِ مُعِينٌ

حَبِيبُ اللهِ نَبِيُّ اللهِ حَسِيبٌ   أَمِينُ اللهِ سَعْدُ اللهِ حَبِيبٌ

وَلِيُّ اللهِ سِرَاجُ السَّالِكِينَا   نَبِيُّ اللهِ إِمَامُ الْمُتَّقِينَا

نَبِيُّ التَّوْبَةِ طَيِّبٌ حَلِيمٌ   عَظِيمُ الْخُلُقِ ذُو مَجْدٍ كَرِيمٌ

نَبِيُّ الْخَاتَمِ نُورُ الظَّلَامِ   خَلِيقٌ مُونِسٌ خَيْرُ الْمَقَامِ

شَفِيعُ الْأُمَّةِ خَيْرُ الْأَنَامِ   سِرَاجُ الظُّلْمَةِ بَدْرُ التَّمَامِ

رَسُولُ الْخَاتَمِ قَمَرُ التَّمَامِ   سِرَاجُ الظُّلَمِ مِصْبَاحُ الظَّلَامِ

نَبِيٌّ صَاحِبُ الْخُلُقِ الْعَظِيمِ   مُقِيمُ السُّنَّةِ عَيْنُ النَّعِيمِ

طَهِيرٌ طَاهِرٌ أَطْهَرُ مُطَهَّرٌ   سَخِيٌّ مُعْطِيٌّ سَاقِيٌّ كَوْثَرٌ

شَفِيقٌ صَاحِبٌ سَيِّدٌ مُجِيبٌ   فَصِيحٌ نَاطِقٌ جَامِعٌ خَطِيبٌ

ظَهِيرٌ ظَاهِرٌ أَظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ   مُنَوَّرٌ لَامِعٌ أَنْوَرُ مِنَ الشَّمْسِ

مُفَضَّلٌ أَفْضَلُ ذُو الْفَضْلِ فَاضِلٌ   سَئُولٌ طَالِبٌ مَسْئُولٌ سَائِلٌ

نَقِيٌّ مُتَّقِيٌّ أَتْقَى تَقِيٌّ   مَبَرٌّ بَرٌّ مَبْرُورٌ بَرِيٌّ

لَطِیْفُ الرُّوْحِ ذُوالْوَجْہِ الْجَمِیْلِ ضِیَآءُ اللّٰہِ مِصْبَاحُ السَّبِیْلِ
اَحِیْدُ صَاحِبُ السَّیْفِ شُجَیْعٌ وَحِیْدٌ صَاحِبُ التَّاجِ رَفِیْعٌ
رَسُوْلٌ مُّرْسَلٌ عَلَمُ الْیَقِیْنِ اَبُوالْقَاسِمِ اِمَامُ الْقِبْلَتَیْنِ
مُصَدِّقٌ صَادِقٌ صِدْقٌ اَمِیْنٌ رَؤُفٌ رَحْمَۃٌ حَقٌّ مُّبِیْنٌ
عَقِیْلٌ حَاکِمٌ عَاقِلٌ رَئِیْسٌ حَکِیْمٌ عَارِفٌ قَابِلٌ اَنِیْسٌ
مُصَلِّ شَاکِرٌ مَسْعُوْدٌ صَائِمٌ مُوَحِّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ قَائِمٌ
حَرِیْصٌ اُذُنُ خَیْرٍ اَعْظَمُ الْخَلْقِ رَحِیْمٌ قَدَمُ صِدْقٍ اَکْرَمُ الْخَلْقِ
مُضِیْفٌ وَاھِبٌ دَاعِیٌ اَجِیْرٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَعْرُوْفٌ شَھِیْرٌ
ھُوَالْمُزَّمِّلُ یٰسٓ طٰہٰ ھُوَالْمُدَّثِّرُ حٰمٓ بُشْرٰی
شَرِیْفٌ قَائِدُ الْخَیْرِ وَسِیْمٌ حَشِیْمٌ فَاتِحُ الْبِرِّ جَسِیْمٌ

اِمَامٌ کَاشِفُ الْغُمَّۃِ سَعِیْدٌ
اَمِیْرٌ صَاحِبُ الْحُجَّۃِ حَمِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا اٰمَنَّا بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَرَہٗ فَمَتِّعْنَا فِی الدَّارَیْنِ بِرُؤْیَتِہٖ وَثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی مَحَبَّتِہٖ وَاسْتَعْمِلْنَا عَلٰی سُنَّتِہٖ وَتَوَفَّنَا عَلٰی مِلَّتِہٖ وَاحْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہِ النَّاجِیَۃِ وَحِزْبِہِ الْمُفْلِحِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

عرضِ غلامی

ابھی کچھ کچھ ہے ذوقِ غم میں خامی
فغانِ تلخ تر، اے تلخ کامی

کرِیا، بَروِل وجانم کرم کُن
دل وجانم فدائے ذوالکرامی

بحقِّ ساقیِ تسنیم و کوثرؐ
مٹا دے آرزو کی تشنہ کامی

اُڑا کر اے ہوائے شوق لے چل
حضورِ روضۂ ذاتِ گرامیؐ

بہت دیکھی ہے تیری بیقراری
بہت سُنتا ہوں تیری تیز گامی

حضوری پا کے دربارِ نبیؐ میں
کروں با صد ادب عرضِ غلامی

زبانِ حال سے پھر پیش کردوں
باندازِ دگر جذباتِ جامیؒ

قدرت را پایۂ گردوں خرامی
لبت را مایۂ یحیی العظامی

ترحّم یا نبیِ اللہ ترحّم
بشوقت جاں بلب آمد تمامی

زراہِ لُطف سوئے من نظر کُن
فقم قُم یا حبیبیؐ کم تنامی

مسیحائی زِ خواب ناز برخیز
بدہ جاں در تن از نازک خرامی

کرم اے صاحبِ اسمائے سامی
قُریشی، ہاشمی، مکّی، تہامی

حبیبی، سیّدی، خیرُ الانامی — شہیدُ الخلقِ، محمودُ المقامی

ہمی خواہم بسوزِ قلب جامیؔ — ز لطفت کارِ من یابد تمامی

عطا ہو قلب کو نورِ بصیرت — بہ فیضِ نورِ اسمائے گرامی

رہے سرکارؐ کی چشمِ نوازش — ہمیشہ میری ناصر، میری حامی

تمنّا ہے کہ وقتِ جاں سپاری — نسیمِ خُلدِ رضواں ہو پیامی

بقیعِ پاک کا حاصل ہو سایہ — ملے مدفن کو وہ ارضِ گرامی

نکیرین آکے خود مجھ کو لحد میں — سُنا جائیں نویدِ شادکامی

کرم فرمائیں سرکارِ دوعالمؐ — طبیبِ دل ہے جن کا نامِ نامی

جمالِ پاکِ حضرتؐ دیکھتے ہی — نگاہِ شوق دے بڑھ کر سلامی

مبارکباد دینے آئیں حوریں — فرشتے بھی کریں قائم مقامی

قیامت میں ہو رحمت شاہِ دیںؐ کی — مری دلسوز و عصیاں پوش و حامی

درخشاں ہو اُدھر خورشیدِ محشر — جبیں پر اِس طرف داغِ غلامی

لوائے حمد میں مجھ کو چھپالیں — مرے شمسُ الضحیٰؐ، ماہِ تمامیؐ

حمیدِ بے نوا کی آرزو ہے
شرف پائے مری موزوں کلامی
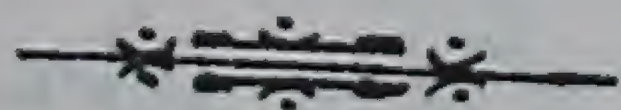
پرِ پرواز

درپردۂ چشمِ یار کا منشا کچھ اور ہے

بلبل از فیضِ گُل آموخت سخن ورنہ نبود
ایں ہمہ حسنِ غزل تعبیہ در منقارش
(حضرتِ حافظؒ)

منکہ ایں گوہرِ محبوب بہ نظم آوردم

آبش از یک "نظرِ آمنہ بی" می بینم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشا کشِ غمِ دُنیا سے بے نیاز کیا
بڑا یہ تو نے کرم اے نگاہِ ناز کیا
پھر اُس کو دولتِ کونین کی ضرورت کیا
جسے جنونِ محبّت نے سرفراز کیا
نہ امتیازِ خودی ہے نہ بیخودی باقی
یہ سحر تو نے عجب چشمِ نیمباز کیا
یہ سب تمھاری نگاہِ کرم کا صدقہ ہے
کہ دل سے دردِ محبّت نے ساز باز کیا
کہاں یہ عنصرِ خاکی، کہاں یہ جوہرِ رُوح
تری نگاہِ توجّہ نے سرفراز کیا
خوشا وہ اشک، جو غمّازِ رازِ عشق بنے
زہے وہ دل، کہ جسے آشنائے راز کیا
خدا بھلا کرے اُس نغمۂ محبّت کا
حمید جسنے مجھے محوِ سوز و ساز کیا

دل میں سُرور، آنکھوں میں اک نور آگیا
گیا میں قریبِ جلوہ گہِ طور آگیا
اب دیکھتا ہوں میں تو کوئی ہمسفر نہیں
اپنے خیال و فکر سے بھی دُور آگیا
جلوے کچھ اس طرح نظر آتے ہیں ہر طرف
جیسے وہ خود ہی نور سے معمور آگیا
یہ جوشِ بیخودی ہے کہ کچھ سوجھتا نہیں
نزدیک آگیا ہوں کہ میں دُور آگیا
اور اُس نگاہِ ناز سے کیا چاہتا ہے دل
رنجور اگر گیا تھا، تو مسرور آگیا
اب بحث ختم ہوتی ہے ذات و صفات کی
وہ بھی مقام حضرتِ منصور آگیا، رکیا

کیوں ہو رہا ہے پیرہنِ ہوش چاک چاک شایدِ خیالِ نرگسِ مخمور آگیا

یہ سب اُنھیں کی بندہ نوازی ہے اے حمیدؔ
محفل میں اُن کی پھر جو بدستور آگیا

مجھ سے مرا دوست جُدا ہوگیا دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہوگیا
اُسکی نظر پھرتے ہی کیا ہوگیا جیسے زمانہ ہی خفا ہوگیا
دید سے کیا درد میں ہوتی کمی اُور بھی کمبخت سوا ہوگیا
شدّتِ احساسِ محبّت نہ پوچھ جیسے یہ جذبہ ہی فنا ہوگیا
ہائے اُن آنکھوں میں بھی بھر آئے اشک غیرتِ دل اَب تجھے کیا ہوگیا
ہوش میں آاے دلِ بیزارِ شوق اَبتو وہ آغوش بھی وا ہوگیا
تو مرا دمساز ہو اَب یا نہ ہو میں تو بہر حال ترا ہوگیا

شعر سے بھی اَبتو بہلتا نہیں
دل کو حمیدؔ آہ یہ کیا ہوگیا

جذبۂ جوشِ محبّت کا اَثر دیکھ لیا گوشۂ چشم سے آج اُسنے اِدھر دیکھ لیا
مُتحمّل نہ ہوئے قلب و جگر دیکھ لیا دیکھنا سَہل نہ تھا اُن کو، مگر دیکھ لیا
نہ ہوئی کم تپشِ سوزِ جگر دیکھ لیا تجھ کو بھی عشق میں اے دیدۂ تر دیکھ لیا
ی مری رگ رگ میں اُن کی دُزدیدہ نگاہوں کا اَثر دیکھ لیا
ا بہم عالَمِ شوق اُدھر اُٹھی نگہِ شوخ، اِدھر دیکھ لیا

اب تو پڑتی ہی چلی جاتی ہیں مجھ پر نظریں — شاید اُسنے بھی مرا حُسنِ نظر دیکھ لیا

وہ بھی تھا برہمیِ حُسن کا عالم کیا خوب — اُنکی نظروں سے اُنھیں بچکے اگر دیکھ لیا

اِس قدر کیوں نگہِ ناز ہے تیری برہم — کیا ہوا تجکو اگر ایک نظر دیکھ لیا

صف کی صف بجھ گئی بدمست ہوئی لوٹ گئی — اُسنے مخمور نگاہوں سے جدھر دیکھ لیا

دیکھنا تجھ کو مُبارک، مگر اے دیدۂ شوق — اور اگر اُسنے بھی اِک بار ادھر دیکھ لیا

اب مرے دردِ محبّت کی تمھیں کیا پروا — تم نے تو میری طرف ایک نظر دیکھ لیا

اُسنے سب دیکھ لیا حاصلِ کونین حمیدؔ
جسنے اللہ کے محبوبؐ کا گھر دیکھ لیا

غمِ عشق کا ہو جب، تو غمِ روزگار کیا — یکساں مرے لئے ہے خزاں کیا بہار کیا

دل کیا ہے، اعتبارِ دلِ بیقرار کیا — میں کیا ہوں، میری زندگیِ مُستعار کیا

سُنتے ہی سب اسیرِ قفس میں تڑپ اُٹھے — لائی تھی یہ پیام نسیمِ بہار کیا

تارے بھی ڈوبتے ہیں دلِ مُنتظر کے ساتھ — اب میرا ساتھ دے گی شبِ انتظار کیا

شامل ہو اُن کا درد بھی دردِ فراق میں — آئے گا اب قرار دلِ بیقرار کیا

میں چُپ کھڑا ہوں داورِ محشر کے سامنے — کہتی ہے دیکھئے نگہِ شرمسار کیا

ڈوبی ہوئی اثر میں دُعائے سحر ہے آج — اُن تک پہنچ گئی مرے دل کی پکار کیا

بیدار ہو رہی ہیں اُمیدیں بصد نیاز — ہے مائلِ کرم وہ تغافل شعار کیا

نقشِ خرامِ ناز سے گُلشن بنا ہے دل — گذرا ہے اِس دیار سے وہ شہسوار کیا

اُدھر سے اگر کچھ سہارا نہ ہوگا — تو ہم کو بھی جینا گوارا نہ ہوگا

وہ دردِ محبّت کا مارا نہ ہوگا — ترا غم جسے دل سے پیارا نہ ہوگا

کوئی میری خاطر رہے دل گرفتہ — کسی حال میں یہ گوارا نہ ہوگا

بھروسہ ہی کیا کیا ہمیں دل پہ لیکن — تمھارا تو ہوگا ، ہمارا نہ ہوگا

کوئی منزلِ عشق شاید ہو ایسی — جہاں دل نے تجکو پکارا نہ ہوگا

سکونِ دلِ مُضطرب ، غیر ممکن — اُن آنکھوں کا جبتک اشارا نہ ہوگا

جسے عشق سے نسبتِ خاص ہوگی — کبھی ہمّتِ دل وہ ہارا نہ ہوگا

گذر جائے جو کچھ بھی جانِ حزیں پر — مگر رازِ غم آشکارا نہ ہوگا

گرا ہے زمیں پر جو اشکِ ندامت — فلک پر بھی ایسا ستارا نہ ہوگا

مجھی سے تو دل بیخبر ہو چکا ہے — یہ کیونکر کہوں میں تمھارا نہ ہوگا

اُنھیں، اور زحمت ہو میرے سبب سے — یہ ذوقِ طلب کو گوارا نہ ہوگا

بدلتی نہیں رسم و راہِ محبّت — ہم اُسکے ہیں، وہ کیوں ہمارا نہ ہوگا

اب نکہتِ گُل یاد ، نہ گُلشن کی فضا یاد — مجکو تو فقط ہے ترے کوچے کی ہوا یاد

پامالیِ دل یاد ہے ، وہ شوخیِ پا یاد — آغازِ محبّت کی ہے ایک ایک ادا یاد

تسکینِ محبّت ہے کہ یہ عالمِ حیرت — اب تیرے سوا کچھ بھی نہیں ہے بخدا یاد

ہوتی ہے خلش جب کوئی تازہ مرے دل میں — محسوس یہ ہوتا ہے کہ پھر تونے کیا یاد

دیکھا جو اُنھیں پھر گئیں دُنیا سے نگاہیں
سب بھُول گئے، کچھ نہ رہا اُنکے سوا یاد

مُنھ پھیر کے اقرارِ محبّت جو کیا تھا
اَب بھی ہے وہ تیرا کرمِ جورِ نما یاد

جس پر دلِ آگاہ نے لبّیک کہا تھا
کیا تجکو نہیں خاص وہ پیمانِ وفا یاد

اتنی تو ہوئی ترکِ تمنّا میں ترقّی
آتے ہیں بھُلانے پہ وہ کچھ اَور سوا یاد

منزل ہے کہاں، راہ کہاں، کس کی طلب ہے
دیوانگیِ شوق میں یہ بھی نہ رہا یاد

توفیق کی ہے بات، وہ غم ہو کہ خوشی ہو
جسوقت بھی انسان کو آجائے خدا یاد

مستی میں حمیدؔ اَور تو سب بھُول گیا ہوں
لیکن مجھے ساقی کی ہے وہ لغزشِ پا یاد

یوں تو رہا نہ جائے گا چشمِ کرم سے دُور دُور
رہتی ہے جیسے چاندنی خلوتِ غم سے دُور دُور

کون حریمِ ناز تک لیکے پیامِ شوق جائے
بادِ صبا بھی آجکل رہتی ہے ہم سے دُور دُور

دیر و حرم کی منزلیں ترک تو ہمنے کیں، مگر
رہ بھی سکیں گے یا نہیں دیر و حرم سے دُور دُور

عشق کا جذبۂ وفا رنگ ضرور لائے گا
دامنِ دوست تا کجا، دیدۂ نم سے دُور دُور

عشق پہ بس نہ چل سکا شوق کی احتیاط کا
سجدے نہ ہم سے ہو سکے، نقشِ قدم سے دُور دُور

کس کی سمجھ میں آئیں یہ حُسن کی سحر کاریاں
یعنی ہمیں میں رہکے وہ، رہتے ہیں ہم سے دُور دُور

دردِ فراق سے حمیدؔ چارہ کار ہی تھا کیا
سجدے کیے ہیں مُدّتوں بابِ کرم سے دُور دُور

مُدّت سے مبتلا ہیں اِسی حُسنِ ظن میں ہم
جیسے کہ ہر جگہ ہیں تری انجمن میں ہم

رہتے ہیں سر جھکائے تری انجمن میں ہم
ورنہ کسی سے کم ہیں کوئی بانکپن میں ہم

کس گُل کی جستجو ہے، کسی سے بتائیں کیا
دیوانہ وار پھرتے ہیں کیوں ہر چمن میں ہم

اُمّید پر بس اک نگہِ التفات کی
کس درجہ شاد شاد ہیں رنج و محن میں ہم

بیٹھے ہیں اِس طرح کہ خود اپنی خبر نہیں
کوئی بتائے ہیں کہ نہیں، انجمن میں ہم

خونباریاں قفس کی خود آئینہ دار ہیں
کیا کیا بہار لوٹ چکے ہیں چمن میں ہم

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ دیتے ہیں کیا جواب
اِک بات کہہ گئے ہیں جو دیوانہ پن میں ہم

اک نظر دیکھ تو لے شوقِ فراواں کی قسم
حُسن والے تجھے اپنے رُخِ تاباں کی قسم

میری جمعیتِ خاطر کو پریشاں کر دے
تجھ کو اپنی نگہِ حشر بداماں کی قسم

اور کچھ دردِ محبّت میں اضافہ کر دے
میری بیتابیِ شوق و غمِ حرماں کی قسم

ہر تڑپ دردِ غمِ دل کی ہے محبوب مجھے
نگہِ ناز تری پرسشِ پنہاں کی قسم

اک تری یاد ہے اب مونسِ تنہائیِ غم
اشکِ پیہم کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

"اے نسیمِ سحری بندگیِ ما برساں"
تجھ کو اُس نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

اک غزل حضرتِ حافظؔ کی سُنا دے مجکو
تجھ کو مُطرب مرے افکارِ پریشاں کی قسم

دلِ پژمُردہ کو پھر میرے شگفتہ کر دے
تجھ کو اے بادِ صبا کوچۂ جاناں کی قسم

او غمِ دردِ محبّت میں تڑپنے والے
غم بڑی چیز ہے وَردِ غمِ پنہاں کی قسم

اب بڑے لُطف سے کٹتی ہے شبِ غم میری
آپ کی نکہتِ گیسوئے پریشاں کی قسم

میکدہ اپنی توجہّ کا کھلا رہنے دے
میرے ساقی تجھے میخانۂ عرفاں کی قسم
بے غمِ عشق نہیں زیست کا کچھ لطف حمیدؔ
عشق اور عشق کے سوزِ غمِ پنہاں کی قسم

اپنی نظر میں جذب وہ پیدا کرینگے ہم
تجکو تری نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم
اُن کو بھی بیقرارِ تمنّا کرینگے ہم
یہ کُفرِ عاشقی بھی گوارا کرینگے ہم
چھُپ چھُپ کے ہر نگاہ سے دیکھا کرینگے ہم
اے ذوقِ دید اُنکو نہ رُسوا کرینگے ہم
پھر آرزوئے دید بتا، کیا کرینگے ہم
وہ آج کہہ رہے ہیں کہ پردا کرینگے ہم
سر میں جُنونِ شوق وہ پیدا کرینگے ہم
تیرا خیال آتے ہی سجدا کرینگے ہم
تجھ سے مُعاملہ ہے خدا سے معاملہ
اب تیرے بعد کس کی تمنّا کرینگے ہم
وابستۂ نگاہِ کرم ہو چکا ہے دل
ہر حال میں تجھی کو پُکارا کرینگے ہم
آمادۂ ستم تو ہو اُن کی نگاہِ ناز
اے جوشِ عشق یہ بھی گوارا کرینگے ہم
اُف بھی غمِ فراق میں نکلے، نہیں مجال
کیا حُسنِ پردہ دار کو رُسوا کرینگے ہم
جلوے تمھارے حُسن کے سچ ہے کہاں نہیں
ہر شے اس اعتبار سے دیکھا کرینگے ہم
کہدے نگاہِ یاس، تو وہ اور بات ہے
اک رازِ خاص جسکو نہ افشا کرینگے ہم
سب کچھ ہمیں ہیں، اور بھی کچھ ہمیں میں ہے
اپنے سوا کسی کو نہ دیکھا کرینگے ہم

پہنچا دیا جنونِ طلب نے، تو اے حمیدؔ
یہ ہم طوافِ روضۂ طیبہ کرینگے ہم

یوں حُسن و محبّت مل کے بہم، گُذرے ہیں، گُذرتے جاتے ہیں
کچھ کام بگڑتے جاتے ہیں، کچھ کام سنورتے جاتے ہیں

کیا عشق کی ہستی ہستی ہے، کیا دل کی بستی بستی ہے
اِک نقش جو مِٹتا جاتا ہے، سَو نقش اُبھرتے جاتے ہیں

کچھ حُسن و جوانی کا بھی فسوں، کچھ بادِ صبا کی شوخی بھی
اُس عارضِ رنگیں پر گیسو رہ رہ کے بکھرتے جاتے ہیں

ایک ایک رَوش پر گلشن کی، اُس جانِ بہار کی آمد سے
غنچے ہیں کہ کھلتے جاتے ہیں، گُل ہیں کہ نکھرتے جاتے ہیں

رہ رہ کے چمک سی ہوتی ہے یوں برقِ جمال کے پردے میں
آنکھوں میں سما کر وہ جلوے سب دل میں اُترتے جاتے ہیں

جس طرح مُسافر کی منزل بنتی ہے، جہاں تھک جاتا ہے
آنکھوں سے جُدا ہو کر آنسو، دامن پہ ٹھہرتے جاتے ہیں

اَب میری سمجھ میں آیا ہے دُزدیدہ نگاہی کا مطلب
پھر چھیڑ رہے ہیں وہ اُن کو جو زخم کہ بھرتے جاتے ہیں

دراصل وہی اک عالَم ہے، جو دیدہ و دل میں سما جائے
کہنے کو تو یوں صَد ہا عالَم نظروں سے گُذرتے جاتے ہیں

یہ موسمِ گُل، یہ جوشِ نمو، یہ مستیٔ عام، یہ جام و سُبو
اَربابِ چمن کیوں رہ رہ کر صیّاد سے ڈرتے جاتے ہیں

اُس دستِ نگاریں کے آگے، توبہ سے پشیماں ہو کے حمیدؔ
ساغر کو بھی لیتے جاتے ہیں، اِنکار بھی کرتے جاتے ہیں

کُشتۂ تیغِ نگاہِ ناز ہوں
اَہلِ دل میں قابلِ اعزاز ہوں

چھیڑتے تو ہو، مگر یہ جان لو
درد میں ڈوبا ہوا اِک ساز ہوں

کیوں نہ ہوں نغمے مرے وجد آفریں
ہمنوائے بُلبُلِ شیراز ہوں

اُس سے کہتا ہے ہر اِک تارِ نفس
تو مرا نغمہ ہے، اور میں ساز ہوں

حاملِ بارِ اَمانت، اور میں؟
اللہ اللہ میں اَمینِ راز ہوں

بازوؤں میں دم نہیں، طاقت نہیں
لیکن اَب بھی مائلِ پرواز ہوں

مجھ میں پوشیدہ ہے صوتِ سرمدی
تیری محفل میں صدائے ساز ہوں

شمعِ سوزاں ہوں، پگھلنے دو مجھے
راز ہوں، اور خود ہی شرحِ راز ہوں

بُلبُلیں بھی مست ہو جائیں حمیدؔ
میں چمن میں گر نوا پرداز ہوں

شکر ہے منّتِ کشِ سعیِ مداوا، دل نہیں
سہل ہونا جس کو آتا ہو، مری مشکل نہیں

آپ کے جور و ستم ہیں میری نظروں کے فریب
اپنا خود قاتل ہوں میں، میرا کوئی قاتل نہیں

ہر قدم پر شوقِ منزل بڑھ رہا ہے، خیر ہو
دل یہ کہتا ہے، مگر میری کوئی منزل نہیں

شکوہ سنتجی پر مرے کانوں نہیں آتی ہے صدا
تو ہی غافل ہو گیا، تجھ سے کوئی غافل نہیں

ایک اک ذرّے میں ہے اک ایک صحرا اے حمید
دیکھتا جا تو ابھی وحشت تری کامل نہیں

حقیقت میں وہی قاتل ہے جسکو دل سمجھتے ہیں
غلط فہمی ہی ڈھنگی، جو تمھیں قاتل سمجھتے ہیں

مٹانا لوحِ دل سے نقشِ پیمانِ وفاداری
تمھارے واسطے آساں ہے ہم مشکل سمجھتے ہیں

انا الحق کہنے والا مستحقِ دار ہو جائے
ستم ہے لوگ امرِ حق کو بھی باطل سمجھتے ہیں

سمجھ میں آ گئیں دشواریاں راہِ محبّت کی
کہ اب ہر ہر قدم کو ایک ایک منزل سمجھتے ہیں

بظاہر صوفیِ صافی، بباطن رندِ لامشرب
ہمیں خوب آپ کو اے مرشدِ کامل سمجھتے ہیں

مٹا ہو اے یہ دنیا ئے دل ہی مٹ نہیں سکتی
ہم اپنی اشک کی ہر بوند کو اک دل سمجھتے ہیں

کہیں بھی ہو کوئی مجمع ہمیں اُس سے تعلّق کیا
جہاں وہ جلوہ فرما ہوں اُسے محفل سمجھتے ہیں

نہ شاعر ہوں حمید اور ہوں نہ فنِ شعر سے واقف
اُجّا کی محبّت ہے، جو اِس قابل سمجھتے ہیں

نہ دلجوئیاں ہیں، نہ دلداریاں ہیں
دل آزاریاں ہی دل آزاریاں ہیں

یہاں جان پر بن گئی ہے یہ سُنکر
وہاں دل کے لینے کی تیّاریاں ہیں

ذرا جذبِ کامل تو پیدا کر اے دل
یہ سب تیری ہی سہل انگاریاں ہیں

چلا جا رہا ہوں میں نقشِ قدم پر
یہ دیوانگی میں بھی ہشیاریاں ہیں

کفن خونچکاں تن میں، خنجر کمر میں
کہاں کی حمید آج تیاریاں ہیں

لگی ہو چُپ تکمّل اِلتجائیں ہوتی جاتی ہیں
نظر میں جذب سب دل کی اَدائیں ہوتی جاتی ہیں

مری جانب مدینے کی فضائیں ہوتی جاتی ہیں
دُعائیں درحقیقت اَب دُعائیں ہوتی جاتی ہیں

پیامِ نو بنو، تازہ بتازہ سُنتا جاتا ہوں
کرم فرما مدینے کی ہوائیں ہوتی جاتی ہیں

اُدھر گھیرے ہوئے ہیں رحمتوں پر رحمتیں اُنکی
اِدھر ہیں سے خطاؤں پر خطائیں ہوتی جاتی ہیں

مرا ذوقِ طلب ہر گام پر لبّیک کہتا ہے
اثر انداز، یوں دل کی صدائیں ہوتی جاتی ہیں

اَدائے شکر کیونکر ہو ترے احسانِ بیحد کا
جفائیں بھی مرے حق میں دُعائیں ہوتی جاتی ہیں

کہاں کی تابِ گویائی کسی کے سامنے، لیکن
نگاہِ شوق سے کچھ اِلتجائیں ہوتی جاتی ہیں

ملی ہیں اُنکی تعزیر و نہیں پیہم لذّتیں ایسی
کہ دانستہ بھی اَب مجھ سے خطائیں ہوتی جاتی ہیں

یہ کسنے سازِ دل پر اپنی نازک اُنگلیاں رکھدیں
ترنّم آفریں غم کی نوائیں ہوتی جاتی ہیں

مُبارک اے حمیدؔ زار، یہ دلسوزیاں اُن کی
دُعائیں کرتے جاتے ہیں، دَوائیں ہوتی جاتی ہیں

حمیدؔ، اَب تو بس عافیت ہے اِسی میں
رہیں روز و شب عالمِ بیخودی میں

ترے در پہ گُذرے تھے جو بیخودی میں
وہی خاص لمحات تھے زندگی میں

ضرورت نہیں مجھکو ہوش و خرد کی
مزے سے گذرتی ہے دیوانگی میں

ابھی کون محفل سے اُٹھ کر گیا ہے
کمی سی نُمایاں ہوئی روشنی میں

بڑی عافیت ہے، بڑی راحتیں ہیں
محبّت کی باہوش دیوانگی میں

حمیدؔ، آہ، انعامِ سجدہ کی خواہش
یہ احساس بھی کُفر ہے بندگی میں

سوز ہی دل میں نہیں، ساز کہاں سے لاؤں — نالہائے اُثر اَنداز کہاں سے لاؤں
جی بہلتا ہی نہیں اَور کسی محفل میں — آپ کی اَنجمنِ ناز کہاں سے لاؤں
سازِ غم سُننے کو وہ گوش بر آواز تو ہیں — دلمیں گھر کرلے، وہ آواز کہاں سے لاؤں
زندگی بنکے جو رگ رگ میں خراماں تھی کبھی — آہ! اَب وہ نگہِ ناز کہاں سے لاؤں
نیمجاں کر کے مجھے چھوڑ دیا ہے جس نے — وہ نگاہِ غلط اَنداز کہاں سے لاؤں
ڈھونڈھتا ہوں وہی کھویا ہوا عالم اَپنا — تو بتا اے نگہِ ناز کہاں سے لاؤں
جی میں ہے اُڑ کے کسی طرح مدینے پہنچوں — لیکن اَب طاقتِ پرواز کہاں سے لاؤں

حُسنِ انجام تو حاصل ہے، مگر آہ حمیدؔ
عالَمِ لغزشِ آغاز کہاں سے لاؤں

آسودۂ فراق مرا دل ہے کیا کروں — شاید کسی کی یاد سے غافل ہے کیا کروں
آساں ہر ایک عقدۂ مشکل ہے کیا کروں — بے کیف اَب تو زندگیِ دل ہے کیا کروں
میں اَور حُسن و عشق کی رُسوائیاں، مگر — تائیدِ چشمِ یار بھی شامل ہے کیا کروں
صحرا میں یادِ گل سے میسّر کہاں سکوں — برپا چمن میں شورِ عنادل ہے کیا کروں
بیتاب ہے دردِ شوق اُنھیں کر تو دوں، مگر — اِک راز درمیان میں حائل ہے کیا کروں
دل نے کسی کی راہ میں رکھا تو ہے قدم — نا آشنائے جادہ و منزل ہے کیا کروں
کچھ ایسی آ پڑی ہیں محبّت میں مشکلیں — آسانیِ فراق بھی مشکل ہے کیا کروں

وہ دل میں جلوہ گر ہیں، مگر آہ اے حمیدؔ
اُفسردہ پھر بھی انجمنِ دل ہے کیا کروں

جو یقینِ کاملِ عشق ہو، کوئی چیز وہم و گماں نہیں
مجھے وہ نظر بھی عزیز ہے، جو مری طرف نگراں نہیں

ترا اک تبسّمِ ناز ہے، رگ و پے میں خون رواں نہیں
ترے فیضِ حُسن کی خیر ہو، ترا دردِ عشق کہاں نہیں

کوئی اُس کا راز بتائے کیا، کوئی اُس کا حال سُنائے کیا
وہ مقامِ فکر و نظر کا بھی کوئی دخلِ خاص جہاں نہیں

یہ کہاں سے لائی کہاں مجھے، کہ حریفِ شوق ہے بیخودی
وہ زمیں نہیں، وہ زماں نہیں، وہ مکیں نہیں، وہ مکاں نہیں

وہ ہزار حُسنِ نظر سہی، وہ ہزار جوشِ اثر سہی
یہ بڑی کمی ہے خیال کی، ترا نام وردِ زباں نہیں

مری ہر نگاہ زبان ہے، مرا ہر سکوتِ بیان ہے
مرا راز پھر بھی وہ راز ہے، جو عیاں بھی ہو کے عیاں نہیں

وہ جو محوِ حُسنِ صفات ہے، اُسے کچھ سکون سا ہو تو ہو
جو ہلاکِ جلوۂ ذات ہے، اُسے خُلد میں بھی اماں نہیں

غمِ ہجر کے بھی ہزار لُطف حمیدؔ تم نے اُٹھا لئے
چلو پھر دیارِ حبیبؐ میں کہ سکونِ قلب یہاں نہیں

یہ کیا سحر اے چشمِ تر دیکھتے ہیں — کہ آج اُن کو پیشِ نظر دیکھتے ہیں

وہ اِس طرح مُنھ پھیر کر دیکھتے ہیں — کہ جیسے بہت بیخبر دیکھتے ہیں

اَرے توبہ اک اک نظر کی بلاغت — وہ جب ہر طرف دیکھ کر دیکھتے ہیں

سلامت رہے حُسنِ ظن عاشقی کا — یقیں ہے وہ جیسے اِدھر دیکھتے ہیں

دلِ مُضطرب تجھ سے اللہ سمجھے — پشیمان اُن کی نظر دیکھتے ہیں

بس اے حُسنِ صورت خدا تیرا حافظ — طبیعت بہ رنگِ دِگر دیکھتے ہیں

سبھی اُنکی محفل میں ہیں اہلِ محفل — ہمیں کو وہ کیوں خاص کر دیکھتے ہیں

اِدھر میرا دل ہے، اُدھر شمع روشن

حمیدؔ اب وہ دیکھیں کدھر دیکھتے ہیں

اک خاص لمحہ صَرفِ دُعا کر رہا ہوں میں — اے اضطرابِ شوق یہ کیا کر رہا ہوں میں

اک نورِ رُخ سے کسبِ ضیا کر رہا ہوں میں — پھر دل کے آئینہ کی جلا کر رہا ہوں میں

دیکر تسلّیاں دلِ ایذا پسند کو — اُن کا بھی فرض خود ہی ادا کر رہا ہوں میں

دل کو مرے نصیب نہ ہو لذّتِ خلش — تیرے فراق کا جو گلا کر رہا ہوں میں

مرغوب دل ہے برہمیٔ حُسن کی ادا — اُن کو منا منا کے خفا کر رہا ہوں میں

جب دل ہی بجھ گیا، تو سلام آرزو کو بھی — اب کس غرض سے ترکِ وفا کر رہا ہوں میں

پنہاں خطا میں لذّتِ عذرِ خطا بھی ہے — دانستہ یوں خطا پہ خطا کر رہا ہوں میں

کیسا نیاز، کیسی طلب، کس کی آرزو — دل چاہتا ہے، جان فدا کر رہا ہوں میں

رنگینیِ خیال بھی اب بن گئی حجاب
رنگِ خیال کو بھی فنا کر رہا ہوں میں

پھر ہو رہی ہے عشق میں توہینِ جذبِ عشق
پھر انتظارِ بادِ صبا کر رہا ہوں میں

واللہ غیرِ گل کا تصوّر بھی ہے گناہ
دامن کو خار و خس سے جدا کر رہا ہوں میں

اشعار کے حجاب ہیں دراصل اے حمید
مفہوم دردِ دل کا ادا کر رہا ہوں میں

یہ کس کا تصوّر ہے، کہ ہم جھوم رہے ہیں
ہم ہی نہیں خود دیر و حرم جھوم رہے ہیں

شمع و گل و پروانہ و بلبل، مہ و انجم
پُرکیف نگاہوں کی قسم جھوم رہے ہیں

چھایا ہوا اک عالمِ مستی ہے فضا میں
ہر سمت غزالانِ حرم جھوم رہے ہیں

ہے عکس فگن کس کی نگاہِ چمن آرا
گل بجتے ہیں بادیدۂ نم جھوم رہے ہیں

آنے کو ہے اک سروِ خراماں کی سواری
مرغانِ چمن مل کے بہم جھوم رہے ہیں

ہر چیز درخشاں ہے، ہر اک ذرّہ ہے رقصاں
کیا خود ہی وہ سرتابقدم جھوم رہے ہیں

اُس محفلِ عشرت میں حمید آج بصد شوق
ہم بھی لئے "گلبانگِ حرم" جھوم رہے ہیں

اے عشق مبارک ہو تجھ کو، اب ہوش اُڑائے جاتے ہیں
جو ہوش کے پردے میں تھے نہاں، وہ سامنے آئے جاتے ہیں

یہ دل ہے کہ مچلا جاتا ہے، ہم ہیں کہ منائے جاتے ہیں
کمبخت محبّت کی خاطر، سب ناز اُٹھائے جاتے ہیں

نقّاشیِ فطرت کیا کہنا، لیکن یہ مُعمّہ حل نہ ہوا
جو نقش بنائے جاتے ہیں، پھر کیوں وہ مٹائے جاتے ہیں

جب حُسن کو ہونے لگتا ہے اندازہ عشق کی فطرت کا
کچھ راز بتائے جاتے ہیں، کچھ راز چھُپائے جاتے ہیں

جو خالی جائے وہ آہ نہیں، تاثیر کی کوئی پناہ نہیں
اُٹھ اُٹھ کے جو پچھلی راتوں میں، کچھ تیر لگائے جاتے ہیں

کچھ بزمِ جہاں سے کام نہیں، جب عشق کی فطرت عام نہیں
ہم ہیں کہ اُٹھائے جاتے ہیں، وہ ہیں کہ بٹھائے جاتے ہیں

جب چوٹ پہ چوٹ اِس طرح پڑے، حیرانیِ دل کیونکر نہ بڑھے
فطرت کی طرف سے آئینے، ہر وقت دِکھائے جاتے ہیں

اے سازِ دو عالم کیا کہنا، اے مطربِ فطرت صلِّ علیٰ
رہ رہ کے ہمارے ہی نغمے، خود ہم کو سُنائے جاتے ہیں

اللہ رے جذبِ حُسنِ طلب، یہ حُسنِ طلب ہے، حُسنِ طلب
آنکھوں سے بھی جن کو پردہ تھا، وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

آنکھیں ہیں کہ اب تک حیراں ہیں، سینہ ہے کہ اب تک سوزاں ہے
اور دل سے برابر اشکوں کے طوفان اُٹھائے جاتے ہیں

پردے تو ہزاروں حسن کے ہیں، اللہ رے کمالِ حسن، مگر
کچھ ایسے بھی جلوے خاص ہیں جو جلوؤں میں چھپائے جاتے ہیں
اک دردِ مجسّم ہم بھی ہیں، وہ بھی ہیں سراپا گوش حمید
اشعار کے پردے میں دل کے، نغمات سنائے جاتے ہیں

نالۂ دل اثر انداز نہیں ہے تو نہ ہو
لب تو ہل جاتے ہیں، آواز نہیں ہے تو نہ ہو
شکر کرتا ہوں ابھی حسرتِ پرواز تو ہے
اب اگر طاقتِ پرواز نہیں ہے تو نہ ہو
حسن کی ذات سے نسبت ہے یہی کیا کم ہے
عشق خود باعثِ اعزاز نہیں ہے تو نہ ہو
ہم تو حالِ غمِ دل اپنا کہے جائیں گے
تو اگر گوش بر آواز نہیں ہے تو نہ ہو
نظر اپنی ہے فقط تیرے کرم پر ساقی
درِ توبہ بھی اگر، باز نہیں ہے تو نہ ہو
آنکھوں آنکھوں میں تو ہے سلسلۂ ناز و نیاز
گفتگو ہوتی ہے، آواز نہیں ہے تو نہ ہو
دل تو میرا نگہِ ناز کی جانب ہے حمید
دل کی جانب نگہِ ناز نہیں ہے تو نہ ہو

ہر تعیّن سے صورت دکھا دیجئے
یہ حجابِ تعیّن اٹھا دیجئے
روئے انور سے پردہ اٹھا دیجئے
اب تو دل کو مرے جگمگا دیجئے
پہلے شائستۂ غم بنا دیجئے
پھر سزا دیجئے، یا جزا دیجئے
کیوں دعا کیجئے، کیوں دوا دیجئے
درد ہی کو نہ کیوں دل بنا دیجئے
ہر تجلّی، نظر سے گرا دیجئے
کوئی ایسی تجلّی، دکھا دیجئے

دل دیا، دل کو جوشِ محبّت دیا
غم اُٹھانے کا بھی حوصلہ دیجئے

رَس بھرے اِن لبوں سے تو پی لی بہت
مدھ بھری اَنکھڑیوں سے پلا دیجئے

ہر اَدا پر تری، چاہتا ہے دل
دونوں عالم کی قیمت لُٹا دیجئے

کیجئے غم پہ اپنے بھی احساں کوئی
دیجئے غم، تو راحت فزا دیجئے

اپنے ہنسنے پہ گُل کو بہت ناز ہے
اک ذرا آپ بھی مُسکرا دیجئے

آپ اپنا تو پہلے سمجھ لیجئے
دل کو جو چاہیئے پھر بنا دیجئے

ڈگمگانے لگے ہیں قدم پھر مرے
دُور سے دستِ نازک بڑھا دیجئے

آپ، اَور یہ محبّت کے نغمے حمیدؔ
اُن کی چشمِ کرم کو دُعا دیجئے

ہم یہ کہہ سکتے ہیں، آسُودۂ محفل آئے
جب گئے ہوش میں تھے، آئے تو غافل آئے

لو نقاب اُلٹے ہوئے وہ سرِ محفل آئے
تابِ نظّارہ ہو جس کو وہ مقابل آئے

سر بکف یوں تو ہزاروں سرِ محفل آئے
اک ہمیں تھے کہ جو ہاتھوں پہ لئے دل آئے

اِک نظر حسنِ دل اَفروز اگر دیکھ لیا
ہوش میں پھر ترے دیوانے بمشکل آئے

عالمِ آغازِ محبّت کا کوئی کیا جانے
کسی بیدرد پہ جب پہلے پہل دل آئے

دل میں کچھ سوچ کے مُنھ پھیر لیا لیلیٰ نے
ذرّے جب اُڑتے ہوئے جانبِ محمل آئے

ہمصفیرانِ چمن بھُول نہ جانا ہم کو
جب کہیں تذکرۂ شورِ عنادل آئے

چل کے دو چار قدم اِسلئے رُک جاتا ہوں تاکہ کچھ لُطفِ غمِ دُوریِ منزل آئے

لذّتِ غم، محبّت پہ ہے موقوف **حمیدؔ**
زیست بیکار ہے، جبتک نہ کہیں دل آئے

قوّتِ مشقِ تصوُّر، کارگر ہونے لگی اُن کی پرچھائیں مرے پیشِ نظر ہونے لگی
خون برسائینگے اِک دن دیدۂ گوہر فشاں سوزشِ دل گر شریکِ چشمِ تر ہونے لگی
اور پروانے بھی ہیں سرگرم راہِ عاشقی کیوں ابھی سے رخصت اے شمعِ سحر ہونے لگی

مل گئی غمہائے دُنیا سے مجھے فرصت **حمیدؔ**
زندگانی میکدے میں اب بسر ہونے لگی

وہ چمک جائے جو اُس شمع کا پروانہ بنے ہو وہ خورشید، جو خاکِ درِ جانانہ بنے
آج وہ شرحِ غمِ دل کی سناؤں تم کو جس کا ہر لفظ اک افسانہ در افسانہ بنے
ڈال دے اک نگہِ مست اِدھر بھی ساقی کچھ تو پُر کیف مری عُمر کا پیمانہ بنے
حُسنِ لیلیٰ کے لئے چاہیئے چشمِ مجنوں ہوشیاری تو اسی میں ہے، کہ دیوانہ بنے

اُن کی مخمور نگاہوں کا اثر ہو یہ **حمیدؔ**
شیشۂ دل مرا ٹوٹے بھی تو پیمانہ بنے

دیکھنا تو اے نگاہِ شوق یہ کیا راز ہے ہے بھی کچھ پردے میں، یا آواز ہی آواز ہے
ابتدا و انتہائے عشق بھی اک راز ہے درحقیقت ہے وہی انجام، جو آغاز ہے
جلوہ ہر شے سے عیاں، اور پھر نگاہوں سے نہاں بزم آرائی کا تیری اک نیا انداز ہے

یاد ہے اچھّی طرح مجکو بھی پیمانِ اَلست — جو فضا میں گونجتی ہے یہ وہی آواز ہے

راہِ اُلفت میں اُسی دل نے دیئے لاکھوں فریب — جس کو ہم سمجھے تھے، یہ سرمایۂ صد ناز ہے

آرہی ہے دیر سے غافل صدائے اَلرَّحیل — نغمۂ مُطرب پہ تو کیوں گوش بر آواز ہے

کچھ تو ہیں مجبوریاں اے ہمصفیرانِ قفس — اُڑ نہیں سکتا ہوں میں، گو طاقتِ پرواز ہے

طالب و مطلوب میں ہے فرق اتنا اے حمیدؔ
ایک دل میں سوز ہے، اور ایک دل میں ساز ہے

کیا شوخیاں ہیں جلوۂ پُر اضطراب کی — ہو جائے مُنتشر نہ تجلّی نقاب کی

کچھ اِس اَدا سے آج کہوں اپنی سرگذشت — تصویر کھینچ دوں دلِ پُر اضطراب کی

سوزِ دُروں نے خاک کیا جب دلِ حمیدؔ
ذرّوں نے بڑھ کے کھینچ لی ضو آفتاب کی

پھر وہ گیسو ہیں پریشان بڑی مشکل ہے — پھر تباہی کے ہیں سامان بڑی مشکل ہے

ابھی اُٹھّی نہیں اُنکے رُخِ روشن سے نقاب — دل ہے پہلے ہی سے حیران بڑی مشکل ہے

جسپہ پڑ جائیں کسی شوخ کی کافر نظریں — پھر سلامت رہے ایمان بڑی مشکل ہے

راہِ اُلفت میں قدم رکھ کے رضا جو رہنا — تو ہے اے دل ابھی نادان بڑی مشکل ہے

زُلفیں بکھرائے جو وہ جانِ تمنّا آجائے — اہلِ دل ہوں نہ پریشان بڑی مشکل ہے

چشمِ گستاخ تماشے کی کہاں طاقتِ دید — میں تصوّر سے ہوں حیران بڑی مشکل ہے

کعبہ و دیر کی اوٹھو کریں کھانے والے دید اُس کی نہیں آسان بڑی مشکل ہے

غیر ممکن ہے کہ جذباتِ محبّت سے **حمید**
مُتأثّر نہ ہو انسان بڑی مشکل ہے

ذرا ہشیار ہو جامِ عشرت نالۂ دل سے کہ یہ وہ آتشِ سوزاں ہے جو بجھتی ہے مُشکل سے
وفورِ شوق میں احساس بھی ہوتا ہے مشکل سے کہ منزل دُور ہی ہم سے کہ ہم ہیں دُور منزل سے
دلِ بیتاب اُسکی بزم میں تجکو بھی لیجاتے مگر افسوس، تو واقف نہیں آدابِ محفل سے
ہم اپنی موت کو بھی زندگانی ہی سمجھ لیتے تماشا ڈوبنے کا دیکھ لیتے آپ ساحل سے

حمید انجام اِس خود رفتگی کا دیکھئے کیا ہو
خدا جانے پہنچکر کیوں پلٹ آتا ہوں منزل سے

ہر عشوہ ترا قاتل ہی تو ہے جو دل ہے ترا بسمل ہی تو ہے
ہُشیار نہیں، غافل ہی تو ہے ہم کیا کریں آخر دل ہی تو ہے
نالوں سے مرے کیوں برہم ہو آوازِ شکستِ دل ہی تو ہے
کیا حاصلِ سعیِ مہر و وفا یہ سعیِ بے حاصل ہی تو ہے
لو آ ہی گیا اِک کافر پر کیا کیجئے آخر دل ہی تو ہے
اے جذبۂ دل، اے پائے طلب وہ سامنے کیا منزل ہی تو ہے
ہر موجِ محبّت کی ہے صدا گرداب نہیں ساحل ہی تو ہے
جسنے کہ تمھیں آزردہ کیا کمبخت یہ میرا دل ہی تو ہے

تم سازبنو، جس محفل کے دلسوز وہی محفل ہی تو ہے
کیوں سُنئے حمید کی آپ غزل
ہر شعر پیامِ دل ہی تو ہے

خاک آنسوؤں سے شرحِ تمنّا کرے کوئی قطرے ہیں کس طرح انھیں دریا کرے کوئی
دار و رسن کہیں ہے، کہیں قتل گاہ ہے کس حوصلے پہ تیری تمنّا کرے کوئی
محتاجِ تابِ دید ہے ارمانِ دید بھی جب تاب ہی نہو، تو بھلا کیا کرے کوئی
آساں نہیں ہی مرحلۂ عشق اے حمید
کیونکر کہوں کہ اُس کی تمنّا کرے کوئی

باغ میں پیدا ہوئیں وہ صورتیں اُن کے لئے بہرِ استقبال آئیں نکہتیں اُن کے لئے
مجکو ہر کلفت گوارا، مجکو ہر ایذا قبول چاہیئے ہاں راحتیں ہی راحتیں اُن کے لئے
دیکھئے پڑتی ہی کس کس پر نگاہِ التفات جمع کردوں ہر طرح کی نعمتیں اُن کے لئے
جان و دل کی کیا حقیقت ہی مقامِ عشق میں ہیں گوارا شوق سے سب زحمتیں اُن کے لئے
گو سراپا درد ہوں، لیکن تمنّا ہے یہی عشرتیں اُن کے لئے ہوں، راحتیں اُن کے لئے
ہے چمن اُنکا جہاں چاہیں وہ ہوں مستِ خرام ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں نکہتیں اُن کے لئے
تیری خاطر جورِ عشق و وفا میں جان دیں کیوں نہ ہوں بیتاب تیری رحمتیں اُن کے لئے
جو ادا ہے نہ جبینوں کی بہار افروز ہے ہر جگہ ہیں جنّتیں ہی جنّتیں اُن کے لئے

جن کا یارب ہر نفس گذر رہا ہے تیری یاد میں
وقف کر دے دو جہاں کی دولتیں اُن کے لئے
اُن سے ملنے کی تمنّا ہے اگر تجکو **حمید**
چھوڑ دے دُنیا کی ساری راحتیں اُن کے لئے

درد وہ کیا ہے کہ جو قابلِ درماں ہو جائے
وہ بھی مشکل کوئی مشکل ہے جو آساں ہو جائے
میرے رونے پہ جو ہنستے ہیں یہ کہدو اُن سے
اِنھیں اشکوں سے نہ پیدا کوئی طوفاں ہو جائے
اور سو طرح کے آزار ہوں دل کو یارب
ہاں، مگر عشق سے مجبور نہ انساں ہو جائے
وسعتِ ذوقِ تماشا ہو جنوں میں اتنی
کہ ہر اک ذرّہ نگاہوں میں بیاباں ہو جائے
قابلِ حسرتِ اربابِ نظر ہے وہ اسیر
فصلِ گُل آتے ہی جو داخلِ زنداں ہو جائے

یوں نیاز و ناز کا آغاز ہونا چاہیئے
میرا سَر اور تیرا پائے ناز ہونا چاہیئے
سازِ دل ہیں چھیڑنے کے واسطے تیار ہوں
آپ کو بھی گوش بر آواز ہونا چاہیئے
خونِ دل شامل نہو، خونِ جگر شامل نہو
آنسوؤں کو بھی امینِ راز ہونا چاہیئے
جب ارادہ کر لیا سب منزلیں طے ہو گئیں
مثلِ پروانہ، پَرِ پرواز ہونا چاہیئے

اک یہی رنج نہیں ہم کو کہ رُسوا نکلے
تیری محفل سے لئے ہم غمِ دُنیا نکلے
مجھ سا وحشی بھی نہ دُنیا میں ہوا ہی ابتک
دشتِ وحشت میں بہت بادیہ پیما نکلے
خوگرِ ضبطِ محبّت ہو نہیں اے سوزشِ دل
بارہا ورنہ انھیں آنکھوں سے دریا نکلے

سر بکف میں تو بہت دیر سے ہوں مقتل میں　　قتل کرنے کی ہو اب جس کو تمنّا نکلے

شاعر اس دور میں دیکھا تو بہت کم ہیں **حمید**

بزم میں ہم سے بہت قافیہ پیما نکلے

طلب سے دل جو کہیں بے نیاز ہو جائے　　جہاں کو ہستیٔ انساں پہ ناز ہو جائے

تمام خلق سے دل بے نیاز ہو جائے　　اگر تری نگہِ دلنواز ہو جائے

قصور اپنے ہی جذباتِ دل کا ہے ورنہ　　قفس کا در ابھی صیّاد باز ہو جائے

جبینِ شوق کو تو سجدہ ریز رہنے دے　　عجب نہیں ہے جو یہ سرفراز ہو جائے

حمید گریہ وزاری نہ کیجئے اتنی

ان آنسوؤں سے نہ افشائے راز ہو جائے

خاموشیٔ فضا میں نغمے ہوں بیکسی کے　　کٹ جائیں محویت میں دن میری زندگی کے

پیشِ نظر ہیں منظر، دل کی شگفتگی کے　　یاد آرہے ہیں قصّے، بھولے ہوئے کبھی کے

میں اُن کو ڈھونڈھتا تھا اب خود ہی کھو گیا ہوں　　دراصل شعبدے ہیں یہ میری بیخودی کے

سازِ طرب کو رکھ دے اے محوِ عیش و عشرت　　نغمے سُنا رہا ہوں دل کی شکستگی کے

دیکھو **حمید** دیکھو، قبلے سے ابر اُٹھّا

رندوں سے کوئی پوچھے اب لطف میکشی کے

گریہ آتا نہیں، ہنسی کیسی　　ہائے یہ دل کی بے بسی کیسی

ہم تو اک آہ کر کے پچتائے　　آگ دل میں بھڑک اُٹھی کیسی

میری جانب نظر نہیں اُٹھتی — آج یہ بے تو جہی کیسی
چھیڑ، پھر چھیڑ، نغمۂ جانسوز — اے مرے دل یہ بے حسی کیسی
جب تمھاری خوشی خوشی نہ رہی — پھر ہماری خوشی، خوشی کیسی
پھر کسی کا خیال آتے ہی — جَل اُٹھی دل میں شمع سی کیسی
میں ہوں، اور آپ کا تصوّر ہے — مل گئی مجھ کو زندگی کیسی
بھر دیا دل میں کیفِ تازہ حمید
یہ غزل آپ نے کہی کیسی

رازرکھّے، یا نہ رکھّے راز جو چاہے کرے — ایک اشکِ دیدۂ غمّاز جو چاہے کرے
گرمیِ ہنگامۂ محفل انھیں کے دَم سے ہے — شمع و پروانہ کا سوز و ساز جو چاہے کرے
جذبِ دلی سے اپنے ہوں مجبور، گستاخی سہی — دے رہا ہوں اب یہی آواز "جو چاہے کرے"
زندگی یا موت ہم کو عشق میں سب کچھ قبول — اب ہماری خاطرِ ناساز جو چاہے کرے
دل کے عالم کا بدل دینا بھی کوئی بات ہے — جانتا ہوں وہ سراپا ناز جو چاہے کرے
کر دیا اُن کو بھی آخر، آبدیدہ کر دیا — درد میں ڈوبی ہوئی آواز جو چاہے کرے
دیکھ کر رہ جاتے ہیں اپنا نشیمن یاس سے — ہمصفیرو! حسرتِ پرواز جو چاہے کرے
اِک خلش، اِک درد، اِک سوزِ نہاں، اِک اضطراب — دِل کا ہو اب تک وہی انداز جو چاہے کرے
شوق سے ہمنے تو دل اُنکے حوالے کر دیا
اب حمید اُن کی نگاہِ ناز جو چاہے کرے

اُٹھی وہ گھٹا جھوم کے میخانہ کہاں ہے
مُطرب ہے کدھر، بادہ و پیمانہ کہاں ہے

افسردگیِ دل کا یہ عالم ارے توبہ
دِکھلا دے جھلک نرگسِ مستانہ کہاں ہے

گھبرا گیا ہنگامۂ گلشن سے مرا دل
ویرانہ کہاں ہے، مرا ویرانہ کہاں ہے

کیا چاہتا ہے وہ بھی ہوں بیتابِ محبّت
غیرت تری اب اے دلِ دیوانہ کہاں ہے

بیچین عبث رہتا ہے سجدوں کیلئے دل
ہر وقت میّسر درِ جانانہ کہاں ہے

وہ انجمنِ ناز تو برپا ہے اُسی طرح
ہاں شمع پہ گرتا ہوا پروانہ کہاں ہے

ہو جسپہ ترا لطف و کرم، اُس کو عطا ہو
قسمت میں ہر اک کی دلِ دیوانہ کہاں ہے

وہ سامنے منزل ہے، قدم اُٹھ نہیں سکتے
اِمداد کو آ، ہمّتِ مردانہ کہاں ہے

تاریک ہوا جاتا ہے غمخانۂ ہستی
لے جلد خبر، جلوۂ جانانہ کہاں ہے

محفل میں حمیدؔ آکے وہ اب پوچھ رہے ہیں
وہ میرا فدائی، مرا دیوانہ کہاں ہے

نگاہوں سے لیکر بلائیں تمھاری
میں سب بھول بیٹھا جفائیں تمھاری

تم اور بس تمھاری محبّت، ہماری
یہ دُنیا، اور اس کی فضائیں تمھاری

پلٹ جائے خود کُفر اِن زاہدوں پر
اگر اک جھلک دیکھ پائیں تمھاری

ہم اپنے کو بھی بھول جائیں، یہ ممکن
مگر، یاد کیونکر بھلائیں تمھاری

بنا دیں نہ میخانہ سارے جہاں کو
یہ زلفیں، یہ کالی گھٹائیں تمھاری

تعجب سے دیکھے گا اِک دن زمانہ
تغافل مرا، اِلتجائیں تمھاری

محبّت نے کیا خوب تقسیم کی ہے　　وفائیں ہماری، جفائیں تمھاری

جو حقیقت ہے وہ مستور ہوئی جاتی ہے　　کیا قیامت دلِ رنجور ہوئی جاتی ہے

آنکھ کو دعوتِ نظّارہ وہ اِس طرح نہ دیں　　گریۂ شوق پہ مجبور ہوئی جاتی ہے

واہ اے حُسنِ فسونکار، ترا کیا کہنا　　ایک دُنیا ہے کہ مسحور ہوئی جاتی ہے

ساقیا! تیری نگاہیں ہیں کہ میخانۂ عشق　　بے پئے ہستیِ دل، چور ہوئی جاتی ہے

کوئی نادیدہ تجلّی ہے مگر، عکس فگن　　بزمِ دل نور سے معمور ہوئی جاتی ہے

کیا ترے حُسن سے نسبت ہے کہ اللہ اللہ　　ہر نظر صاعقۂ طور ہوئی جاتی ہے

پھر پہنچنے کو ہے کیا تازہ غمِ عشق کوئی　　کیوں طبیعت مری مسرور ہوئی جاتی ہے

بات دل کی نہ زباں پر کبھی لایا میں حمیدؔ
پھر یہ کیا بات، کہ مشہور ہوئی جاتی ہے

ہے پیشِ نظر کوچۂ سلمیٰ کئی دن سے　　آباد ہے دل کی مرے دُنیا کئی دن سے

یاد آتی ہے وہ بزمِ تماشا کئی دن سے　　حیراں ہے مری چشمِ تمنّا کئی دن سے

عالم ہے مرے دل کا یہ کیسا کئی دن سے　　ہنسنا ہی نہ آتا ہے، نہ رونا کئی دن سے

پھر جوشِ جنوں کا ہے اشارا کئی دن سے　　یاد آتا ہے وہ عالمِ صحرا کئی دن سے

دیکھا جو نہیں وہ رُخِ زیبا کئی دن سے　　ہوتا ہی نہیں دل میں اُجالا کئی دن سے

کُھلتا نہیں کیا راز ہے، کیا کہئے کسی سے　　کیا جانئے کیا حال ہے اپنا کئی دن سے

وہ جانِ تمنّا جو تصوّر میں نہیں ہے — خالی سا ہے آغوشِ تمنّا کئی دن سے

ہونے کو ہے برپا کوئی پھر حشرِ محبّت — پھر قلب میں پاتا ہوں سُکوں سا کئی دن سے

اے بادِ صبا اُن سے بصد شوق یہ کہنا — ہے وردِ زباں نام تمھارا کئی دن سے

رہ رہ کے اُٹھا کرتی ہے اک ٹیس سی دل میں — یہ راز سمجھ میں نہیں آتا کئی دن سے

لے اے دلِ بیتاب مُبارک ہو مُبارک — ہے دردِ محبّت میں اضافہ کئی دن سے

ہر شے نظر آتی ہے حسیں اور درخشاں — آنکھوں میں ہے وہ حُسنِ سراپا کئی دن سے

وہ پیشِ نظر خود ہیں، کہ ہے حُسنِ تصوّر — اکثر یہی ہو جاتا ہے دھوکا کئی دن سے

کیا، دیکھ لیا گنبدِ خضرا کے کلس کو — روشن ہے بہت صُبح کا تارا کئی دن سے

شاید کہ طوافِ حرمِ طیبہ میں ہے محو — ہم نے مہِ نو کو نہیں دیکھا کئی دن سے

پھر ہوں وہی دن رات حمیدؔ اور مدینہ
پیہم ہے یہی دل کا تقاضا کئی دن سے

یہ کیا کہہ گئی وہ نظر، چُپکے چُپکے — بڑھی دل کی دھڑکن، مگر چُپکے چُپکے

کیا شوقِ دل نے اثر چُپکے چُپکے — وہ ہو ہی گئے باخبر چُپکے چُپکے

بنا ہی لیا دل میں گھر چُپکے چُپکے — رگ و پے میں ڈوبی نظر چُپکے چُپکے

وہ ہونے لگے مہرباں رفتہ رفتہ — ہوا جذبِ دل کارگر چُپکے چُپکے

خدا جانے دیکھا تھا کیسی نظر سے — کہ دل بن گئی وہ نظر چُپکے چُپکے

ترے ہجر میں ہے یہ اب دل کا عالَم — جلے جیسے شمعِ سحر چُپکے چُپکے

مٹا فرقِ نازو نیازِ محبّت
اِدھر چُھپکے چُھپکے، اُدھر چُھپکے چُھپکے
پہنچ تو گئی ہے اب آگے مُقدّر
نظر ماورائے نظر چُھپکے چُھپکے
حمیدؔ اُن کے دامن کی تاثیر دیکھو
بنے اشک میرے گہر چُھپکے چُھپکے

تصوّر رفتہ رفتہ کارفرما ہوتا جاتا ہے
مرے پیشِ نظر حُسن سراپا ہوتا جاتا ہے
دلِ مایوس شایانِ تمنّا ہوتا جاتا ہے
تری چشمِ کرم کا کچھ اشارا ہوتا جاتا ہے
نیاز و ناز میں اک ربط پیدا ہوتا جاتا ہے
ہم اُسکے ہو چکے ہیں، وہ ہمارا ہوتا جاتا ہے
مری دُنیائے محسوسات پر وہ چھائے جاتے ہیں
ہجومِ عام میں دل اپنا تنہا ہوتا جاتا ہے
گئے وہ دن مرے نالوں کا شکوہ تھا زمانے کو
میں اب چُپ ہوں تو خاموشی کا چرچا ہوتا جاتا ہے
مٹا دیگا یہ سارے فرق ربطِ باہمی اک دن
کہ تیرا چاہنے والا بھی تجھ سا ہوتا جاتا ہے
زمانے کی نگاہوں سے جہاں تک گِرتا جاتا ہوں
اُسی نسبت سے آغوشِ کرم وا ہوتا جاتا ہے
مجھے بیخود کئے دیتی ہے جلوؤں کی فراوانی
وہ جتنا سامنے آتے ہیں، پردا ہوتا جاتا ہے
مری جانب ہے جسدن سے نگاہِ التفات انکی
مری ہر بات میں اک حُسن پیدا ہوتا جاتا ہے
خبر بھی ہے تجھے اے حُسن کافر ماجرا اس کی
سُنا ہے اب حمیدؔ اللہ والا ہوتا جاتا ہے

ہوش میں آئے تیرے شرابی
دیکھ کے ساغر اور گلابی
حُسن و محبّت وقفِ توجّہ
دل کو مبارک خانہ خرابی

دل کا خون ہوا ہے شاید — اشکوں کی رنگت ہے گلابی
حسنِ تلوّن دوست ہے کتنا — اُس پہ کسی کا عہدِ شبابی
اُن کے گیسو اللہ اللہ — جھوم رہے ہوں جیسے شرابی
دردِ محبّت روز فزوں ہے — ہو کے رہے گی خانہ خرابی

رنگِ حمیدؔ آج اور ہی کچھ ہے
ہونٹوں پہ خشکی، چہرہ شہابی

کیا خوب آج منظرِ راز و نیاز ہے — آنسو ہیں میرے اور وہ دامانِ ناز ہے
آج اک ادائے خاص سے وہ گرمِ ناز ہے — آلودہ جو یہاں ہے وہی پاکباز ہے
یہ تو نہیں، کہ حُسن سے دل بے نیاز ہے — لیکن مرا نیاز، باندازِ ناز ہے
جلوؤں میں بھی حقیقتِ جلوہ نہ دیکھنا — شاید اسی کا نام فریبِ مجاز ہے
رعنائیِ خیال کے قربان جائیے — میں ہوں، نیازِ عشق ہے، آغوشِ ناز ہے
اُس کے سُرور و لطف کا کیا کیجئے بیاں — رُوحِ نشاط جس کا غمِ جانگداز ہے
شاید وہی شہیدِ حقیقت بھی ہو سکے — جو دل ہلاکِ جلوۂ حُسنِ مجاز ہے
جس رُخ سے دیکھئے وہی صورت ہے رونما — دل کیا ہے، عکسِ جلوہ آئینہ ساز ہے
فطرت کی گتھیاں تو بہت کچھ سلجھ چکیں — دل کی گرہ ہنوز، مگر نیم باز ہے
دھڑکن ہے دل میں، پاؤں میں لغزش، نظر میں کیف — اب غالباً قریب تری بزمِ ناز ہے

سرمایۂ حیات سمجھتا ہوں میں اسے
دل میں مرے حمیدؔ جو سوز و گداز ہے

صبر آزما دل کو یوں بھی آزمائیں گے
خود نظر سے چھیڑینگے، خود ہی مسکرائیں گے

جلوہ گاہ سے نظریں، اَب ہم ہٹائیں گے
دیکھنا ہے وہ کبتک سامنے نہ آئیں گے

جس قدر بھی وہ غم کی وسعتیں بڑھائیں گے
حوصلے مرے دل کے اور بڑھتے جائیں گے

جب کسی طرف کوئی آسرا نہ پائیں گے
پاؤں توڑ کر اپنے ہم بھی بیٹھ جائیں گے

اور تو محبت نے سب اُٹھا دیئے پردے
ایک پردہ باقی ہے، اُس کو ہم اُٹھائیں گے

بڑھ رہا ہے پہلے سے لطفِ انتظار اُن کا
ہاں وہ آج آئینگے، اور ضرور آئیں گے

دیکھنا ہیں جی بھر کر مست انکھڑیاں اُنکی
یہ تو جانتا ہوں میں پاؤں لڑکھڑائیں گے

آپنے اگر دیکھا، آپ سے بھی کچھ بڑھ کر
اک حسین سی دُنیا آنسوؤں میں پائیں گے

اے مری نگاہِ شوق ایسی بدگمانی کیا
دعوتِ نظر دیکر سامنے نہ آئیں گے

ہرطرح محبت کا ہوگا امتحاں اے دل
جلوہ بھی دکھائینگے، پردہ بھی گرائیں گے

حسن و عشق کے چرچے ہونگے سارے عالم میں
تم بھی یاد آؤ گے، ہم بھی یاد آئیں گے

چل کھڑے ہوئے اَب تو جادۂ محبت پر
سختیاں بھی جھیلیں گے، ٹھوکریں بھی کھائیں گے

زندگی میں آئے گا ایک وقت ایسا بھی
خود وہ زندگی بن کر زندگی پہ چھائیں گے

حشر دیکھئے کیا ہو، رازدارِ گلشن کا
چھپ کے لالہ و گل میں آپ مسکرائیں گے

جذبِ دل سلامت ہے اے **حمید** اگر اپنا
اُن کی بزمِ عشرت میں پھر بلائے جائیں گے

مُبتلائے شوق و حرماں کر گئے　　میری دلچسپی کا ساماں کر گئے

جاتے جاتے بھی یہ احساں کر گئے　　شمع سی دل میں فروزاں کر گئے

چھا گئیں تاریکی وہ رخصت ہوئے　　صبح کو بھی شامِ ہجراں کر گئے

اک نگاہِ خاص مجھ پر ڈالکر　　سب کی نظروں میں نمایاں کر گئے

اَب کہاں جمعیتِ خاطر نصیب　　دل کا شیرازہ پریشاں کر گئے

دل سے یوں نظریں مِلا کر پھیر لیں　　جیسے پیوستِ رگِ جاں کر گئے

اللہ اللہ وہ نگاہِ جلوہ ریز　　دل کا ہر گوشہ درخشاں کر گئے

اَب نظر میں دوسرا کوئی نہیں　　اپنے جلوؤں سے وہ حیراں کر گئے

دیکھ کر دقّت پسندی عشق کی　　میری ہر مُشکل وہ آساں کر گئے

جلوۂ رُخ کی دکھا کر اک جھلک　　بے نیازِ ہر گلستاں کر گئے

ڈالکر اِک پَرتوِ حُسنِ تمام　　وہ مجھے آئینہ ساماں کر گئے

ایک پوشیدہ اَمانت سونپ کر　　خود مجھے میرا نگہباں کر گئے

ق

اُنکے دامن تک نہ پہنچے کوئی آنچ　　دل کو جو شعلہ بداماں کر گئے

وہ رہیں اُفتادِ غم سے دُور دُور　　جو مجھے ہنس ہنس کے گریاں کر گئے

اَب کسی سے کیا کہوں میں اے حمید
کیا نوازشہائے پنہاں کر گئے

وہ اُٹھتے ہی پردہ پہلے پہل، اِک عالَمِ حیرت دونوں طرف
نظروں میں تصادُم ہوتے ہی، جلوؤں کا تلاطم کیا کہئے

مستِ مئے عرفاں کہئے اُسے، یا رندِ خراب و خستہ حمیدؔ
جو خاکِ درِ میخانہ سے کرتا ہو تیمّم کیا کہئے

عالَم کچھ اَور ہے، وہ تماشا کچھ اَور ہے
میری نظر جہاں ہے وہ دُنیا کچھ اَور ہے

پیشِ نگاہ صُورتِ زیبا کچھ اَور ہے
دل میں جو ہے وہ جلوۂ رعنا کچھ اَور ہے

یہ کیف، یہ سُرور، مئے ناب میں کہاں
سرشار ہوں میں جس سے، وہ صہبا کچھ اَور ہے

میرا مذاقِ عشق ہے ہر رند سے جُدا
میری نظر میں حاصلِ مینا کچھ اَور ہے

ظاہر میں ہوشِ عشق کی ہیں دعوتیں، مگر
دَر پردہ چشمِ یار کا منشا کچھ اَور ہے

ہر چند بزمِ شوق ہے لبریزِ سوز و ساز
پھر بھی نگاہ و دل کا تقاضا کچھ اَور ہے

کیوں ہو مناظرِ مہ و خورشید پر نظر
کھُل جائے جس سے آنکھ، وہ جلوا کچھ اَور ہے

آج اِک نگاہِ شوق نے یہ بھی دکھا دیا
دُنیائے رنگ و بو کے عَلاوا کچھ اَور ہے

اِس جلوہ زارِ حُسن سے دل مُطمئن نہیں
اَب جُستجو کچھ اَور، تمنّا کچھ اَور ہے

جلوے اگرچہ دیر و حرم میں بھی ہیں وہی
لیکن جمالِ منزلِ سلمیٰ کچھ اَور ہے

کِس کے فراق و وصل، کہاں کے حجابِ دید
اک خاص بات انکے عَلاوا کچھ اَور ہے

شاعر تو اَور بھی ہیں زمانے میں اے حمیدؔ
کیوں رنگِ خاص تیری غزل کا کچھ اَور ہے

رُوئے انور سے نظر کسبِ ضیا کرتی ہے — صُحبتِ اہلِ صفا دل کی جِلا کرتی ہے
نازِ پیہم نگہِ ہوش ربا کرتی ہے — دل کو رہ رہ کے مرے چھیڑ دیا کرتی ہے
برملا دل کی کوئی بات ہوا کرتی ہے — راز میں گفتگوئے راز رہا کرتی ہے
ہم تری چشمِ فسونکار کو پہچان گئے — لُطف کا کام تغافل سے لیا کرتی ہے
عالمِ یاس میں بھی اب تو تجلّی اُن کی — ایک ایک نقش میں سو رنگ بھرا کرتی ہے
میرے سر عشق کا اِلزام، الٰہی توبہ — اِبتدا پہلے اُدھر ہی سے ہوا کرتی ہے
ہم جہاں بھی ہوں خوشا تیرا تصوّر، تری یاد — شکل اک خلوت و جلوت میں رہا کرتی ہے
یاد آتی ہے تری جلوہ گہِ ناز مجھے — بَرق جب ابر کے دامن میں چھُپا کرتی ہے
سچ یہ ہے بیخودیِ کیف تمام اور کہاں — وہ تو بس خدمتِ ساقی میں ملا کرتی ہے
دل کو اُس راہ سے گذرے ہوئے مدّت گذری — اِک خلش پھر بھی بدستور ہوا کرتی ہے
کیوں سب اربابِ چمن سہمے ہوئے رہتے ہیں — ہر نشیمن پہ کہیں برق گرا کرتی ہے
تجھ سے پروانوں کا جلنا نہیں دیکھا جاتا — شمع کو دیکھ، کہ تا صُبح جلا کرتی ہے
آپ آزردہ نہ ہوں، آپ پشیمان نہ ہوں — دل کی حالت تو اِسی طرح رہا کرتی ہے

وہ غزل کہنے کا اگلا سا کہاں شوق حمیدؔ
اب فقط خاطرِ احباب ہوا کرتی ہے

جب وہ تصوّر میں کبھی آ گئے — میری ہی صورت مجھے دِکھلا گئے
آنکھ سے یوں اشک وہ برسا گئے — آتشِ غم اور بھی بھڑکا گئے

ایسے بھی لمحاتِ فراق آ گئے — جیسے کچھ ارشاد وہ فرما گئے
اُٹھ کے مرے پاس سے وہ کیا گئے — اَور بھی کچھ میرے قریب آ گئے
دیدہ و دل کی مرے تسکین سی — آنکھوں ہی آنکھوں میں وہ فرما گئے
پڑ گئی اُن پر جو اچانک نگاہ — خود ہی نظر جھک گئی، شرما گئے
دَرد کا اَب خاک مُداوا کریں — دَرد کے پَردے میں اُنھیں پا گئے
جن کو غرض مجھ سے نہ تھی، کچھ وہی — حال مرا دیکھ کے گھبرا گئے
ہائے یہ پھولوں کی جواں مرگیاں — غنچے تو غنچے ہی تھے، مُرجھا گئے
دل ہی نہ سمجھے تو کوئی کیا کرے — آپ تو ہر طور سے سمجھا گئے

خود مجھے مِلتا نہیں میرا سُراغ
آج کہاں مجکو وہ پہونچا گئے

آج کس شان سے بے پَردہ ہوا ہے کوئی — جس طرف دیکھئے خود جلوہ نُما ہے کوئی
اللہ اللہ یہ معراجِ تصوّر میری — جیسے ہر لحظہ مجھے دیکھ رہا ہے کوئی
خامُشی سے بھی غمِ عشق کا چلتا ہے پتہ — راز داروں سے کہیں راز چھُپا ہے کوئی
زُلف بکھری ہوئی عارض پہ، گریباں کھُلا — لیکے انگڑائیاں بستر سے اُٹھا ہے کوئی
"بندِ بُرقع بکشا، اے مہِ خورشید لقا" — کب سے قدموں پہ ترے ناصیہ سا ہے کوئی
اپنے اس حُسنِ تصوّر کی رسائی معلوم — یعنی خود اپنے ہی جلووں میں چھُپا ہے کوئی
ہو چکیں سوزِ محبّت سے فضائیں معمور — سازِ دل اَب مِرا کیوں چھیڑ رہا ہے کوئی

دردِ دل ایک طرف، وہم و گماں ایک طرف / نہ کوئی بھول گیا ہے، نہ خفا ہے کوئی

دلِ پُرسوز کی ڈوبی ہوئی آواز ہے یہ / پردۂ ساز میں یا نغمہ سرا ہے کوئی

یارب اس جذبِ محبّت کا ہو انجام بخیر / ہر ادا سے مری اب جلوہ نما ہے کوئی

کس کو اب ہوش ہے باقی کہ یہ عالم دیکھے / بزم سے جھاڑ کے دامن کو اُٹھا ہے کوئی

جسقدر شعر پڑھے جائیں، پڑھے جاؤ حمیدؔ
سُنتے ہیں گوش بر آواز ہوا ہے کوئی

بظاہر تو ہیں درد و غم کے بہانے / مگر کیا ہے مقصود اللہ جانے

ہم آہنگِ غم کر دیا سازِ دل کو / خدا جانے کس مُطربِ خوشنوا نے

تجلّی کی موجوں میں گُم ہو نہ جائے / بڑھی ہے نظر رُخ سے پردہ اُٹھانے

مرے ساتھ اُنکو بھی تڑپا کے چھوڑا / دھڑکتے ہوئے دل کی نازک صدا نے

خدا جانے کیا بن گئی اُنکے دل پر / چلے تھے مرا دردِ دل آزمانے

سرِ بزم لُوٹی مرے دل کی دُنیا / نظر کے علاوہ بھی خاص اک ادا نے

دبے پاؤں خلوتکدے میں کسی کے / نسیمِ سحر آ رہی ہے جگانے

نہیں منحصر کچھ غم و درد ہی پر / تجھے یاد کرنے کے ہیں سو بہانے

کیا اور مانوسِ غم دل کو میرے / تمہاری نگاہِ کرم آشنا نے

مجھے ناز ہے تم کو میں جانتا ہوں / تمہیں اب کوئی اور جانے نہ جانے

حمیدؔ اُس نگاہِ توجّہ کے قرباں
غزلخواں کیا جسکی اِک اِک ادا نے

کسی کی یاد بہ ہر لحظہ آئی جاتی ہے — یہ آج کس لئے زحمت اُٹھائی جاتی ہے

یہ شوقِ دید کی بیتابیاں مَعاذ اللہ — ابھی سے میری نظر تھرتھرائی جاتی ہے

کہیں تو کیا کہیں اَربابِ جلوۂ معنی — لبوں پہ مُہرِ خموشی لگائی جاتی ہے

جو رازدارِ محبّت ہیں وہ سمجھتے ہیں — مجاز ہی میں حقیقت بھی پائی جاتی ہے

یہ چاندنی نہیں قسمت میں تیرہ بختوں کے — شبِ فراق کی زینت بڑھائی جاتی ہے

ابھی یہ صحنِ گلُستاں سے کون گذرا ہے — کلی کلی ہے کہ بس مُسکرائی جاتی ہے

نگاہ و دل پہ تحیُّر کے ڈال کر پردے — ہماری بات ہمیں سے چھُپائی جاتی ہے

کہیں جفا کا تمھاری بھرم نہ کھُل جائے — مری وفا تو بہت آزمائی جاتی ہے

جہاں پہنچ کے خود اپنی خبر نہیں رہتی — وہیں پہ منزلِ مقصود پائی جاتی ہے

جگر کے حُسنِ توجّہ کا فیض ہے یہ حمید
ترے کلام میں نُدرت جو پائی جاتی ہے

ہر گُل میں ترا رنگِ وفا ڈھونڈھ رہی ہے — میری ہی طرح تجھ کو صَبا ڈھونڈھ رہی ہے

رُک جاتے ہیں ہر گام پہ رہ رہ کے قدم کیوں — کیا چیز مری لغزشِ پا ڈھونڈھ رہی ہے

پڑتی ہی نہیں اَب نگہِ شوق کسی پر — ہر سمت تجھی کو بخدا ڈھونڈھ رہی ہے

اللہ رے مرے ضبطِ غمِ عشق کی ہمّت — اَب جادۂ تسلیم و رَضا ڈھونڈھ رہی ہے

لائی یہ کہاں لے مری دیوانگیِ شوق — مجکو نگہِ راہنُما ڈھونڈھ رہی ہے

جلوے ترے کچھ ایسے سمائے ہیں نظر میں — "تاریکیِ غم" بنکے ضیا ڈھونڈھ رہی ہے

کس شوق میں، کس جوش میں آئی ہے اُمنڈ کر — کیا خانۂ کعبہ میں گھٹا ڈھونڈھ رہی ہے
بیہوش نظر آتا ہے ہر ایک سرِ بزم — کس کو نگہِ ہوش ربا ڈھونڈھ رہی ہے
گُم ہو کے فراوانیِ جلوہ میں کسی کی — میری نگہِ شوق یہ کیا ڈھونڈھ رہی ہے

دل اپنا کھنچا آتا ہے سینے سے حمیدؔ آج
شاید کہ مجھے شانِ عطا ڈھونڈھ رہی ہے

ڈوب رہے ہیں چاند ستارے — پُر معنی سے کر کے اشارے
حُسن کا منظر، غم کے نظارے — نیند تمہاری، خواب ہمارے
ایک حسیں دامن کے سہارے — بن گئے آنسو عرش کے تارے
خرمنِ دل کی خیر ہو یارب — پھونک نہ ڈالیں غم کے شرارے
غازۂ رُخ ہے صُبحِ تجلّی — بادِ صبا نے بال سنوارے
نقش ہوئے جاتے ہیں دل پر — اُنکی نظر کے خاص اشارے
چاندنی راتیں، اُن کا تصوّر — اللہ اللہ اپنے نظارے
اے غمِ جاناں تجھ کو خبر ہے — ہم جیتے ہیں تیرے سہارے
بیٹھ نہیں سکتے دم بھر بھی — ایک جگہ ہم درد کے مارے
سُنتا ہوں آواز انھیں کی — کوئی صدا دے، کوئی پکارے

سارے عالم کی نگاہوں میں سماتے چلیے — یہ جو اک تفرقہ برپا ہے مٹاتے چلیے
ہاں نگاہِ غلط انداز اِدھر بھی کوئی — واعظوں کے بھی ذرا ہوش اُڑاتے چلیے

پھر یہ وقت آئے نہ آئے پئے تکمیلِ جنوں
اور کچھ وسعتِ کونین بڑھاتے چلئے

ماہ وانجم تو ہیں خود نقشِ قدم کے ذرّے
ماہ وانجم سے بھی دامن کو بچاتے چلئے

آپ نے دی تھی صدا، حضرتِ دل خیر ہوئی
اور جو پردہ سے وہ باہر نکل آتے، چلئے

آپ رہبر ہیں، کسی اور سے میں کیوں پوچھوں
اپنی منزل کا پتہ آپ بتاتے چلئے

تاکجا قیدِ نگاہ ودلِ دیدار طلب
رہ گئے ہیں جو حجابات اُٹھاتے چلئے

صاف سُنتا نہیں میں آپ کی آواز ابھی
دل کی دھڑکن کو ذرا اور بڑھاتے چلئے

میں جہاں سجدہ کروں، پھر کوئی سجدہ نہ کرے
اپنا ہر نقشِ قدم آپ مٹاتے چلئے

رہبرِ راہِ محبّت ہیں اگر آپ **حمید**
غزلِ حافظِ شیراز سُناتے چلئے

جلوۂ حُسنِ دوست کا لیکے اثر چلی گئی
جیسے اُنھیں کے ساتھ ساتھ اپنی نظر چلی گئی

کیسی بہار، کیا چمن، سُونی پڑی ہے انجمن
جب سے گئے وہ زینتِ قلب وجگر چلی گئی

اشک نہ ساتھ دے سکے، اسکوں کا غم نہیں، مگر
رنج یہ ہے کہ رونقِ دیدۂ تر چلی گئی

یہ بھی مجھے بتائے جا، جی کے میں پھر کروں گا کیا
یاد بھی تیری روٹھ کر مجھ سے اگر چلی گئی

کھُل نہ سکی زبانِ شوق، ہو نہ سکا بیانِ غم
چھیڑ کے آج دل کو پھر، بادِ سحر چلی گئی

دیکھے فریبِ رنگ وبُو، جلوہ دکھا کے چارسو
مجھکو مری ہی جستجو، لیکے کدھر چلی گئی

حُسن ہی مائلِ نیاز، کھُل گیا ہچکیوں کا راز
یاد کسی کی آئی تھی، دیکھئے خبر چلی گئی

اُنکی نگاہِ التفات، پرسشِ غم کو آئی تھی
ہم رہے محوِ غم اِدھر، اور وہ اُدھر چلی گئی

دردنے گدگدا دیا، شوق نے چٹکیاں سی لیں — یا ربّ قبول تک دعا، آج مگر چلی گئی

اُنکی حریمِ ناز میں، آہِ رسا مری **حمید**

دے کے بس ایک جنبشِ پردۂ در چلی گئی

پردہ رخِ عالم سے اُٹھاتے ہوئے آئے — تنہا وہی تنہا نظر آتے ہوئے آئے

سرتا قدم، آئینہ بناتے ہوئے آئے — آئے، مری رگ رگ میں سماتے ہوئے آئے

اعجازِ تبسّم وہ دکھاتے ہوئے آئے — دل کو گُلِ فردوس بناتے ہوئے آئے

زلفیں رخِ روشن سے ہٹاتے ہوئے آئے — یا شب کو شبِ قدر بناتے ہوئے آئے

ہر جلوۂ صد رنگ کو کرتے ہوئے پنہاں — اِک جلوۂ بے رنگ دکھاتے ہوئے آئے

اللہ رے اعجازِ فروغِ رخِ تاباں — اک شمع سی رگ رگ میں جلاتے ہوئے آئے

پُرشوق نگاہوں کے وہ جھرمٹ سے گزر کر — گھبرائے ہوئے، بچتے، بچاتے ہوئے آئے

سرتا بقدم غرقِ مئے حسن و جوانی — پیتے ہوئے آئے، وہ پلاتے ہوئے آئے

اِک حشرِ تمنّا تھا ہر اک گام پہ، لیکن — کانٹوں سے وہ دامن کو بچاتے ہوئے آئے

کس شان سے آئے ہیں مرے خانۂ دل میں — جو پردے اُٹھانا تھے، گراتے ہوئے آئے

ڈالی گئی اِس طرح نگاہِ متبسّم — غنچے سے رگ و پے میں کھلاتے ہوئے آئے

کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے ہیں — جیسے وہ کوئی راز چھپاتے ہوئے آئے

ہر لحظہ نیا رنگ، نئی آن، نئی شان — ہر بار نیا جلوہ دکھاتے ہوئے آئے

تمیزِ دل و دیدہ و منظور و نظر کیا — تفریقِ من و تو بھی مٹاتے ہوئے آئے

وہ بزم میں تھے گوش بر آواز ہی جیسے
اشعار حمیدؔ اپنے سناتے ہوئے آئے

گم ہو کے ترے نظّارے میں، کچھ اور تمنّا کون کرے
پا کر تجھے پھر جنّت کی طلب، اے حسنِ سراپا کون کرے
خاموش ہیں ہم اے اہلِ نظر، اب ہو بھی تو شکوا کون کرے
جب حُسن کی بھی رُسوائی ہو، پھر عشق کو رُسوا کون کرے
جو دل پہ گزرتی ہے گزرے، لیکن یہ گوارا کون کرے
اپنی ہی طرح خود اُن کو بھی بیتاب، تمنّا کون کرے
بے وجہ نہیں ہم مُہر بلب، اِس پاسِ ادب کا بھی ہے سبب
جس راز کو وہ اپنا کہہ دیں، اُس راز کو افشا کون کرے
ہر جام کے بعد بھی اے ساقی، رہتی ہیں تمنّائیں باقی
توبہ کی حقیقت ظاہر ہے، ترکِ مے و مینا کون کرے
پہلی ہی تجلّی سے اُنکی، ہم ہوش و خرد سب کھو بیٹھے
نظّارۂ حُسنِ کامل کا، اب اور تقاضا کون کرے
جلووں کا کسی کے یہ عالم ہے، کچھ وجد میں ہیں، کچھ حیرت میں
دُنیا ہے تماشائی اُن کی، احساسِ تماشا کون کرے

ہوتی ہے خلش تو ہونے دو، بہتے ہیں جو آنسو بہنے دو
جس غم کو خود اُن سے نسبت ہو، اُس غم کا مداوا کون کرے

چہرے سے مرے دل کا مقصد، دیکھے تو سمجھ جائے شاید
مشکل ہے نظر اُٹھنا اپنی، ساقی کو اشارا کون کرے

مانا غم و رنج کی شدّت ہے، لیکن یہ **حمید** حقیقت ہے
جب عشق نے پردہ ڈالا ہو، پھر حُسن کو رُسوا کون کرے

شوق در پردہ اِک افسانہ ہوا جاتا ہے
دل غمِ دوست سے بیگانہ ہوا جاتا ہے

مضطرب کیوں دلِ دیوانہ ہوا جاتا ہے
کیا کسی شمع کا پروانہ ہوا جاتا ہے

سچ یہ ہے جب سے ہوئی دل کو حقیقت کی تلاش
محرمِ کعبہ و بتخانہ ہوا جاتا ہے

بادہ کش کس لئے توبہ کا سہارا ڈھونڈیں
بند ابھی کیا درِ میخانہ ہوا جاتا ہے

دیدہ و دل میں سمانے کا وہ انداز نہیں
جانے کیا جلوۂ جانانہ ہوا جاتا ہے

قابلِ رحم ہے اُس دل کی تباہی اے دوست
ہو کے آباد جو ویرانہ ہوا جاتا ہے

محفلِ ناز میں جب زینتِ محفل ہیں وہی
کیوں ہر انداز حریفانہ ہوا جاتا ہے

دل کو لے کشمکشِ جوشِ جنوں کیا کہئے
اپنی منزل سے بھی بیگانہ ہوا جاتا ہے

مسکراتا ہوا آئے تو تصوّر میں کوئی
رشکِ جنّت ابھی غمخانہ ہوا جاتا ہے

تھی فقط رند کو ساقی کی توجّہ درکار
آشنا شیشے سے پیمانہ ہوا جاتا ہے

عام ہے آج یہاں فیضِ نگاہِ ساقی
مست میخانے کا میخانہ ہوا جاتا ہے

ڈالدی تونے کچھ ایسی غلط انداز نظر اور ہی کچھ ترا دیوانہ ہوا جاتا ہے

نسبتِ خاص نے وہ رنگ بھرے ہیں، کہ **حمید**
اک مرقّع مرا افسانہ ہوا جاتا ہے

جلوے کسی کے آئینۂ دل میں آگئے
اب حسن و عشق ایک ہی منزل میں آگئے

یوں بے نقاب آج وہ محفل میں آگئے
جیسے سمٹ کے کون و مکاں دل میں آگئے

خوش ہیں شناورانِ محبّت، مگر یہ کیا
طوفاں سے بچکے دامنِ ساحل میں آگئے

اُٹھتی نہیں ہے کیوں رُخِ لیلیٰ سے اب نقاب
ذرّے یہ کس کے گوشۂ محمل میں آگئے

اے رہروانِ منزلِ بے نام الوداع
ہم تو حدودِ کوچۂ قاتل میں آگئے

وہ ننگِ زندگی جو زمیں پر بھی بار تھے
کیا جانے کیونکر آپ کی محفل میں آگئے

آمادۂ ستیز زمانے سے عشق تھا
یہ کیا کیا، کہ آپ مقابل میں آگئے

اللہ رے پردہ داریِ کامل کا اہتمام
آنکھوں سے جب وہ چھپ نہ سکے، دل میں آگئے

کچھ امتیازِ شوق، نہ حیرت کی انتہا
ہم اے حمید کون سی منزل میں آگئے

نگارِ زیبا

ہوشم رُبود آں سفّاک یارے — کافر نگاہے، زیبا نگارے

بَرقِ مُجسّم، حُسنِ سراپا — فِتنہ طرازے، آشوب کارے

دَر صحنِ گُلشن دیدم خراماں — طُرفہ بَہارے، اَندر بَہارے

رَحمے بہ جانم فرمود، لیکن — کافر دلم را، نا ید قرارے

عُمرے گُذشت و شوقِ خرابم — محمل بہ بیند، دَر ہر غبارے

از من چہ پُرسی حالِ دل و جاں — ایں ہم شکارے، آں ہم شکارے

شادم حمیدؔ کہ ایں فیضِ جگر ہست

نازم بہ طبعِ جادو نگارے

محرمِ دل

فَحُبُّكَ کَاظِمَہ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ
وَذِکْرُكَ مُوْنِسِیْ فِیْ کُلِّ حَالِیْ

کاظمہ[1] اے محرمِ دل کاظمہ — میری اُمیدوں کا حاصل کاظمہ
خوش ادا، رنگیں شمائل کاظمہ — مہرِ خلوت، ماہِ محفل کاظمہ
تیری خلوتگاہ، چشمِ منتظر — قلبِ مضطر، تیری محمل کاظمہ
اک تری نسبت سے جانِ آرزو — میرا دل بھی بن گیا دل کاظمہ
زندگی میں حسن پیدا کیوں نہ ہو — زندگی میں تو ہے شامل کاظمہ
تو ہم آغوشِ تصوّر جب ہوئی — بن گئی خلوت بھی محفل کاظمہ
ہوگئی تیری بدولت زندگی — زندگی کہنے کے قابل کاظمہ
آنکھوں آنکھوں میں بتا دیتی ہے تو — کس طرح ملتے ہیں دو[2] دل کاظمہ
حسنِ صورت، حسنِ سیرت میں ترا — کون ہے مدِّ مقابل کاظمہ
ہاں وہی پھر اک نگاہِ نیمباز — دل ہوا ہے جس سے بسمل کاظمہ
اعتبارِ ہستیِ بے اعتبار — ہے تری الفت میں حاصل کاظمہ
شاہراہِ زندگی میں ساتھ ساتھ — تو رہے منزل بہ منزل کاظمہ

چوں بنی عامر ہمے مجنوں شوند
گر برون آید یکے لیلیٰ زحے
(حضرت حافظؒ)

---

[1] تلمیح ......
[2] ...... "عشق کی نمائش ہے حسن کے بہانے سے" ...... (اصغر)

گلگشتِ چمن

بادِ صُبحی بہوایش زگلستاں برخاست
یارِ من چوں بخرامد بہ تماشائے چمن

رشکِ گُل کون یہ آیا ہے پئے سیرِ چمن
خیرِ مقدم کے لئے جھک گئے کیوں سروِ سمن

رُخِ رنگیں پہ تصدّق ہے بہارِ گلشن
نکہتِ زُلفِ معنبر پہ فدا مُشکِ ختن

چشمِ میگوں پہ وہ مژگانِ سیہ کی چلمن
رُخ پہ ڈالے ہوئے آنچل ہو کوئی جیسے دُلہن

اُف وہ سر تا بقدم پیکرِ ریحانِ شباب
جیسے رعنائی و رنگینی ہے خود جزوِ بدن

نرگسِ مست پہ لہرائے ہوئے سے گیسو
جیسے میخانے پہ ہے ابرِ سیہ سایہ فگن

دلستاں، آفتِ جاں، دشمنِ دیں، سحر طراز
شمع رُو، زہرہ جبیں، شوخ نظر، غنچہ دہن

جلوہ ہائے سحر و شام ہوں جیسے یکجا
ہائے وہ زُلفِ سیہ تاب، وہ رُوئے روشن

اُف وہ رفتار، کہ ہر گام پہ فتنے اُٹھیں
بجلیاں جسمیں ہوں آسُودہ، وہ چشمِ پُرفن

گفتگو میں ہی لطافت، تو حیا میں شوخی
مُتبسّم ہیں نگاہیں تو جبیں پر ہے شکن

جس کا ہر عشوہ ہی غارتگرِ صد ہوش و خرد
جسکی ایک ایک ادا صبر و سکوں کی دشمن

اللہ اللہ وہ نسیمِ سحری کی چھیڑیں
پھر وہ اُس شاہدِ رنگیں کا گُل افشاں دامن

گُنگُناتا ہی جو رہ رہ کے وہ سرمستِ شباب
تیز تیز اور ہوئی جاتی ہے دل کی دھڑکن

چوں توئی نرگسِ باغِ نظر اے چشم و چراغ
حیفم آید کہ خرامی بہ تماشائے چمن

(حضرت حافظؒ)